قال اللہ تعالیٰ

الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان

بعہد سعادت مہد اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

تبیان الراسخ

سنہ ۱۳۵۵ھ

معروف بہ

تاریخ التفسیر

مصنفہ

ابو الکمال قاضی عبد الصمد صارم فاضل دیوبند، مولوی فاضل مصنف اربعین اعظم و تاریخ الحدیث
و سودیشی اردو و ضروری کہانیاں و محمود اور فردوسی و الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

قال اللہ تعالیٰ

الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمہ البیان

بعہد دولت ابد مدت اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

تبیان الراسخ

سـ۱۳۵۵ـھ

معروف بہ

تاریخ التفسیر

مصنفہٗ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند، مولوی فاضل مصنف اربعین اعظم و تاریخ الحدیث و سودیشی اردو و ضروری کہانیاں محمود اور فردوسی الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ کراچی

فہرست مضامین تاریخ تفسیر

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حمد و التماس	۱	شجرات محدثین و مفسرین و مصنفین ہند	۳۳
الباب الاوّل فی التاریخ	۲	شجرہ محدثین و مفسرین عالم	۳۴
تفسیر کی ضرورت	۲	الباب الثانی فی الکتب	۳۷
علم تفسیر کا موضوع	۵	تصانیف قرن اول	۳۷
مبادی علم تفسیر	۵	تصانیف عہد رسالت	۳۷
تین قسم کی تفسیریں	۶	تصانیف عہد خلافت راشدہ	۳۸
مفسّر کا فرض	۶	تصانیف عہد خلافت راشدہ کے بعد	۳۸
دور فتن	۷	تصانیف قرن ثانی	۴۰
تفسیر قرن اوّل میں	۸	تصانیف قرن ثالث	۴۱
تفسیر عہد رسالت میں	۸	کتب عہد اختلافی	۴۱
مفسّر اوّل اور پہلی تفسیر	۸	تصانیف قرون ثلاثہ کے بعد	۴۲
تطابق آیات و حدیث	۸	کتب صدی پنجم	۴۳
روایت و کتابت حدیث	۱۰	کتب صدی ششم	۴۶
تفسیر عہد خلافت راشدہ میں	۱۲	کتب صدی ہفتم	۵۰
تفسیر قرن ثانی میں	۱۵	کتب صدی ہشتم	۵۶
تفسیر قرن ثالث میں	۱۵	کتب صدی نہم	۵۸
تفسیر عہد اختلافی میں	۱۶	کتب صدی دہم	۶۰
تفسیر قرون ثلاثہ کے بعد	۱۶	کتب صدی دوازدہم	۶۳
تفسیر اور خاندان نبوت	۱۸	کتب صدی سیزدہم	۶۳
تفسیر اور ہندوستان	۲۰	اُردو میں پہلی تفسیر	۶۳
مفسرین حال	۲۸	کتب صدی چہاردہم	۶۵
تفسیر اور ملک دکن	۳۰	مفسرین حال کی تفسیریں	۶۵
تفسیر اور سلطان العلوم	۳۱	تراجم قرآن	۶۷
البیان المستند فی اسانید عبد الصمد	۳۲	اُردو میں پہلا ترجمہ	۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض فقیر بر آستانۂ رسول کبیر صلی اللہ علیہ وسلم

کریمُ السجایا جمیلُ الشیم ✦ نبیُّ البرایا شفیعُ الاُمم

ایک حقیر غلام ہدیۂ اخلاص و نیاز پیش کرنے کو حاضر ہے۔

گو قابلِ سرکار نہیں تحفہ ہمارا
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

من از امتاں کمتریں خاکِ تو
بدیں لاغری صید فتراکِ تو

عبدالصمد سیوہاروی

رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ ہجری

علمائے کرام اور مشاہیر ملک کی رائیں

عالیجناب مولانا مفتی عبداللطیف صاحب صدر شعبۂ دینیات پروفیسر جامعہ عثمانیہ

"مولانا قاضی عبدالصمد صاحب نے تاریخ تفسیر لکھکر اردو کے خزانے میں ایک بیش بہا موتی کا اضافہ کردیا۔ اس زمانہ اس قسم کی تصانیف کی ضرورت ہے یہ کتاب مفید و اہم معلومات سے پُر ہے جن کو فاضل مصنف نے کثیر التعداد کتب کے مطالعہ اور جانکاہ سعی سے جمع کیا ہے، خداوند ذوالجلال مصنف علّام کو اجر جزیل عطا فرمائے۔"

عالیجناب مولانا حافظ قاری سیّد محمد صاحب مقیم گلبرگہ خلف الصدق حضرت مولانا شاہ سیّد احمد حسن محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

"علم تفسیر کی تاریخ علامہ عبدالصمد صاحب نے عین ضرورت کے وقت لکھی ہے، اور خوب لکھی ہے، یہ کتاب علماء وطلبا اور عام مسلمانوں کی بہترین رہنما ہے فاضل مصنف نے اس کو دلچسپ اور سہل طریقہ پر لکھکر مدون کیا ہے، اور اردو دان طبقہ کی اصلاح کا خیال ہر موقع پر کیا ہے۔ اس کتاب میں ضروری معلومات کو سعی بلیغ سے جمع کرنے کی کامیاب کوشش کیگئی ہے، خداوند کریم مصنف کی اس محنت کو قبول فرمائے"

قطعہ تاریخ تصنیف از صاحب التصانیف الکثیرہ مولانا الحاج عبدالبصیر صاحب آزاد تعلیقی سیوہاروی

چوں مدوّن نمود این تاریخ	فاضل عصر صارم عارف
گفت فی الفور از پے تاریخ	در منثور دل کشا، ہاتف
	۱۳۵۵ھ

قطعہ تاریخ طبع از مولانا مظہر الدین صاحب بلگرامی

چون برافشاند صارم فاضل — این گہرہائے لامع التاریخ
آمد از غیب این ندا مظہر — بہر تاریخ - جامع التاریخ،
۱۳۵۶

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی، اے، ایل ایل بی (علیگ) وکیل ہائیکورٹ

" جناب صارم سیوہاروی کی جدت پسند طبیعت نے ایک اور جدید کتاب تاریخ تفسیر تصنیف کرکے دنیائے علوم مشرقیہ میں ایک غیر معمولی اضافہ کردیا۔ کتاب بلحاظ نوعیت مضامین ایک انوکھی چیز اور بیش بہا مفید معلومات کا ذخیرہ ہے جو سعی بلیغ سے جمع کیا گیا ہے، فی زمانہ اُردو داں بالخصوص جدید تعلیمیافتہ طبقے کی معلومات اور اصلاح خیال کے لئے ایسی تصانیف کی ضرورت ہے، اللہ پاک مصنف علام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک اہم ضرورت کو پورا کردیا۔ "

قطعہ تاریخ تصنیف

از مقرب الخاقان استاذ السلطان عالیجناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مانکپوری المخاطب جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر

وہ تالیف نکلی بحمد اللہ آج — جسے دل میں رکھینگے اہل نظر
بیان صاف واضح روایت صحیح — نہایت مدلل بہت معتبر
مؤلف ہیں عبد الصمد ذی ہمم — جو ہیں فاضل و عالم باخبر
تصانیف جنکی ہیں مقبول عام — یہی شغل جن کا ہے شام و سحر
ہوئی لکھی نہ تاریخ تفسیر کی، — یہ سہرا رہا بس مصنف کے سر
ہوئی روح تازہ جو دیکھی کتاب — کہا دل نے احسنت ہر لفظ پر

لکھو طبع کا سال تم اے جلیل
عجب بحر تفسیر کے ہیں گہر
۱۳۵۵ ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

از مولانا الحاج ابوالجلال سعید احمد صاحب اکبرآبادی فاضل دیوبند مولوی فاضل، ایم اے پروفیسر
مدرسۂ عالیہ فتحپوری دہلی

قرآن مجید جس طرح تصفیۂ اخلاق، تزکیۂ نفس اور روحانی تربیت کی بہترین آسمانی کتاب ہے مسلمانوں کے تمام اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ و منبع بھی ہے، مثلاً کتابت اسلام سے قبل بہت ہی کم لوگ جانتے تھے، حجاز میں صرف سترہ آدمی تھے جو خواندہ تھے، لیکن قرآن پاک کی برکت سے یہ فن تمام دنیا میں پھیل گیا۔ قرآن مجید میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے، اس لئے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے ایک ایک جزیہ کو قلمبند کیا، اور اس کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کی، اس طرح سیر و مغازی کے فن کی بنیاد پڑی، پھر آپ کے افعال و اقوال کو جانچنے اور پرکھنے اور قرآن مجید کے حقائق کو سمجھنے کے لئے انہوں نے حدیث کی تدوین کی طرف توجہ کی اور اس راہ میں بڑے بڑے محیّر العقول کارنامے کئے، اس طرح فن حدیث ایجاد ہوا۔ اور پھر چونکہ قرآن کو عربی ادب اور عربی زبان کی صرف و نحو کے بغیر سمجھ نہیں سکتے تھے، اس لئے انہوں نے ان فنون کی طرف التفات کی اور اس کو باقاعدہ مدون کرکے کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔ اور چونکہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اسوقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی تھی جب تک کہ فصاحت و بلاغت کے قواعد و ضوابط اور اس کے متعلقہ علوم و فنون وہ نہ معلوم کریں، اس بنا پر علم معانی و بیان و بدیع کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں وہ وہ موشگافیاں کیں کہ آج غالباً عربی کے یہ فنون ثلاثہ ہی شرق کی تمام زبانوں کیلئے فصاحت و بلاغت کے مسائل کا سرچشمہ ہیں، اسی طرح علم فقہ، اصول فقہ، اور علم الکلام کا اصل منبع و سرچشمہ بھی قرآن فہمی اور اس کے معانی کی تحقیق و جستجو ہی کو سمجھنا چاہئے۔

لیکن قرآن مجید نے جن علوم کو پیدا کیا اُن میں دینی و مذہبی اعتبار سے سب سے زیادہ اہم اور ضروری علم تفسیر کا ہے، شروع شروع میں جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما رہے قرآن مجید کے معانی و مطالب کو مدوّن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اول تو صحابہ کرام بذات خود اہل لسان تھے اور اس بنا پر آیات قرآنی کا صحیح مفہوم و مصداق متعین کرنے میں اور اس کی فصاحت و بلاغت کی حقیقت و گہرائی کے دریافت کرنے میں کسی علم و فن کی دستگیری کے محتاج نہ تھے، پھر اگر کوئی لفظ

مشترک ہوتا تھا، یا اصول فقہ کی اصطلاح میں مجمل و مشکل ہوتا تھا تو آنحضرت کا قول و فعل خود اس کی تشریح و توضیح اور معنی کی تعیین کر دیتا تھا، مثلاً اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا میں ربٰو کی حقیقت مشتبہ تھی، آپ نے الحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر والی حدیث سے اس کی توضیح کر دی اور اگر پھر بھی کوئی اشکال باقی رہ جاتا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حقیقت دریافت کر لیتے تھے مثلاً قرآن میں حج کی آیت وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ نازل ہوئی تو ایک صحابی پوچھ بیٹھے کہ یہ حکم اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے، اور پھر یہی نہیں بلکہ رمز شناس بھی اتنے بڑے کہ جب آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ الآیۃ الخ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ بیساختہ رو پڑے اور سمجھ گئے کہ اس بشارت کی تہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر وحشت اثر کی طرف بھی اشارہ ہے

صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آیا اور وہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کی تحقیق، ناسخ و منسوخ کی پہچان، مجمل و مشکل کی توضیح میں صحابہ کرام کی طرف رجوع کر لیتے تھے، اور بس۔ یہ ضرورت نہ تھی کہ قرآن مجید کے علوم کو باقاعدہ مدوّن کیا جائے۔

لیکن جب اسلام کی روشنی عرب سے نکل کر عجم اور عربی نہ جاننے والی قوموں میں پھیلنے لگی تو اب گمراہی سے بچانے کے لئے ضروری ہوا کہ قرآن مجید کے مطالب کو مدون کیا جائے، اور اس کے متعلقہ علوم و فنون کی بھی تدوین کر دی جائے، اسی سلسلہ میں علم التفسیر کی بنیاد پڑی۔ اور اس کی تکمیل کے لئے مختلف اسکول قائم ہو گئے۔ علامہ ابن خلدون نے تفسیر کے ان مختلف اسکولوں پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے ہم اس کا خلاصہ درج ذیل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون سا اسکول مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوا، اور کون سا غیر مفید، علامہ لکھتے ہیں:۔

"تفسیر دو نوع کی ہو گئی، ایک تفسیر نقلی جو بزرگان کرام سے نقل کئے ہوئے آثار کی طرف منسوب کیجاتی تھی، اس تفسیر سے ناسخ و منسوخ کی پہچان ہوتی تھی، نزول آیات کے اسباب اور آیات کے مقاصد معلوم ہوتے تھے ظاہر ہے کہ اس تفسیر کا دار و مدار صحابہ کرام و تابعین عظام کی روایات و آثار پر ہوتا تھا، علماء متقدمین نے ان سب کو اپنی کتابوں میں جمع کیا اور مدوّن کیا مگر ان کی کتابیں رطب و یابس، جیّد و ردی دونوں پر مشتمل تھیں، اور اس کا سبب یہ ہے کہ عرب اہل کتاب نہ تھے، اُن پر بداوت اور اُمّیت غالب تھی، ان کو جب کبھی کائنات عالم میں سے کسی شئی کی حقیقت یا زندگی و موت اور پیدائش دنیا کا کوئی راز معلوم کرنا ہوتا تھا تو وہ اہل کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے، اور یہ لوگ اپنی اپنی محرّف کتابوں کی سند سے

ان سے عجیب و غریب باتیں کہتے تھے، اور اہل عرب ان کو اپنی سادہ لوحی سے یاد کر لیا کرتے تھے، پھر یہ عرب مسلمان ہو گئے تب بھی ان کے پرانے خیالات اور قدیم سے سُنی ہوئی باتیں ان کے ذہنوں سے محو نہیں ہوئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر میں بھی اس طرح کی رکیک باتیں دخل پانے لگیں۔ اس طرح کی باتیں زیادہ تر کعب الاحبار، وہب ابن منبہ، اور عبداللہ بن سلام سے منقول ہیں، پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ مفسرین نے کچھ تو اپنے تساہل اور کچھ خوش اعتقادی کی بنا پر ان روایتوں سے اپنی تفسیروں کو کو پُر کر دیا، یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ مغرب میں ابو محمد بن عطیہ نے ان تفاسیر کی تلخیص کی اور ان روایات و آثار میں جو اقرب الی الصحۃ تھیں ان کو چن لیا، اور حسن تلخیص کے نام سے ایک کتاب میں ان سب کو جمع کر دیا، ابو محمد کے بعد قرطبی بھی اسی روش پر چلے اور انہوں نے اپنی مشہور تفسیر اسی انداز پر لکھی۔

تفسیر کی دوسری نوع یہ ہے کہ اس میں لغت، اعراب، اور بلاغت سے بحث کی جائے تاکہ ان کی روشنی میں قرآن مجید کے مطالب و معانی کا ادراک کیا جا سکے، اس سلسلہ کی تفاسیر میں سب سے زیادہ اہم علامہ زمخشری کی کتاب الکشاف ہے لیکن چونکہ زمخشری معتزلی المذہب ہونے کی وجہ سے قرآنی بلاغت سے اپنے مذہب کے مطابق استدلال کرتے جاتے ہیں، اس لئے اہل سنت میں یہ تفسیر چنداں مقبول نہ ہو سکی۔

زمخشری کے بعد شرف الدین الطیبی نے ایک تفسیر لکھی جس میں انہوں نے زمخشری کی کتاب کی شرح کی، اور جہاں جہاں انہوں نے معتزلی عقائد کے اثبات کیلئے قرآن مجید سے استدلالات کئے تھے ان کی رکاکت دلائل قویہ سے ثابت کی"

علامہ ابن خلدون کی اس تقریر سے یہ واضح ہوا ہو گا کہ قرآن مجید کی تفسیر ان دو مختلف نقطہائے نظر کے ماتحت لکھی گئی ہیں۔ اب یہ بتانا کہ ہر تفسیر میں کتنا رطب ہے اور کتنا یابس، ایک ماہر نقاد فن کا کام ہے، اور اس کی تحقیق و جستجو کے لئے سالہا سال درکار ہیں۔ لیکن بہر حال اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تفسیر کا فن مسلمانوں کا محبوب ترین فن ہے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی بڑی جانکاہیاں اور کاوشیں کی ہیں، مسلمانوں کی یہ تمام کوششیں اوراق پریشان کی طرح پراگندہ تھیں اور اردو میں کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے ان تمام کوششوں کی تاریخ و ترتیب یکجا طور پر معلوم ہو سکتی۔

خدا جزائے خیر دے پیش نظر کتاب تاریخ التفسیر کے فاضل مصنف کو کہ انہوں نے توجہ کی، اور اس کام کو سرانجام کرکے ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف اس سے پہلے تاریخ الحدیث لکھکر سعز اہل قلم اور ارباب ذوق سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، اور مجکو قوی اُمید ہے کہ ان کی یہ کتاب بھی اپنی پیشرو کتاب کی طرح وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیگی، اور اُردو خوان طبقہ اس سے بہت کچھ استفادہ کریگا

سعید احمد اکبر آبادی
۱۳ مئی ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہٖ وازواجہ واھل بیتہ اجمعین۔

اِلتماس

کم سوا چالیس برس سے میں ہر سال ایک کتاب تصنیف کر کے شائع کرا دیتا تھا، بُرا ہو اس بڑھاپے کا کہ اب کسی چھوٹے سے چھوٹے کام کا پورا کرنا بھی مشکل ہو گیا ؎

مرحوم جوانی تجھے اللہ نہ بخشے + پتلا تو سلامت ہے مگر جان نہیں ہے

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے کرم سے میرے فرزند دلبند مولوی قاضی عبد الصمد صارم سلمہٗ فاضل دیوبند و مولوی فاضل کو میرا ہاتھ بٹانے کی لائق کر دیا۔ اب چار سال سے وہ تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔

میں نے تاریخ علم تفسیر کے متعلق چند مسودات لکھکر سپرد کر دئے تھے، برخوردار موصوف نے یہ ضخیم کتاب مرتب کر کے پیش کر دی۔ بعد مطالعہ مجھکو اطمینان ہو گیا کہ میرے حسب مراد کام ہو گیا۔ اُمید ہے کہ مثل دیگر کتب کے یہ بھی مقبول اہلِ نظر ہوگی۔

خداوند ذوالجلال اپنے حبیب پاک کے طفیل سے اعلیٰ حضرت ولی نعمت سلطان العلوم، نظام الدولہ نظام الملک مظفر الملک و الممالک آصف جاہ سابع میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کے عمر و اقبال، ملک و مال، اعزاز و اولاد و اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے اور برخوردار موصوف کے عمر و صحت و علم میں ترقی عطا فرمائے اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔ اور مسلمانوں کو توفیق خیر اور ظاہری و باطنی ترقی سے بہرہ ور فرمائے، آمین

حقیر فقیر
قاضی ظہور الحسن

الباب الاوّل فی التاریخ

تفسیر کی ضرورت

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری • خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

تفسیر کے معنی بیان کرنا یا کھولنا یا کسی تحریر کے مطالب کو سامعین کے قریب فہم کردینا ہے جو شخص جن اصول کو پیش کرتا ہے، اُن کی تفصیل و تشریح کرنا بھی اُسی کا کام ہے، اس کو مختلف استعداد و قابلیت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اسلئے یہ سمجھنا کہ اُس نے اپنے پیش کردہ اصولوں کے متعلق کچھ نہیں کہا، کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام اشخاص یکساں فہم و قابلیت کے نہیں ہوتے جب کلام وسیع پیمانہ پر صادر ہوتا ہے اور اس میں بے شمار مطالب کو محدود فقروں میں ادا کیا جاتا ہے، غیر محسوس اشیاء کے حالات کا آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے، احکام کو اس اسلوب سے بیان کیا جاتا ہے کہ موجودہ ضرورت کو بھی کافی ہوں اور آیندہ بھی اُس سے حسب ضرورت استنباط ہوتا رہے تو کلام میں استعارہ، مجاز، مبہم مجمل سبھی کچھ ہوتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو کلام ناقص رہجائے یا لاانتہا ہو کر حد تحمل بشری سے گذر جائے۔ قرآن مجید میں یہ تمام اوصاف اس طرح جمع ہیں کہ شان فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آیا، بلکہ اور چار چاند لگ گئے۔

اِس لئے کلام کو تفسیر و تشریح کی ضرورت ہے، قرآن ایک کامل مکمل کتاب ہے، مگر ہم کو اسکے سمجھنے کیلئے بہت سی چیزوں کی احتیاج ہے، مثلاً صرف، نحو، ادب، لغت، حدیث، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ وغیرہ۔

قرآن میں تخم کی طرح سب کچھ موجود ہے، اس تخم سے درخت اُگانے کی قوت و قدرت خداوند کریم نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں دو قسم کی آیتیں ہیں، ایک محکم، دوسری متشابہات،

آیات محکمہ نے اُصول کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجایش نہیں،

آیات متشابہات (جو بہت سے معنوں کی متحمل ہو سکتی ہیں) کے اندر ذخائر علوم پنہاں ہیں ان آیات سے دُنیا قیامت تک فائدہ اُٹھاتی رہے گی۔

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (کتاب الٰہی)

س میں کچھ آیات محکم ہیں کچھ متشابہات)۔

محکم واضح المعنی صریح الدلالت، ان کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ اُمّ الکتاب یعنی اُصول ہیں جو واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

متشابہات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو بہت سے معنوں کی متحمل ہو سکتی ہیں، ان کا تعلق زیادہ فروع سے ہے، اگر ان کی توضیح کیجاتی تو کلام کی انتہا نہ رہتی۔ دوسری وہ متشابہات جن کے معنی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس قسم کے متعلق ارشاد ہے فَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ، وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ (یعنی کوئی ان کی تاویل نہیں جانتا اللہ کے سوا، اور ماہرین علوم کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے)۔

قرآن کریم نے ایک طرف تو یہ احسان کیا ہے کہ اصول کو واضح طور پر بیان کر دیا اور شک و شبہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔ دوسری طرف یہ احسان کیا کہ متشابہات کو پیش کیا۔ کیونکہ متشابہات ذخائر علوم ہیں جن سے دنیا ہمیشہ متمتع ہوتی رہے گی، متشابہات کے سمجھنے کے لئے کثیر التعداد علوم و فنون میں کامل دستگاہ کی ضرورت ہے،

قرآن نے انسان کو علمی و عملی کمال تک پہونچنے کا راستہ بتا دیا ہے اور ایسے ایسے اسرار اور حواس سے مستور امور کی طرف رہنمائی کی ہے جہاں نہ عقل کی رسائی ہے نہ سائنس کی۔

قرآن بے شمار علوم کا سرچشمہ ہے، اس میں ظاہری و باطنی ترقی کے اصول موجود ہیں، بہت سے مطالب عالیہ اس کی عبارت کی تہ میں مستور ہیں، اس میں لطافت کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔ تہذیب اخلاق، تمدن، سیاست، عبادات، معاملات سبھی کی تعلیم ہے

بعض لوگ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ قرآن اس قدر سہل ہے کہ تفسیر کے لئے علوم و فنون میں خاص مہارت کی ضرورت نہیں، یہ ایک عظیم الشان غلط فہمی ہے، آیت مذکورہ سے یہ مطلب ہے کہ جو اصول توحید و رسالت، عبادت و اخلاق و معاملات کے بیان ہوئے ہیں وہ ایسے سہل ہیں کہ بیان کرنے پر آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص قرآن کی تفسیر و ترجمہ کر سکتا ہے؛

قرآن کا طرز استدلال مطالب پر ایسا سہل الماخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کی بموجب اس دلیل سے مستفید ہو سکتا ہے بیان احکام میں ایسا سہل اور مؤثر طریق اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور

وہ تعمیل کے لئے آمادہ ہوجائیں، کہیں تو اپنی ذات وصفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تا کہ آمر کی شان مشقت عمل پر آمادہ کردے۔ کہیں حشر ونشر سے ملا کر تاکہ اعمال کا نتیجہ عمل پر آمادہ کرے، کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ عبرت ہو اور نافرمانی سے باز رہیں۔

مفسر کو صرف ونحو، بیان، معانی، بدیع، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، علم قرات، علم کلام، علم تاریخ، علم جغرافیہ، علم اسماء الرجال، علم لغت، علم الزہد والرقاق، علم الاسرار، علم الجدل والخلاف، علم سیر، علم حقائق موجودات وغیرہ وغیرہ کی ضرورت ہے،

سب سے زیادہ حدیث پر عبور درکار ہے کیونکہ حضور نے جو فرمایا وہ کلام آلہی سے فرمایا ہے۔

خداوند ذوالجلال نے خود حضور کو تفسیر وتشریح کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اِنَّآ اَنزَلنَا اِلَيكَ الذِّكرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيهِم وَلَعَلَّهُم يَتَفَكَّرُونَ (اے نبی! ہم نے یہ کلام تجھپر اسلئے آتارا ہے کہ تو اس کو خوب کھول کر سمجھا دے)

اسلئے پہلی تفسیر قرآن مجید کی حدیث، اور قرآن کے پہلے مفسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جس طرح قرآن میں عبارۃ النص، دلالت النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص سے معنی ومطالب نکلتے ہیں اور اس میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں، یہی صورتیں حدیث میں ہیں جس طرح قرآن میں الفاظ معانی موضوع لہٗ اور غیر موضوع لہٗ میں مستعمل ہیں، اسی طرح حدیث میں بھی ہیں۔

اس کے علاوہ علم حدیث ایک ایسا وسیع علم ہے کہ جس پر عبور حاصل کرنے کیلئے ایک عمر چاہیئے اور علوم وفنون میں کافی دستگاہ چاہیئے، یہ ہر شخص کا کام نہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم من طريق مالك بن انس عن ربيعة قال ان الله تبارك وتعالىٰ انزل اليك الكتاب مفصلا وترك فيه موضعا للسُّنة وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم وترك فيها موضعا للرأي (یعنی اللہ پاک نے کتاب مفصل نازل فرمائی مگر حدیث کیلئے جگہ باقی رکھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی مگر رائے کے لئے جگہ باقی رکھی، درمنثور)۔

ان تمام امور پر نظر کرکے ائمہ امت مرحومہ نے قرآن مجید کی تفسیریں مرتب کیں، کیونکہ ہر شخص سے اس قدر تبحر علمی حاصل کرنے کی امید نہیں ہوسکتی۔

فروعات کی کوئی حد ونہایت نہیں، ہمیشہ نئی نئی ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں، زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے، نئے نئے علوم وفنون ایجاد ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی کوئی کتاب نہیں جو تمام فروعات پر حاوی ہو، اسلئے ضرورت ہے کہ متبحر زمانہ شناس علما حدیث وفقہ وتفسیر کی خدمت میں

مشغول رہیں اور تراجم و تفاسیر کا سلسلہ جاری رہے تاکہ خدا و رسول کے احکام اہل زمانہ کی فہم سے قریب ہوتے رہیں اور پیش آمدہ ضروریات کا آسانی سے حل ہوتا رہے

لیکن یہ نہیں کہ ہندوستان کے بعض بے علم مفسّرین کی طرح ہر شخص تفسیر ترجمہ پر اس گھمنڈ میں جرأت کرے کہ وہ چند ایسی اُردو کتابوں کا مصنف ہے جنکو شہرت کی سند حاصل ہوئی ہے ؎

بوریا باف گرچہ بافندہ است ✤ نہ برندش بکارگاہ حریر

تفسیر

قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ کرنا اور اُن کا مطلب بیان کرنا علم تفسیر ہے۔

تفسیر کے دو حصّے ہیں۔

ایک معرفت ناسخ و منسوخ، اسباب نزول، مقاصد آیات کی تشریح، توضیح الفاظ غریبہ، شرح اجمال و ابہام، یہ حصّہ نقل صحیح اور اقوال سلف صالحین سے متعلق ہے۔ سلف میں یہی تفسیر رائج تھی اور اسی کو تفسیر کہتے تھے۔

دوسرا حصّہ وہ ہے جو لغت، صرف، نحو، بیان، معانی وغیرہ علوم سے تعلق رکھتا ہے، یہ علوم حصّہ اوّل کے مبادی ہیں، اسمیں انکی حاجت ہوتی ہے، یہ حصہ نقل آثار سلف پر منحصر نہیں۔

علم تفسیر کا موضوع

موضوع علم وہ ہوتا ہے کہ جس کے حالات ذاتیہ سے بحث ہوتی ہے نہ کہ حالات غریبہ سے، جو حالات خود موضوع کو عارض ہوں یا اُس کے اجزا کو یا اُس کے مبادی کو وہ سب حالات ذاتیہ ہیں موضوع کی ذات ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اور اگر کسی خاص من وجہ یا عام من وجہ یا مباین کے ذریعہ عارض ہوں تو وہ حالات غریبہ ہیں۔

پس علم تفسیر کا موضوع قرآن مجید ہے کیونکہ اسمیں اسکے مطالب و مقاصد بیان کئے جاتے ہیں۔

مبادی علمِ تفسیر

علم تفسیر وہ ہے جسمیں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق اور الفاظ کے معانی اور ان کے افرادی و ترکیبی حالات اور اُن کے تتمات کا بیان ہوتا ہے۔

کیفیت نطق کی قید سے علم قرارت کی طرف، الفاظ کے معانی کی قید سے علم لغت کی، اور الفاظ کے احکام افرادی و ترکیبی کی قید سے صرف، نحو، بیان، بدیع کی اور حالت ترکیبی کی قید سے مدلولات حقیقیہ و مجازیہ کی اور تتمات کی قید سے ناسخ و منسوخ ظاہر و نص وغیرہ اور توضیح قصص احکامات کی طرف اشارہ ہے، لہٰذا یہ علوم علم تفسیر کے مبادی ہیں۔

بعض مفسرین نے صحیح روایات کے جمع کرنے میں سعی کی ہے، اور بعض نے باین خیال کہ ناظرین کے پیش نظر ہر قسم کی معلومات رہے، رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا ہے، بعض نے ضرورت سے زیادہ اپنے اجتہاد و رائے کو دخل دیا ہے، اس لئے کسی تفسیر کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا ہر قول صحیح و مستند ہے مشکل ہے، پس وہی روایات صحیح ہیں جو صحیح ثابت ہو جائیں۔

کسی تفسیر کو معتبر کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس میں بہت کم نقائص ہیں، تفسیر بیضاوی ایک مقبول و معتبر و مشہور تفسیر ہے لیکن اس میں بھی ضعیف بلکہ موضوع روایات ہیں، علما نے اُس کے اِن نقص کو افسوس کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے، اکثر مفسرین نے محدثین کی طرح روایات لینے میں احتیاط نہیں کی اسلئے قرآن کی وہ تفسیر جو کتب صحاح میں موجود ہے یا جو ائمہ ستہ کی شرائط پر ہے قابل اعتماد ہے ان کے سوا جو کچھ ہے اس کی ذمہ داری مفسر پر ہے۔

مفسرین نے اقوال علماء و اسرائیلیات و تاریخی قصص و دیگر علوم سے بھی حسب ضرورت کام لیا ہے اور ان کو بطور تائید و استدلال پیش کیا ہے، یہ ذخائر اسی حد تک قابل تسلیم ہیں جہانتک کہ اسلامی روایات سے ان کی تطبیق ہو سکے۔

تین قسم کی تفسیریں

اسوقت تک جس قدر تفاسیر لکھی گئی ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ (۱) جن میں صرف روایت ہے، (۲) جنمیں درایت کی کثرت اور روایت کی قلت ہے (۳) جامع بین الروایۃ والدرایۃ۔

مفسر کا فرض

مفسر کو لازم ہے کہ ترجمہ و تفسیر میں احادیث و اقوال صحیحہ سلف صالحین کا اتباع کرے اگر اس کے خلاف کریگا تو یہ تفسیر بالرائے ہوگی جس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے، من قال فی القرآن بغیر علم و فی روایۃ برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (جس نے قرآن میں بغیر علم اپنی رائے سے

کچھ کہا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے)۔

دورِ فتن

اسلام میں حضرت خلیفہ ثالث عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے آخر دورِ خلافت سے اختلاف و انشقاق رونما ہوا۔ اور وہ بڑھتے بڑھتے عظیم الشان فتنے بن گئے، اہلِ ضلالت نے حدیثیں بنانی شروع کیں اور بعض حدیثوں میں تحریف و تغیر و تبدل کیا، ائمہ اسلام کو حدیث کی حفاظت کی فکر ہوئی، انہوں نے حیرت انگیز جانفشانی کر کے حدیث کو سنبھال لیا، تفسیر اور دیگر علوم و فنون کی طرف توجہ کرنے کی کسی کو فرصت نہ ہوئی اور جب قرآن و حدیث منضبط ہو گئے تو اس کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں مانا جا سکتا۔

بعض ایسے اشرار تھے کہ انہوں نے اپنے نام و لقب، ائمہ اسلام کے نام و لقب پر رکھ کر دھوکہ دیا یا اپنی تصانیف کے وہی نام رکھے، اہلِ حق کی کتابوں میں تحریف کرنے کی کامیاب سعی کی، پریس اور مطابع تو تھے نہیں، قلمی کتابیں ہوتی تھیں اسلئے تحریف و تلبیس کرنے والوں کا داؤں چل گیا۔

بعض اہلِ باطل نے اہلِ حق کے لباس میں ظاہر ہو کر کارستانیاں کیں، ان سب کے علاوہ عالمِ اسلام میں ایسے ایسے فتن برپا ہوئے کہ علماء، ائمہ دین قتل کئے گئے، شہر جلا دئے گئے، یہ حوادث ایسے تھے کہ ان میں تمام تصانیف کی حفاظت دشوار کیا بلکہ ناممکن تھی، اس لئے اہلِ شر نے کتابوں میں تحریف بھی کی اور نئی کتابیں خود تصنیف کر کے اہلِ حق کے نام سے شائع کیں۔ بہت سے غلط اقوال سلف صالحین کی طرف منسوب کر دیئے، ان بزرگوں کا نام سنکر بعض اکابر بھی ان اغلاط کا شکار ہو گئے بعض تفسیروں میں ایسے اقوال ہیں جو صاحب تفسیر کے عقائد و مذہب کے صریح خلاف ہیں یہ سب محرفین کی کارستانیاں ہیں۔

اس لئے آخر فیصلہ یہی ہے اور صحیح ہے کہ احادیث صحیحہ سے جو روایت ثابت ہو جائے، یا ائمہ ستہ کے معیار پر پوری اُتر جائے یا وہ قول و روایت مسلمات اہلِ حق کے خلاف نہ ہو، صحیح ہے، باقی غلط ہے، خواہ وہ کسی کی طرف منسوب ہو۔

ایسے معاملہ میں کسی بزرگ کا نام سنکر مرعوب ہونا یا تساہل کرنا سخت غلطی ہے۔

تفسیر قرنِ اوّل میں

تفسیر عہدِ رسالت میں

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، خداوند ذوالجلال نے حضور میں ایسی قابلیت پیدا کردی تھی کہ آپ منشا الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور آپ کو وحی جلی اور وحی خفی کے ذریعہ سے احکام سے آگاہ بھی کر دیا جاتا تھا۔ جو سورت یا آیت نازل ہوتی آپ مسلمانوں کو اس کا مطلب سمجھا دیتے تھے، اصل آیت کے علاوہ جو کلام ہوتا تھا، اس کو حدیث کہتے ہیں۔

مفسّر اوّل اور پہلی تفسیر

اس لئے قرآن مجید کے مفسّر اوّل حضور علیہ السلام اور پہلی تفسیر حدیث رسول اکرم ہے۔
امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے،
ابن جرجانی کا قول ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں انکی اصلیت قرآن میں بجنسہٖ یا قریب قریب موجود ہے۔

تطابق آیات و حدیث

اسی وجہ سے اکثر صحابہ کا یہ طرز تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کی تصدیق و توثیق کے لئے آیت پڑھتے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوۃ الجمیع صلوۃ احدکم وحدہ بخمس وعشرین جزءًا وتجتمع ملائکۃ اللیل والنہار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابو ھریرۃ واقرأوا ان شئتم اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا، اخرجہ البخاری واحمد بن حنبل، یعنی ابوہریرہ نے کہا میں نے رسول کریم سے سنا ہے کہ جماعت کی نماز اور منفرد کی نماز میں پچیس جزو کا فرق ہے اور انہوں نے کہا کہ اگر چاہو تو اسی مفہوم حدیث کے مطابق پڑھو۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا،

عن ابی ھریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف اقرأوا ان شئتم لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ہ اخرجہ البخاری فی احمد
یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے دئے جاتے ہیں

مسکین وہ ہے جو سوال نہ کرے۔ اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھو لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقرأوا ان شئتم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ اخرجہ البخاری واحمد۔ یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی قلب میں اس کا خطرہ گذرا، اسکی تصدیق میں یہ آیت پڑھو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال مامن مؤمن الا اولی بہ فی الدنیا والآخرۃ واقرأوا ان شئتم اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ اخرجہ البخاری واحمد۔ ابوہریرہ نے کہا کہ میں دنیا وآخرت میں سب سے بہتر ہوں اسکی تصدیق کیلئے یہ آیت پڑھو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔

حفاظت حدیث

چونکہ دین کے معاملہ میں حضور نے جو کچھ فرمایا ہے بحکم الٰہی فرمایا ہے اور اکثر احادیث آیات قرآنی کی تفسیریں ہیں اس لئے حضور نے حفاظت حدیث کی تاکید فرمائی ہے اور صحابہ اور تابعین بھی برابر تاکید کرتے رہے ہیں قرآن مجید میں بھی ایسا ہی حکم ہے۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (رسول جو کچھ حکم دے اس کو مضبوط پکڑو)۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا الخ (ابوداؤد وترمذی) یعنی ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے خدا اُس شخص کو خوش رکھے جس نے میری حدیث کو سُنا اور محفوظ رکھا اور ادا کردیا)۔

عن ابی ھریرۃ قال قال علیؓ تذاکروا ھذا الحدیث وتزاوروا فانکم ان لم تفعلوا یدرس (مسند دارمی) حضرت علی نے فرمایا اس حدیث کو یاد کرتے رہو اور آپس میں ملتے رہو، اگر ایسا نہ کروگے تو حدیث مٹ جاویگی، مسند دارمی)۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال تذاکروا ھذا الحدیث لا ینفلت منکم فانہ لیس مثل القرآن مجموع محفوظ وانکم ان لم تذاکروا ھذا الحدیث ینفلت منکم ولا یقولن احدکم حدثت امس فلا احدث الیوم بل حدثت امس ولتحدث الیوم ولتحدث غدا (دارمی) سعید بن جبیر روایت

کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو کہیں جاتی نہ رہے کیونکہ وہ قرآن کی طرح محفوظ و جمع نہیں، ایسا نکروگے تو حدیث مٹجاویگی، کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے کل بیان کی، آج بیان نہیں کرتا بلکہ روزانہ بیان کرو)

عن عطاء عن ابن عباس قال اذا سمعتم منا حدیثا فتذاکروہ بینکم (دارمی) عطا کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ جو مجھسے سُنا کرو اس کا مذاکرہ کیا کرو۔)

عن نافع عن ابن عمر قال اذا اراد احدکم ان یحدث فلیردده ثلاثا (دارمی) نافع نے کہا کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی حدیث بیان کرے تو تین مرتبہ اس کا اعادہ کرے)

عن عطاء بن السائب عن ابیه عن ابن الاحوص عن عبد اللہ قال تذاکروا هذا الحدیث فان حیاته مذاکرته (دارمی) عطا کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ حدیث کو آپس میں ذکر کرتے رہو کیونکہ اس کی زندگی تمہاری یاد ہے)

عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدری قال تذاکروا الحدیث فان الحدیث یهیج الحدیث (دارمی) ابونضرہ نے کہا کہ ابوسعید خدری نے فرمایا کہ حدیث کو یاد کیا کرو کہ حدیث حدیث کو یاد دلاتی ہے۔

روایت و کتابت حدیث

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھسے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اگر حدیث ضروری چیز ہوتی تو آپ اس کے لکھنے اور حفاظت کا حکم دیتے،

قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و تابعین سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حفاظت حدیث کی تاکید ہے حضور علیہ السلام عادات و مباحات و سنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور یہ ممکن اور مناسب بھی نہ تھا بعض فروعی احکام میں مصلحت وقت کی موافق تغیر و تبدل بھی فرما دیتے تھے، کتب حدیث و سیر میں ایسی مثالیں موجود ہیں، جیسے متعہ کی حلت و حرمت، اس لئے ائمہ اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ اخیر زمانہ کی حدیثیں قابل عمل ہیں، کیونکہ ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد تغیر واقع ہو رہا تھا، قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا اور اخیر زمانہ میں تمام معاملات پختگی کی حد کو پہونچ گئے تھے، اسلئے اخیر زمانہ کے حکم کو ابتدائی عہد کے حکم پر ترجیح دیجاتی ہے۔ ابتدا میں چونکہ مسلمانوں میں خواندہ اشخاص کم تھے، فہم و فراست میں سب یکساں نہ تھے، قرآن مکمل نہ تھا اس لئے حضور کو یہ خیال ہوا کہ ایسا نہو کہ کوئی شخص غلطی سے حدیث کے جملوں کو جزو آیت سمجھکر لکھ لے اس لئے

آپ نے فرمایا کہ قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو وہ مٹا ڈالے (مسلم)

جب حالات مستقل ہو گئے، اور صحابہ حدیث و قرآن کے فرق کو سمجھنے لگے تو حضور نے کتابت و روایت حدیث کی اجازت دی اور حفاظت حدیث کی تاکید فرمائی، احفظوہ واخبروہ من ورائکم (خود اس کو محفوظ کر لو، اور دوسروں کو پہنچا دو)

ایک انصاری سے حضورؐ نے فرمایا کہ جو سنا کرو لکھ لیا کرو (ترمذی)

عن عبداللہ بن عمرؓ انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی اُرید ان اروی حدیثا فاردت ان استعین بکتابۃ یدی مع قلبی ارأیت ذلک فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کان حدیثی فاستعن بیدک مع قلبک (دارمی) حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ حدیث بیان کروں مجھے لکھنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا اگر میری حدیث ہے تو لکھ لیا کرو۔

چنانچہ عبداللہ بن عمرو کی کتاب صادقہ نام جس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں حضور کے عہد میں طیار ہو گئی تھی، بعض حدیثیں مثلاً کتاب الصدقہ حضورؐ نے خود حضرت ابوبکر بن حزم صحابی کو لکھائی تھی، حضرت علی، حضرت انس وغیرہما اصحاب نے حدیثیں لکھیں تھیں۔ غرض عہد رسالت میں حدیث کا کافی تحریری ذخیرہ موجود تھا، بائیس۲۲ تحریرات کی نشاندہی ہم نے تاریخ الحدیث میں کی ہے،

وفد تجیب جب حضور علیہ السلام کے حضور میں پیش ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کئے حضورؐ نے ان کے جوابات لکھا دیئے۔

چونکہ بعض احکام و معاملات میں بر بنائے مصلحت و ضرورت وقت تغیرّ و تبدُّل ہوتا رہا ہے اسلئے حدیثوں میں ناسخ و منسوخ ہیں اور کچھ حدیثیں غیر احکامی ہیں، اسلئے حضور نے فرمایا ہے ایاکم وکثرۃ الحدیث عنّی (مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نکرو) گویا روایت کی اجازت ہے، کثرت کی ممانعت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر احکامی اور منسوخ حدیثیں عوام کے سامنے نہ آئیں جو اُن کے خلجان کا باعث ہوں

حضرت عمرؓ نے بھی یہی حکم دیا تھا قال ابو ھریرۃ لما ولی عمرؓ قال اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا فیما یعمل بہ (ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کرو سوائے احکامی حدیثوں کے، (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عمر نے کمی روایت کی ایک وجہ اور بھی بیان فرمائی ہے یعنی اگر حدیث میں کمی بیشی کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بہت روایت کرتا جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ حضرت عمر روایت بالمعنی کو روکنا چاہتے تھے اور پسند

نہ کرتے تھے، حضرت ابوبکر نے ایک مجموعہ پانچسو حدیثوں کا مرتب کیا پھر اس کو جلا دیا یہ اسلئے کہ اس مجموعہ میں اسرائیلیات کی روایات تھیں، حضرت ابوبکر نے خود ایک اور وجہ بھی اس کی بیان فرمائی ہے کہ میں نے جس شخص کو ثقہ سمجھکر روایت لکھی ہے معلوم نہیں وہ ثقہ تھا یا نہیں یعنی رُوات کی تحقیق نہ کی تھی، اس مجموعہ میں تابعین کی روایات بھی تھیں صحابہ کی تحقیقات کی ضرورت نہ تھی وہ سب ثقہ ہیں (الصحابة کلّھم عدول) تابعین میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے آدمی تھے اس لئے تحقیقات ضروری تھی۔

غرض حدیث کی روایت اور کتابت وحفاظت کی تاکید ہے اور حدیث کی روایت و کتابت کا سلسلہ عہد رسالت سے آج تک بدستور قایم ہے، اگر حدیث نہ ہو تو کما حقہ قرآن کے سمجھنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں کیونکہ ان اُصول کی تفسیر جو منجانب اللہ ہیں تا حد امکانِ وتحمل بشری اُسی شخص کا کام ہے جو اِن اصول کو پیش کرتا ہے،

یہی ضرورت حدیث کی اقوال صحابہ سے ثابت ہے، اور عقل سلیم بھی اسی طرف رہنمائی کرتی ہے،

مختصر یہ کہ حضور علیہ السلام نے قرآن کی تفسیر فرمائی اور آپ کی تفسیر کا بہت کچھ حصہ آپ کی حیات ہی میں ضبط تحریر میں آیا، اور کچھ صحابہ کے سینوں میں محفوظ رہا جو اس عہد کے بعد ضبط تحریر میں آتا رہا۔

حدیث کی حفاظت وضبط روایت میں صحابہ وتابعین وائمہ نے اسقدر احتیاط کی ہے کہ وہ معجزہ سے کم نہیں۔ اس کی تفصیل ہم نے تاریخ الحدیث میں کی ہے،

باقی تفسیر کے نام سے کوئی کتاب آپ کے عہد میں مرتب نہیں ہوئی، حضور کے اسم گرامی کے ساتھ ایک تفسیر منسوب ہے جس کا نام تفسیر النبی ہے یہ شیخ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ کی روایت سے ہے۔

تفسیر عہدِ خلافت راشدہ میں

عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں کی زیادہ توجہ حفظ قرآن اور تدوین حدیث اور ملکی معاملات پر رہی اسلئے تفسیر کے نام سے سوائے دو چار تحریرات کے اور کوئی کتاب مرتب نہیں ہوئی۔

تفسیر اُبی بن کعبؓ یہ عہد خلافت راشدہ ہی میں وفات پا گئے تھے، انکی تفسیر کا ایک بڑا نسخہ تھا جس کو ابوجعفر رازی بواسطہ ربیع بن انس عن ابی العالیہ روایت کرتے تھے، امام ابن جریرؒ ابن ابی حاتم، امام احمد بن حنبل، حاکم نے اس سے روایات لی ہیں، حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی اس لئے یہ نسخہ پانچویں صدی تک ضرور موجود تھا (رسالہ مبادی التفسیر للشیخ محمد خضری دمیاطی)

تفسیر عباسی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کی تفسیر کا مجموعہ، یہ آخر میں تفسیر ابوالبقا کے

نام سے مشہور ہوا۔

ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ نے اس سے روایات لی ہیں اسلئے یہ نسخہ چوتھی صدی تک موجود تھا اور اب بھی متفرق کتب خانوں میں اس کے متفرق نسخے موجود ہیں۔

چونکہ اس عہد میں تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کی حدیث اور اقوال جمع کرتے تھے اس لئے بہت سے مجموعے ہوں گے، چند مجموعوں کا تذکرہ ہم نے تاریخ الحدیث میں کیا ہے۔

انبار کے کتب خانہ میں کئی کتابیں صحابہ اور تابعین کی تالیف پائی گئیں (المقتطف)۔

اس عہد تک تفسیر کی یہ صورت تھی کہ آیت اور اس کے ساتھ حدیث یا تشریح تابعی، ایس اس عہد میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن مجید پر اعراب لگائے اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور علم نحو کے قواعد مرتب کئے، چونکہ اعراب کا بہت کچھ تعلق علم تفسیر سے ہے اسلئے یہ بھی علم تفسیر کے مبادی میں سے ہے؛

اعراب و علم نحو کا موجد تو سب نے ابوالاسود کو قرار دیا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ یہ کام ابوالاسود نے کس کے حکم سے کیا، بعض نے حضرت عمر، بعض نے حضرت علی، بعض نے زیاد بن ابیہ، بعض نے حجاج ابن یوسف کا نام لیا ہے، اس اختلاف کا باعث یہ ہے کہ ابوالاسود نے ان تمام حکام کا زمانہ پایا ہے،

واقعہ یوں ہوا کہ ایک اعرابی نے مدینہ آکر سورۂ براءت یاد کی، یاد کرانے والا کوئی کم علم تھا اس نے یہ آیت إِنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ کو اس طرح یاد کرایا کہ رسولہ کے لام کے نیچے زیر پڑھے اس صورت میں یہ معنی ہوئے کہ اللہ مشرکین سے اور رسول سے بیزار ہے، اعرابی نے کہا کہ جب اللہ رسول سے بیزار ہے تو میں بھی بیزار ہوں، یہ خبر حضرت عمر کو پہنچی انہوں نے اعرابی کو بلا کر کہا کہ رسولہ پر پیش ہے اب معنی یہ ہوئے کہ اللہ اور رسول مشرکین سے بیزار ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ قرآن وہ شخص پڑھا سکتا ہے جو ماہر علم لغت وغیرہ ہو اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ اعراب لگائیں اور قواعد مرتب کریں۔ بعض نے اس واقعہ کو حضرت علی اور بعض نے زیاد اور بعض نے حجاج کے زمانہ کا لکھا ہے مگر قرین قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر کے عہد کا ہے کیونکہ تعلیم قرآن و حدیث وغیرہ پر پابندیاں اسی عہد میں جاری ہوئیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ اعراب حضرت عمرؓ کے عہد میں لگائے گئے اور رسالہ حضرت علیؓ کے عہد میں تصنیف کیا۔

ابوالاسود کا ایک مختصر رسالہ اعراب کے متعلق تھا اور ایک قواعد نحو کے متعلق، ان کا ایک رسالہ جو چینی پتروں کے چار ورق کا تھا جس میں بحث فاعل و مفعول لکھی تھی جو ان کے شاگرد یحیی بن یعمر

متوفی ۱۲۹ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، محمد بن اسحق نے مدینہ حدیثہ (بغداد کی نئی بستی کا نام) میں محمد ابن حسین نام ایک شخص کے کتب خانہ میں دیکھا تھا اور اس پر علان نحوی اور نضر بن شمیل متوفی ۲۰۳ھ کے دستخط تھے، اس کتب خانہ میں محمد بن اسحاق نے خالد بن ابی الہیاج کے ہاتھ کا لکھا قرآن مجید، امام حسنؓ امام حسینؓ حضرت علی اور دیگر کاتبان رسول کی تحریریں، معاہدے، رموز، اور ابی عمرو بن علاء ۱۵۴ھ وابوعمر شیبانی واصمعی ۲۱۳ھ وابن الدوابی وسیبویہ ۱۶۱ھ و فراء ۲۰۷ھ وکسائی ۱۸۱ھ کی تحریریں صرف ونحو ولغت کی اور سفیان بن عیینہ وسفیان ثوری واوزاعی محدثین کی تحریریں بھی دیکھیں۔

(فہرست ابن الندیم)

تفسیر عہد خلافت راشدہ کے بعد

تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کی احادیث واقوال لکھتے تھے، اس طرح بہت سے مجموعے مرتب ہوئے جیسے صحیفہ ہمام بن منبہ ۱۳۱ھ شاگرد حضرت ابوہریرہؓ، امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس نسخہ سے روایات لی ہیں جو صحیح مسلم میں موجود ہیں، امام مسلم کی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی اسلئے یہ نسخہ تیسری صدی ہجری میں موجود تھا،

ہمام ابن منبہ نے ایک کتاب بدأ الخلق کے متعلق لکھی تھی، جس میں آیات اور انکی تفسیر اور احادیث تھیں، یہ کتاب ۸۰۰ھ تک موجود تھی (تاریخ الحدیث)

خلیفہ عبدالملک ابن مروان نے حضرت سعید بن جبیر تابعی سے قرآن کی تفسیر لکھائی یہ خزانہ شاہی میں محفوظ رہی، کچھ عرصہ بعد عطاء بن دینار کے ہاتھ آگئی اور انہیں کے نام سے مشہور ہوئی۔ (میزان الاعتدال)

خلیفہ عبدالملک کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی۔ اس لئے یہ تفسیر ۸۶ھ سے قبل کی تصنیف تھی،

مجاہد تابعی ۱۲۳ھ نے تفسیر لکھی، یہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔

امام حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، محمد بن کعب قرظی نے تفسیریں لکھیں۔

(ایثار الحق علی الخلق لابن الوزیر یمنی)

ابوالعالیہ، عکرمہ، قتادہ، سدی، عطاء خراسانی، علی بن طلحہ، کلبی، شبل، ابن جریج، مقاتل، شعبہ، ثوری نے تفسیریں لکھیں۔

تابعین نے جو تفسیریں تصنیف کیں اُن کا طرز یہ تھا کہ آیت اور اُس کے تحت میں حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین نقل کرتے تھے، قصص وعلمی نکات پر زیادہ توجہ نہ تھی۔

عکرمہ، علی بن ابی طلحہ، مقاتل نے علم الوجوہ والنظایر پر کتابیں لکھیں چونکہ یہ سب بزرگ

ہمعصر تھے، اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ شرفِ اولیت کس طرف ہے

تفسیر قرن ثانی میں

قرآن مجید کے متعلق خداوند ذوالجلال نے خود فرمایا ہے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم اس کے نگہبان ہیں) یہ وعدہ اس صفائی سے پورا ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مخالفین بھی اس کے قایل ہیں کہ قرآن تحریف و تصرف سے پاک ہے، سر ولیم میور لکھتا ہے کہ قرآن کے سوا ایسی کوئی کتاب نہیں جو بارہ سو برس سے بجنسہ موجود رہی ہو (لائف آف محمد)

اور درحقیقت خداوند کریم نے قرآن کی حفاظت کا ایسا سامان کرا دیا کہ جس میں تغیر کا امکان و وہم بھی باقی نہ رہا، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک پانچ وقت قرآن نماز میں پڑھا جاتا ہے، کروروں حافظ دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ حروف و حرکات تک شمار میں آکر محفوظ ہوگئے ہیں، تین سو سے زیادہ علوم اس کی حفاظت و صیانت کے لئے مدون ہوئے اور ابتدائی زمانہ سے لیکر دسویں صدی تک قرآن کے لئے علوم فنون ایجاد ہوتے رہے،

ابو فید مؤرج سنہ ۱۹۴ھ نے علم غرائب التفسیر (کم استعمال ہونے والے الفاظ کا علم) پر کتاب لکھی

امام کسائی نے علم متشابہ القرآن پر تصنیف کی۔

امام شافعی نے علم احکام القرآن پر اور علم فضائل القرآن پر تصانیف کیں۔

محمد بن مستنیر قطرب بصری سنہ ۲۰۶ھ نے علم آیات محتمہ پر کتاب لکھی۔

اس قرن میں ساٹھ سے زیادہ کتابیں علوم قرآن اور تفسیر قرآن اور علوم تفسیر کے متعلق تصنیف ہوئیں، اور اس قرن سے تفسیر میں علمی نکات پر بھی بحث ہونے لگی،

تفسیر قرن ثالث میں

اس قرن میں تفسیر و علم تفسیر کے متعلق سو سے زیادہ تصانیف ہوئیں اور بعض فنون ایجاد ہوئے۔

علم افراد و جمع۔ اس کے متعلق سب سے پہلی تصنیف شیخ ابو الحسن سعید بن مسعدہ الاخفش الاوسط سنہ ۲۱۱ھ نے کی۔

علم اسباب النزول پر سب سے پہلے شیخ علی بن مدینی سنہ ۲۳۴ھ نے کتاب لکھی۔

علم اختلاف المصاحف پر سب سے پہلے شیخ ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی ۲۴۸ھ نے تصنیف کی
علم ناسخ و منسوخ پر ابو عبیدہ قاسم بن سلام ۲۲۴ھ نے کتاب لکھی۔
اس عہد سے اسرائیلیات اور تاریخی قصص کا ذکر بھی تفاسیر میں آنے لگا۔

تفسیر عہدِ اختلافی میں

اس عہد میں بہت سے مفسرین گذرے ہیں، اور علم تفسیر کے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اور تفسیریں بہت ضخیم لکھی گئی ہیں بعض جدید فنون پر تصانیف ہوئی ہیں۔

علم سجود القرآن پر شیخ ابو اسحاق ابراہیم محمد الحربی ۲۸۵ھ
علم ضمائر پر شیخ ابو علی احمد بن جعفر دینوری ۲۸۹ھ
علم شواذ فی القراءۃ پر شیخ ابو العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب ۲۹۲ھ
علم اعجاز القرآن پر شیخ محمد بن یزید واسطی ۳۰۶ھ
علم فواصل آیات پر ایضاً
علم وقف و ابتداء پر شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن سری نحوی ۳۱۰ھ
نے تصانیف کیں۔

تفسیر قرون ثلاثہ کے بعد

جس قدر زمانہ آگے بڑھتا گیا، اور اسلام مختلف ممالک و اقوام میں پھیلتا گیا، تفاسیر و تراجم کی حاجت ہونے لگی، اس لئے مختلف ممالک میں مختلف زبانوں میں تفسیریں لکھی گئیں اور بہت سے فنون پر تصانیف ہوئیں، دیگر علوم و فنون اسرائیلیات کے انبار، تاریخی واقعات سے تفسیریں بھری گئیں، بعض ایسے مفسر ہوئے کہ انہوں نے اسناد کو حذف کر کے روایتیں لکھیں، اس طرح کیا د اور جعلسازوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے بہت سے بے اصل قصے اور اقوال و واقعات صحابہ تابعین اور سلف صالحین کی طرف منسوب کر دئے، اور ان کے بعد والے مفسران کے اعتماد پر ان کو نقل کرتے چلے گئے بعض ایسے مفسر ہوئے کہ انہوں نے اپنے اپنے مذاق پر تفسیریں لکھیں، صرفی، نحوی علمائے نے صرف و نحو کے نکات پیدا کئے، نحویوں صرفیوں، ادیبوں نے اپنی طرف کھینچ تان کی، فلسفیوں نے فلسفہ بھر دیا، صوفیوں نے اپنے رنگ میں رنگنے کی سعی کی، غرض مفسر کے فرائض اور تفسیر کی شان کو

بہت سوں نے بھلادیا، چوتھی صدی سے چھٹی صدی تک جو کام ہوا اگرچہ وہ تفسیر کے مقاصد سے کسی قدر دور تھا لیکن پھر بھی ایک گونہ اسکی ضرورت تھی اور وہ مفید تھا، امام فخرالدین رازی نے تفسیر لکھی اسمیں علوم اور عقلیات پر اس درجہ بحث کی کہ مخالف کیلئے کوئی گنجایش نہ چھوڑی، اُس زمانہ میں اسی کی ضرورت تھی لیکن پرانے لوگ کہہ اُٹھے اور سچ کہا کہ امام رازی کی تفسیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے کیونکہ اصل تفسیر تو یہ تھی کہ ایک آیت اور اس کے ساتھ حدیث یا اقوال صحابہ وتابعین' یہ تکلفات نہ تھے، یہ تکلفات اس درجہ بڑھے کہ خواجہ نظامی گنجوی گھبرا کر چلا اُٹھے ؎

دین ترا درپۓ آرایش اند　　درپۓ آرایش وپیرایش اند
بس کہ برو بستہ شدہ برگ وساز　　گر تو بہ بینی نہ شناسیش باز

مگر یہ سلسلہ ایسا شروع ہوگیا تھا کہ پھر ترقی ہی کرتا چلا گیا، لیکن زمانہ کی موافق وہ ایک درجہ مفید تھا، بارھویں صدی کے نصف سے جو کام ہوا ہے وہ مفید کم اور مضر زیادہ۔

رسم خط قران پر ابوعمرال دانی
آداب وشرائط مفسرین پر ابن جوزی
خواص قران پر ابوسعید عبدالقاہر بن طاہر التیمی ۴۲۹ھ
مبہمات القران پر سُہیلی
طرز مجادلہ پر نجم الدین طوفی
امثال القرآن پر امام ابوالحسن ماذری ۴۵۰ھ
علوم القرآن پر قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ۵۴۳ھ
مناسبۃ آیات وسور پر شیخ ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر غرناطی ۸۰۸ھ
علم فواتح وعلم بدائع پر شیخ ابن ابی الاصبع قرطبی ۶۴۰ھ
علم کنایات وتعریض پر شیخ ابن باقیا ۴۸۵ھ
علم تشبیہ واستعارات پر شیخ ابوالقاسم البندار
علم وجوہ مخاطبات پر ابن الجوزی
علم حقیقۃ ومجاز پر شیخ عزالدین عبدالسلام ۶۶۰ھ

نے تالیفات کیں اور بہت سے علوم وفنون پر مصنفین نے کتابیں لکھیں ضخیم ومجلد تفسیریں تصنیف ہوئیں۔ ابتدا سے لیکر آج تک کس قدر تفسیریں لکھی گئیں ان کا شمار مشکل ہے، میں نے سعی کی صرف

ہندوستان ہی کی تمام تفاسیر کو معلوم کرلوں، کامیاب نہ ہوسکا، پانسو سے زیادہ تفاسیر کے اسماء تو میں نے دیکھے ہیں۔

تفسیر اور خاندان نبوت

یہ کئی جگہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے اور فقہ حدیث کی تفسیر ہے، اسلئے ہر محدث مفسر ہے اگر رواج یہ ہوگیا ہے کہ جو علما درس و تدریس تصنیف و تالیف علم حدیث میں مشغول ہیں محدث کہلاتے ہیں، اور جو علم تفسیر کی تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں مفسر مشہور ہیں۔

اصحاب و ازواج رسول و آل پاک کے تقریباً سبھی افراد محدث و مفسر تھے، اور ازواج مطہرات کے ذریعہ بہت کچھ علم اُمت کو پہنچا ہے، حضرت محمود بن لبید کا قول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں حدیث کا مخزن تھیں، مگر حضرت عائشہ و ام سلمہ کا انہیں کوئی حریف نہ تھا (طبقات ابن سعد)

ازواج مطہرات میں باعتبار علم و فضل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ سب سے بلند ہے یہ بڑی عالمہ فاضلہ ماہر حدیث و تفسیر تسلیم کی گئی ہیں۔ رُوات حدیث میں مکثرین میں ان کا تیسرا نمبر ہے ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے (۱۷۴) متفق علیہ (۵۴) افراد بخاری (۶۸) افراد مسلم ہیں۔ اسلئے صحیح بخاری میں ان کی کل روایات (۲۲۸) ہیں اور صحیح مسلم میں (۲۴۲) ہیں، بعض ائمہ کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں ¼ ان سے منقول ہے، مجتہدین صحابہ ان سے حدیث و تفسیر و مسایل دریافت کیا کرتے تھے، صحیح مسلم کے آخر میں انکی تفسیر کا کسی قدر حصہ منقول ہے،

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ماہر حدیث و تفسیر تھیں ان کا مقلین میں پہلا نمبر ہے (۳۷۸) حدیثیں روایت کیں، انمیں سے تیرہ متفق علیہ، تین افراد بخاری، تین افراد مسلم ہیں، اگر ان کے فتاووں کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم رسالہ طیار ہو جائے ان کے فتاووں کی یہ خصوصیت ہے کہ عموماً متفق علیہ ہیں۔

ترجمان القرآن حبر الامت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، یہ صحابہ میں سب سے بڑے مفسر تسلیم کئے گئے ہیں، مکثرین میں ان کا دوسرا نمبر ہے (۲۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں، ایک تفسیر بھی انکی مشہور ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ حدیث و تفسیر کے بڑے امام تھے، مسروق تابعی کا قول ہے کہ تمام اصحاب کا علم علی و عبداللہ بن مسعود میں محصور تھا، متوسطین میں ان کا تیسرا نمبر ہے،

ان کی روایات کی تعداد (۵۸۶) ہے یہ تعداد خلفاء ثلاثہ میں سے کسی کی بھی نہیں، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ کی (۴۹) روایتیں ہیں، اتنی روایتیں نہ حضرت ابوبکرؓ کی ہیں نہ حضرت عثمانؓ کی،

جگر گوشۂ رسول کریم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضور کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں، (۱۸) حدیثیں روایت کیں، یہ تعداد ازواج مطہرات میں سے حضرت زینبؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت سودہؓ سب سے زیادہ ہے،

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے براہ راست رسول کریمؐ سے (۱۳) اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے (۸) روایتیں کیں ہیں، باقی ان دونوں حضرات کی کل روایات کا شمار نہیں ہوا، یہ تعداد بھی بہت سے جلیل القدر اصحاب بالخصوص اُن بیس اصحاب سے زیادہ ہے جنکی روایات کا شمار ہوکر فہرست مرتب ہوگئی ہے، یہ فہرست راقم سطور نے تاریخ الحدیث میں نقل کی ہے - اور ازواج مطہرات میں ام المؤمنین حضرت جویریہ و ام المومنین حضرت سودہ سے زیادہ ہے،

یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنی چاہئے کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کوئی میری طرف غلط بات منسوب کریگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اسلئے اکثر صحابہ روایت حدیث کرتے ہوئے گھبراتے تھے کہ کہیں کوئی کمی بیشی نہ ہوجائے، اور کثرتِ روایت سے دوسروں کو بھی منع کرتے تھے، خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک تھا، اور اسی کا اثر خاندان نبوت پر تھا۔

امام باقر، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما یہ دونوں باپ بیٹے اسلام کے بڑے چار مجتہدین امام اعظم، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی کے استاد تھے، امام اعظم کا قول ہے کہ میں نے امام جعفر کا مثل نہیں دیکھا، امام باقر کی تفسیر بھی تھی، (فہرست ابن الندیم)

امام المفسرین امام حسن بصری نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا، حضرت عمر کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، علاوہ دیگر اصحاب و تابعین کے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بھی شاگرد تھے، صوفیاء نے ان کو حضرت علی کا شاگرد لکھا ہے لیکن محدثین کو اسمیں کلام ہے مگر امام حسن سے فیض یافتہ ہونے میں شک نہیں،

جس روایت کو حضرت امام زین العابدین نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہو اسکو اصطلاحِ محدثین میں اصح الاسانید کہتے ہیں

صحابہ میں سب سے بڑے مفسر تین مانے گئے ہیں، عبد اللہ بن عباس، علی مرتضیٰ، عبد اللہ بن مسعود، اوّل الذکر دونوں حضرات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، صحابیات میں حضرتِ عائشہ

وحضرت ام سلمہ ماہر حدیث تفسیر تسلیم کی گئی ہیں۔ یہ دونوں امہات المومنین ہیں۔ غرض ہمارا علم تفسیر مسلسل اصحاب کبار و خاندان نبوت سے چلا آیا ہے۔

تفسیر اور ہندوستان

جہاں کہیں کوئی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا مسلمان پہونچا، قرآن وحدیث اس کے ساتھ گیا، چند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام عہد رسول کریم ہی میں پہونچگیا تھا، (اس کے متعلق مفصل مضمون والد ماجد نے اپنی کتاب غازیان ہند میں لکھا ہے)۔

بعض مزارات کے متعلق مشہور ہے کہ صحابہ کے مزارات ہیں، حضرت تمیم صحابی (تمیم الداری نہیں کوئی دوسرے) ہندوستان میں آئے، یہیں وفات پائی، کولم علاقہ مدراس میں ان کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے، یہیں ایک قبر ہے اس پر یہ کتبہ ہے (اسمعیل بن مالک بن دینار ۱۰۹ھ)۔ مالک بن دینار متوفی ۱۳۰ھ مشہور تابعی اور مفسر ہیں، اسمعیل ان کے بیٹے تبع تابعی ہوئے اور کچھ عجب نہیں کہ تابعی ہوں کیونکہ اُن کی ولادت ۷۰ھ کی بھی فرض کیجائے تو اس زمانہ میں بہت سے اصحاب زندہ تھے، ممکن ہے کسی صحابی کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے ہوں، خیر تابعی ہوں یا نہوں، تبع تابعی ہونے میں تو شک نہیں، قرن اول کے محدثین ومجتہدین ومصنفین میں امام اوزاعی کا خاص مرتبہ ہے، یہ تبع تابعین میں سے تھے، امام ابوحنیفہ امام مالک کے ہمعصر تھے، ان کا مذہب شام واندلس میں ۲۵۰ھ تک جاری رہا پھر معدوم ہوگیا، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے بیان میں لکھاہے واصلہ من سبی السند (ان کی اصل سندھ کے قیدیوں میں سے ہے)

ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن مشہور محدث وفقیہ ومصنف سندھ کے تھے، ۱۷۰ھ میں وفات پائی خلیفہ ہارون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مشہور محدث رجا جزء کو امام حاکم نے رکن من ارکان الحدیث (حدیث کے ارکان میں سے ایک رکن تھے) لکھاہے سندھی تھے، ۲۲۱ھ میں وفات پائی، ہندوستان سے ایران گئے تھے، اسفرائینی مشہور تھے۔ اسی طرح ہندوستان میں بہت سے محدث وفقیہ گذرے ہیں، ہم نے تاریخ الحدیث میں ان کا مفصل تذکرہ کیاہے،

حدیث قرآن کی اور فقہ قرآن وحدیث دونوں کی تفسیر ہے، اور یہی دونوں تفسیر کا ماخذ ہیں مسلمان جب ہندوستان آئے تو عرصہ تک جنگ وجدال کا سلسلہ قایم رہا پھر وقتاً فوقتاً شدید

انقلابات رونما ہوئے، اس لئے ابتدائی دور کے مصنفین وعلما کے حالات کتابوں میں کم ملتے ہیں
جس ملک کے ایسے کامل محدّث گذرے ہوں کہ جنہوں نے مجتہدین کی صف اول میں جگہ پائی ہو
جہاں ایسے محدّث ہوئے ہوں جن کی تعریف امام حاکم نے کی ہو، جہاں کنز العمال جیسی کتاب
تصنیف ہوئی ہو وہاں حدیث وتفسیر کا کس قدر ذخیرہ ہوگا۔

ایک تفسیر ہندوستان میں ایسی لکھی گئی ہے جس کی نظیر عالم اسلام پیش نہیں کرسکا اور علمائے عالم
نے اس کی مدح کی ہے، یعنی سواطع الالہام للفیضی۔

مجھے مفسّرین ہند کے حالات کما حقہ دریافت نہیں ہوسکے، مجھے اندازہ ہے کہ میری معلومات
بہت کم ہے، معمولی تلاش سے جس قدر فراہم کرسکا ہوں پیش کرتا ہوں، چونکہ ملک دکن کے متعلق
علیحدہ مضمون ہے، اس لئے دکن کے مفسّرین کا یہاں ذکر نہ ہوگا۔

مولانا عبد اللہ بن الہ داد تلبینی - تلبنہ موضع ہے ملتان کے پاس، متوفی ۹۲۲ھ، یہ
صاحب تفسیر ہیں،

شیخ محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار متوفی ۹۸۲ھ

شیخ حسن محمد گجراتی، ان کی تفسیر کا نام تفسیر محمدی ہے، ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ مبارک بن خضر ناگوری (والد فیضی) ان کی تفسیر کا نام منبع عیون المعانی چار
جلدوں میں ہے، ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔

علامہ ابو الفیض فیض اللہ فیضی، اکبر بادشاہ کے مصاحب تھے، ان کی تفسیر سواطع الالہام
دو جلدوں میں ہے اس تفسیر میں کوئی حرف منقوط نہیں آیا، دو سال میں تصنیف کی۔ ۱۰۰۴ھ
میں وفات پائی۔

قاضی عبد الشہید سیوہاروی، ان کی تفسیر کا نام بیان القرآن تھا، دس جلدیں تھیں،

شیخ نظام الدین تھانیسری بلخی، ان کی تفسیر کا نام تفسیر نظامی ہے ۱۰۲۴ھ میں وفات پائی

ملا عبد السلام لاہوری شاگرد ملا فتح اللہ شیرازی بیضاوی کے محشی ہیں ۱۰۳۷ھ
میں وفات پائی۔

ملا عبد السلام دیوہ شاگرد ملا عبد السلام لاہوری بیضاوی کے محشی ہیں متوفی ۱۰۳۹ھ

ملا عبد الحکیم سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، ملا کمال الدین کشمیری کے شاگرد تھے،
شاہجہان بادشاہ ان کی بہت قدر کرتا تھا، دو مرتبہ ان کو ترازو میں روپیے تولا اور جس قدر روپیہ

تول ہیں آیا اِن کو دیدیا لکھاہے کہ ہر تول پر چھ ہزار روپیہ آیا، چند مواضعات جاگیر دئے، بیضاوی پران کا حاشیہ ہے، ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی۔

مولانا الہ داد جونپوری شاگرد مولانا عبداللہ تلبینی، مدارک پران کا حاشیہ ہے، غالباً ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ جمال الدین چشتی عرف جمن، گجرات کے رہنے والے تھے، تفسیر حسینی، تفسیر محمدی، تفسیر بیضاوی، تفسیر مدارک پران کے حواشی ہیں - ایک تفسیر مختصر اور ایک تفسیر بصیری ان کی تصنیف ہے ۱۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

مولانا غلام نقشبند بن عطاء اللہ لکھنوی متوفی ۱۱۲۶ھ، حاشیہ انوار القرآن انکی تفسیر ربع قرآن پر ہے۔

شیخ نورالدین (سن وفات غالباً ۱۱۲۷ھ) انکی ایک تفسیر الرحمانی للسبع المثانی اور ایک تفسیر الربانی علی سورۃ البقرہ ہے، اوائل بیضاوی پران کا حاشیہ ہے،

شیخ احمد عرف ملا جیون امیٹھوی (امیٹھی ایک قصبہ ہے نواح لکھنؤ میں) یہ عالمگیر بادشاہ کے استاد تھے، ان کی تفسیر کا نام تفسیر احمدی ہے، ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی۔

حافظ امان اللہ بنارسی بیضاوی پران کا حاشیہ ہے، ۱۱۳۳ھ میں وفات پائی۔

ملا علی اصغر قنوجی، ان کی تفسیر کا نام ثواقب التنزیل ہے، اچھی تفسیر ہے، ۱۱۴۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ نورالدین محمد صالح احمد آبادی ڈیڑھ سو کتابوں کے مصنف تھے تفسیر مختصر، تفسیر نورانی للسبع المثانی، تفسیر سورۂ بقرہ، حاشیہ بیضاوی ان کی تصنیف ہے حنفی المذہب تھے، ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے، ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ابن شاہ عبدالرحیم دہلوی، شاہ صاحب کیمتعلق اسقدر کہنا بس ہے کہ امامِ وقت تھے، کثیر التصانیف تھے، فتح الرحمن ان کا ترجمہ ہے، اور فتح الخبیر تفسیر ہے، ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

مولوی رستم علی قنوجی بن ملا علی اصغر- ان کی تفسیر کا نام تفسیر صغیر ہے، اچھی تفسیر ہے ۱۱۷۸ھ میں وفات پائی۔

مولوی عبدالباسط ابن مولوی رستم علی قنوجی، ان کی تفسیر کا نام ذوالفقار خانی ہے

۱۲۲۳ھ میں وفات پائی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے مرید اور شاہ ولی اللہ رح کے شاگرد تھے، شاہ عبدالعزیز ان کو بیہقئ وقت کہا کرتے تھے اور حضرت مرزا صاحبؒ علم الہدیٰ کے لقب سے یاد فرماتے تھے، ان کی تفسیر عربی میں تفسیر مظہری نام نہایت معتبر تفسیر ہے، سنا گیا ہے کہ اس کے ایک جزو کا اُردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے،

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کے دست کرم سے زیر طبع ہے، قاضی صاحبؒ نے ۱۲۲۵ھ وفات پائی۔

شاہ عبدالقادر دہلوی شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے تھے، امام وقت تھے، ان کا اُردو ترجمہ مع مختصر فوائد موضح القرآن نہایت مستند ترجمہ ہے، ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے، امام وقت تھے، انکی تفسیر کا نام فتح العزیز ہے نہایت معتبر و مستند تفسیر ہے، ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔

مولوی ولی اللہ بن سید احمد علی فرخ آبادی انکی تفسیر نظم الجواہر تین جلدوں میں ہے ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

سید اولاد حسن قنوجی سورہ ویل للمطففین کی تفسیر لکھی ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی۔

مفتی محمد سعید احمد مدراسی، ان کی فارسی میں تفسیر غرائب الرحمن نام ہے (مطبوعہ ۱۲۶۱ھ)

نواب قطب الدین خان دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی و شاہ اسحٰق رح کے شاگرد تھے محدث و مفسر، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، ان کی تفسیر کا نام جامع التفاسیر ہے معتبر تفسیر ہے غالباً ۱۲۶۵ھ میں وفات پائی۔

شاہ رؤف احمد بھوپالی ۔ انکی تفسیر رؤفی تین جلدوں میں ہے، ۱۲۷۲ھ میں طبع ہوئی

مولانا ابوالبرکات رکن الدین معروف مولوی تراب علی لکھنوی ان کی شرح تفسیر جلالین ہے، اس کا نام ہلالین ہے، ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی۔

مولانا حیدر علی فیض آبادی ۔ تفسیر فتح العزیز مصنفہ شاہ عبدالعزیز پر ان کا ذیل ہے غالباً ۱۲۸۵ھ کی تصنیف ہے،

مفتی محمد یوسف حنفی فرنگی محلی لکھنوی، ان کا بیضاوی پر حاشیہ ہے، ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

مولوی سلام اللہ بن شیخ الاسلام دہلوی۔ ان کی تصنیف کا نام کمالین ہے یہ تفسیر جلالین کی شرح ہے۔ (مطبوعہ ۱۲۸۷ھ)
مولوی فیض الحسن سہارنپوری، ان کی تصنیف جلالین پر تعلیق ہے (مطبوعہ ۱۲۸۷ھ)
مولوی لطف اللہ بنگالی ان کی تفسیر کا نام فاتحہ الکتاب ہے (سنہ ۱۲۹۰ھ سے قبل کی تصنیف ہے)
شاہ عبدالحکیم دہلوی ان کی تفسیر کا نام تفسیر وجیز ہے، ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی۔
مولوی ہدایت اللہ، قاضی محمد اسمٰعیل صدیقی نقشبندی کے شاگرد تھے؛ ان کی تفسیر کا نام تیسیر الکلام ہے، ۱۳۰۰ھ میں وفات پائی۔
مولانا صبغت اللہ بن محمد غوث بن محمد ناصر الدین مدراسی، ان کی تفسیر کا نام فیض الکریم ہے
مولوی سید ابوالقاسم لاہوری، ان کی تفسیر کا نام لوامع التنزیل ہے۔
سید مرتضیٰ بلگرامی شاگرد شاہ ولی اللہ کثیر التصانیف تھے، سورۂ یونس کی تفسیر لکھی
مولوی مشتاق احمد حنفی امیٹھوی ان کی تفسیر سورہ الاعلیٰ کی ہے، اس کا نام الکلام الاعلیٰ فی تفسیر سورۃ الاعلیٰ باحادیث المصطفےٰ ہے۔
نواب صدیق حسن خان ابن سید اولاد حسین قنوجی، ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی، سادات قنوج سے تھے عالم متبحر تھے، عربی، فارسی، اردو نظم و نثر لکھنے میں خاص ملکہ تھا، توفیق تخلص تھا، قریب تین سو کتابوں کے انکی تصنیف سے ہیں۔
نواب شاہجہاں بیگم والیۂ بھوپال نے ان سے عقد ثانی کیا تھا، تفسیر میں ان کی کئی تصنیفیں ہیں، تفسیر فتح البیان ۴ جلدوں میں ہے یہ تفسیر فتح القدیر شوکانی کی تلخیص ہے، لیکن اس میں اور دوسری تصنیف ترجمان القرآن میں شیخ احمد بن محمد ابن نشانجی زادہ متوفی ۹۸۶ھ اور حاشیۂ جمل وغیرہ سے نقل کر کے اضافہ کیا ہے، نواب صاحب کے تلمیذ مولوی ذوالفقار احمد نے لکھا ہے:۔
"چونکہ فتح البیان و ترجمان القرآن و تکملہ ترجمان القرآن میں ان لوگوں کی کتب سے اکثر منقول ہے"
اور لکھتے ہیں:۔
"فتح البیان تفسیر فتح القدیر امام شوکانی کی تلخیص ہے لیکن یہ نری تلخیص نہیں بلکہ اور کتب تفاسیر سے اس میں بہت زیادتی کی گئی ہے،"
اور لکھتے ہیں:۔
آٹھ ماہ میں فتح القدیر سے فتح البیان ملخص فرمائی پھر مدارک، و خازن سے اُس پر زیادتی کی پھر نظر ثانی

کہ جمل وغیرہ سے کچھ اور زیادہ ہو" (قضاء الارب)

تفسیر اور حدیث کی کتابیں کتب سابقین ہی کی مدد سے تالیف ہوتی ہیں، کسی کتاب سے نقل کرنا یا کسی کی تلخیص کرنا عیب نہیں، لیکن نواب صاحب نے اکسیر فی اصول التفسیر میں بڑے بڑے مفسرین پر ہاتھ صاف کیا ہے اور نقل و تلخیص کو ان کے حق میں بطور طنز و طعن لکھا ہے اس لئے ہم نے ان حوالوں کو نقل کیا،

نواب صاحب کی اُردو تفسیر ترجمان القرآن اور عربی تفسیر فتح البیان جس تفسیر کی تلخیص ہیں یعنی فتح القدیر شوکانی وہ تفسیر ابن کثیر، بیضاوی، جلالین، کشاف وغیرہ وغیرہ تفاسیر سے مرتب کی گئی ہے اور تفسیر ابو السعود سے بہت کچھ مدد لی گئی ہے، چنانچہ مولوی ذوالفقار احمد صاحب لکھتے ہیں:۔ "شیخ شیوخنا علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں درایت کی بنا اِس ہی (تفسیر ابو السعود) پر رکھی ہے" (قضاء الارب)

تفسیر ابو السعود ایک مقبول اور عمدہ تفسیر ہے، اور قاضی شوکانی کی تفسیر کی گویا بنا اسی پر ہے لیکن نواب صاحب اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "ماخذ این تفسیر کشاف و بیضاوی و شروح و حواشی اوست مضامین ایشاں را بعبارت رشیق و سبک انیق بربط و ضبط کلام مودّی ساختہ و داد بلاغت دادہ گویا کتاب علم معانی و بیان است مقصود تفسیر دراں کمتر تواں یافت (اکسیر فی اصول التفسیر)

یہ اس تفسیر پر رائے ہے جس کے خود خوشہ چین ہیں گویا نواب صاحب کے نزدیک بیضاوی و کشاف وغیرہ کتب سابقین وغیرہ سے نقل کرنا، ان کے مطالب کو واضح کرنا سرقہ ہے اور مقصود تفسیر نہ کشاف میں ہے نہ بیضاوی میں نہ تفسیر ابو السعود میں، اگر ہے تو ان سب کی تلخیص تفسیر شوکانی اور نواب صاحب کی تفسیر میں، سبحان اللہ کیا کہنا؟

ادورد بن کرنیلیس فنڈیک نے اپنی کتاب اکتفاء القنوع بما ہو المطبوع (مطبوعہ قاہرہ) میں نواب صاحب کے ترجمہ میں اُن پر چند اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات مولوی ذوالفقار احمد نقوی سارنگپوری شاگرد نواب صاحب نے قضاء الارب میں دئے ہیں۔

منجملہ دیگر اعتراضات کے صاحب اکتفاء القنوع نے نواب صاحب کے حسب و نسب، غربت و افلاس پر بھی اعتراض کیا ہے، میرے نزدیک ایسی کتاب جسمیں مصنفین و علما کا تذکرہ ہو اسمیں کسی کے علم اور تصنیف پر بحث یا نکتہ چینی کرنا تو درست ہے، حسب و نسب، غربت و افلاس پر طنز و طعن کرنا روا نہیں اس لئے میں صاحب اکتفاء کے اس قسم کے اعتراضات کو قابل توجہ خیال نہیں کرتا، باقی یہ سب کو تسلیم ہے

اور مجیب صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ کتاب اکتفاء القنوع ایک اچھی کتاب ہے،

مجیب صاحب نے لکھا ہے کہ صاحب اکتفاء غیر ملک کا باشندہ تھا اسکو جیسی خبر پہونچی اُس نے نقل کردی۔"

یہ صحیح ہے اور بے شک اس حد تک وہ مصنف معذور ہے لیکن میں پھر وہی کہوں گا کہ مصنف و تالیف، علم و فضل کے متعلق اس کو اپنی کتاب میں ہر قسم کی خبر نقل کرنا تھا حسب و نسب اور غربت و افلاس کا ذکر ہی نہ کرنا تھا، اور اگر صاحب اکتفاء نے یہ غلطی کی تھی تو مجیب کو ایسی لچر بات پر توجہ نکرنی چاہیے تھی، زبردست اور قابل لحاظ تو تین اعتراض ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ نواب صاحب اپنی تصانیف میں اپنا تذکرہ نہایت فخر کے ساتھ کرتے ہیں مجیب نے اس کا جواب نہیں دیا، یہ اعتراض صحیح ہے، اکسیر فی اصول التفسیر میں جابجا اپنی تصانیف کی مدح کی ہے، ان کے والد نے سورۂ ویل للمطففین کی تفسیر لکھی، اس کی تعریف لکھی ہے، باقی کوئی مفسر ایسا نہیں جس پر نواب صاحب نے چوٹ نہیں کی، بڑے مفسروں علامہ محمود آلوسی، نواب قطب الدین خان کو چھوڑ دیا، اپنے والد کو صرف ایک سورت کی تفسیر لکھنے پر طبقات مفسرین میں شامل کردیا،

کتاب اتحاف النبلاء میں اپنا طویل ترجمہ لکھا ہے، اپنے مدحیہ قصائد نقل کئے ہیں، اپنے فرزند مولوی نور الحسن خان کی تعریف لکھی ہے۔

ان باتوں سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب کے مزاج میں نمائش تھی،

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نواب صاحب نے مختلف شہروں سے علماء کو طلب کر کے جمع کر لیا تھا، اور اُن سے تصنیف و تالیف کرا کر اپنے اور اپنے فرزند مولوی نور الحسن خان کے نام سے شائع کراتے تھے،

والد ماجد عرصہ تک بھوپال میں مقیم رہے وہ بھی ایسا ہی فرماتے تھے، اور بعض علما و ثقات سے بھی ایسا ہی سنا ہے، یہ اعتراض نواب صاحب پر اُن کی زندگی میں اُن کے معاصرین نے بھی کیا تھا، نواب صاحب خود اس کا اطمینان بخش جواب نہ دے سکے، اس کے علاوہ ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے مصنف کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے، اُس کی جھلک اس کی ہر تصنیف میں ہوتی ہے، نواب صاحب کی اکثر تصانیف کا رنگ ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ قدماء کی نایاب تالیفات و تصنیفات کو بصرف زر خطیر حاصل کر کے اپنے اور اپنے فرزند مولوی نور الحسن خان کے نام سے شائع کرا دیتے تھے، معترض نے چند کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

مجیب نے اس اعتراض کا جواب ناکافی دیا ہے، چند ایسی کتابوں کے نام لکھکر جو کسی کتاب کی تلخیص یا ترجمہ ہیں اس اعتراض کو ہٹانا چاہا ہے لیکن معترض نے جن کتابوں کے نام لکھے ہیں یا جو حوالے دئے ہیں ان کے متعلق مجیب نے کچھ نہیں لکھا۔

یہ اعتراض صحیح ہے، کتاب سبل السلام مصنفہ وزیر محمد بن اسمٰعیل یمانی کا نام فتح العلام رکھکر اپنے فرزند مولوی نور الحسن خان کے نام سے شائع کرائی، بعد کو اصل کتاب مصر سے شایع ہوئی، دونوں موجود ہیں، سر مو فرق نہیں، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شارح مشکوۃ شریف فرماتے تھے کہ ان کو دمشق میں ایک مصری عالم نے ایک مطبوعہ کتاب متقدمین کی دکھا کر کہا کہ یہ کتاب نواب صدیق حسن خان اپنے نام سے شائع کرا چکے ہیں، افسوس مولانا کو اس کتاب کا نام یاد نہیں رہا بہر حال نواب صاحب بڑے عالم تھے، اور جس طرح بھی ہوا انہوں نے علم حدیث کی بڑی خدمت کی۔

حکیم محمد حسن، سادات امروہہ میں سے تھے، اجمیر کالج میں پروفیسر تھے، ان کی تفسیر کا نام غایۃ البرہان ہے اور بھی کئی تصنیفیں ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں لیکن ان کی تمام ہمت اس پر صرف تھی کہ قرآن مجید اور بائبل میں تطبیق کیجائے، غالباً ۱۹۹ھ ۱۹۰۲ء میں وفات پائی۔

مولانا احمد حسن، سادات امروہہ میں سے تھے، نہایت حسین وجمیل و وجیہ وشکیل تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد، شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی و حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی طرف سے مجاز طریقت تھے، محدث تھے، مفسر تھے، فقیہ تھے، وعظ و تقریر میں صاحب کمال تھے، حسن ظاہری و باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، صاحب زہد و تقویٰ تھے، اس زمانہ میں علم تفسیر میں کوئی ان کا نظیر نہ تھا، مدرسہ امروہہ کے صدر مدرس تھے، نواب سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال نے افسری دیوانی کا عہدہ پیش کیا، آپ نے قبول نہ کیا ؎

مقبول جو ذرہ ہوا درگاہ میں رب کی — وہ ملتفت نیر اعظم نہیں ہوتا

آپ کے درس میں طلبا کا ہجوم رہتا تھا، درس و تدریس کی وجہ سے تالیف و تصنیف کی فرصت نہ پائی۔ سنہ ۱۳۳۰ھ میں وفات پائی، بعد وفات ان کے چند مضامین کا مجموعہ از نام "افادات احمدیہ" شایع ہوا جو ہر طرح لائق دید و داد ہے۔ ان کے صاحبزادے مولانا حافظ قاری سید محمد صاحب گنبر گہ میں مقیم ہیں، تفسیر و ترجمہ میں ان کو بھی ید طولیٰ حاصل ہے،

مولانا عبد الحق دہلوی، ان کی تفسیر کا نام فتح المنان ہے جو تفسیر حقانی مشہور ہے بہترین تفسیر ہے، مصنف کے علمی کمالات کی شاہد عادل ہے، غالباً سنہ ۱۹ء میں وفات پائی۔

مولانا محمود حسن، دیوبند کے رہنے والے، اور دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے، شیخ الہند لقب تھا، چند کتابوں کے مصنف تھے، ان کا اردو ترجمہ قرآن مجید نہایت صحیح و مقبول ہے، اس ترجمہ پر ان کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے بہترین فوائد لکھے ہیں، شیخ الہند نے ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

مفسرین حال

مولانا اشرف علی، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے باشندے ہیں، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور مولانا محمود حسن شیخ الہند کے شاگرد ہیں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی طرف سے مجاز طریقت ہیں، چھ سو کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی تفسیر بیان القرآن نام ۱۲ جلدوں میں ہے بہترین تفسیر ہے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے، جو صحیح و مستند ہے،

مولانا احمد علی، لاہور میں رہتے ہیں، مولانا عبید اللہ سندھی سلمہ اللہ تعالیٰ (شاگرد شیخ الہند) کے شاگرد ہیں، تفسیر کا درس دیتے ہیں، طلبا کا ہجوم رہتا ہے۔ چند سورتوں کی تفاسیر بھی شائع کی ہیں راقم سطور بھی ایک عشرہ تک شامل درس رہا ہے۔

خواجہ عبد الحی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں پروفیسر ہیں، ان کی تفسیر کا نام الخلافۃ الکبریٰ ہے علما کو ان کی تفسیر سے اختلاف ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد، محی الدین احمد نام، کلکتہ میں رہتے ہیں، ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر ہیں، کثیر التصانیف ہیں، صاحب تفسیر ہیں لیکن علما کو ان کی تفسیر پر اعتراض ہے،

مولانا شبیر احمد عثمانی، دیوبند کے باشندے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں، جامعہ ڈابھیل کے صدر مدرس اور دار العلوم دیوبند کے صدر مہتمم ہیں، مشہور مصنف و نامور عالم ہیں، فتح الملہم نام شرح صحیح مسلم ان کی تصنیف ہے، قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند پر بہترین فوائد لکھے ہیں، فوائد کیا ہیں مختصر و معتبر تفسیر ہے،

مولوی عاشق الٰہی، میرٹھ کے رہنے والے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے شاگرد ہیں کثیر التصانیف ہیں، قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے، جو معتبر و مستند ہے۔

مولوی ثناء اللہ۔ امرت سر کے باشندے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں، مذہب اہلحدیث کے پیرو ہیں، مشہور مناظر و مصنف ہیں، کثیر التصانیف ہیں، ان کی تفسیر کا نام تفسیر ثنائی ہے ایک میں

آریوں کے اعتراضات کا رد ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی ۔ قدیم باشندے فیض آباد کے ہیں، مدینہ منورہ میں عرصہ تک آپ حرم نبوی میں درس دیا کرتے تھے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف سے مجاز طریقت ہیں، اسوقت دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس ہیں، محدث ہیں، مفسر ہیں، آپ کے درس میں طلبا کا ہجوم رہتا ہے، جامع کمالات ظاہری و باطنی ہیں، ہندوستان کے نامور عالم اور لیڈر ہیں، صاحب تصنیف ہیں، اسلامی و قومی و ملکی خدمات کی بدولت بہت سے مصائب و آلام برداشت کئے ہیں، شیخ الہند ثانی و امیر الہند مشہور ہیں، ہندوستان کی ایک عظیم الشان اور مقتدر ہستی آپکو احمد حنبل ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے، مرتاض سخی مہمان نواز ہیں، حلم و انکسار و تواضع خدمت خلق آپ کا طرۂ امتیاز ہے ؎

ثابت قدم فقر کو ہے نفس کشی شرط + بے دیو کے مارے ہوئے رستم نہیں ہوتا

ہندوستان کے تمام شہروں میں محدث و مفسر گذرے ہیں اور اس زمانہ میں تو بہت سے قصبات میں بھی مدارس قایم ہیں۔

بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، لاہور، دہلی یہ شہر مرکز علوم رہے ہیں، میں نے ان مقامات کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے تاکہ علما کے حالات معلوم کروں مگر کسی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا۔ لہذا اپنی محدود معلومات ہی پر اکتفا کیا گیا۔ میں نے تعصب اور کسی خیال کو دخل نہیں دیا بلکہ جہاں تک میری معلومات تھیں ہر خیال کے علما کا میں نے ذکر کیا ہے ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

تفسیر اور ملک دکن

تاریخ شاہد ہے کہ دکن کے مسلمان بادشاہ علوم و فنون کے قدر دان ہوئے ہیں اور اسلامی علوم پر بہت کچھ زر و جواہر نثار کیا ہے،

ہندوستان پر آٹھویں صدی ہجری تک اور دکن میں ۶۹۵ھ سے ۷۹۹ھ تک برابر سلاطین اسلام حکمران رہے، لیکن خدمت حدیث شریف کی سعادتِ ابدی سلطان محمود شاہ بہمنی (المتوفی ۷۹۹ھ) کے نصیب میں تھی، اس نیکنام بادشاہ نے سب سے پہلے محدثین کے وظائف مقرر کئے اور اشاعت علوم کی ترغیب دلائی، دکن میں ایسے علما ہوئے کہ جن کی تصانیف کو علمار عرب و عجم نے سر آنکھوں پر رکھا، جو سلطان المحدثین کہلائے اور جن کے سامنے مکی مدنی محدثین نے زانوئے ادب تہ کیا۔ سید عبد الاول حسینی متوفی ۹۶۵ھ، شیخ علی متقی صاحب کنز العمال ۹۷۵ھ، شاہ محمد فضل اللہ ۱۰۰۵ھ، شیخ طیب ۱۰۱۵ھ ایسے بزرگ گذرے ہیں کہ جن کو مکی و مدنی علمانے امام فن تسلیم کیا، اور جن کی تصانیف علمار اسلام کی رہنما ہیں۔ ہندوستان میں یہ فخر دکن ہی کو حاصل ہے کہ قرآن کی سب سے پہلی

علامہ حسن بن محمد بن حسین معروف نظام نیشاپوری نے دولت آباد میں سکونت کی، ۷۳۰ھ میں وفات پائی، ان کی تفسیر (۳) جلدوں میں ہے۔

خواجہ سید محمد الملقب خواجہ گیسو دراز۔ کشاف پر حاشیہ لکھا، ان کی دو تفسیریں بھی ہیں ۸۲۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی مہائمی (مہائم دکن کا ناصیہ ہے) قبیلہ نوائت سے تھے (نوائت قبیلہ قریش کی ایک شاخ ہے، یہ خاندان بخوف حجاج بن یوسف مدینہ منورہ سے نکلا۔ سبحۃ المرجان) کثیر التصانیف تھے، تفسیر رحمانی ان کی تصنیف ہے، ۸۳۵ھ میں وفات پائی۔

قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی، تفسیر بحر مواج ان کی تصنیف ہے، سلطان ابراہیم شرقی نے ان کو ملک العلما خطاب دیا تھا، ۸۴۹ھ میں وفات پائی

ملا فتح اللہ شیرازی عادل شاہ نے ان کو دکن بلایا، یہاں تفسیر تصنیف کی، پھر اکبر بادشاہ نے فتحپور سیکری بلا کر صدارت عظمیٰ کا منصب عطا فرمایا، ۹۹۷ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی حنفی المذہب تھے، دکن میں سکونت اختیار کی بیضاوی کے محشی ہیں، ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے ۹۹۰ھ میں وفات پائی۔ کثیر التصانیف تھے، ان کی

تاریخ وفات لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ہے۔

مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب خان نصرت جنگ،
ان کی تفسیر کا نام تفسیر وہابی ہے جو دکنی زبان میں ہے ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی۔
مولوی عزیز اللہ مہر رنگ اورنگ آبادی، اُردو میں تیسویں پارہ کی تفسیر لکھی جس کا نام چراغ ابدی ہے
یعنی ۱۲۰۶ھ کی تصنیف ہے۔ اور بہت سے محدث و مفسر علما گذرے ہیں۔

تفسیر اور سلطان العلوم

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ در حقیقت سلطان العلوم ہیں، دنیا کا کوئی حصہ و خطہ ایسا نہیں جہاں کے علما اعلیٰ حضرت کے وظیفہ خوار نہیں، علما و مصنفین کا ایک گروہ کثیر حضور کے دست کرم کے طفیل میں باطمینان درس و تدریس تصنیف و تالیف میں مشغول ہے، اعلیٰ حضرت کے عہد سعادت مہد میں جو جو علمی ترقیاں ہوئیں ان سب کا بیان اس کتاب کے مقصد سے خارج ہے، یہاں صرف علوم دینیہ کا مختصر تذکرہ مقصود ہے کیونکہ مفصل بیان ہم تاریخ الحدیث میں کر چکے ہیں۔ خاص بلدہ میں دائرۃ المعارف، اشاعۃ العلوم، ادارۂ علمیہ اور کئی ادارے قدیم و جدید کتب کی اشاعت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، سلف صالحین کی وہ نادر و نایاب تصانیف جن کا نام ہی بڑے بڑے علما نے سُنا تھا، آج شہنشاہ دین پرور و علم دوست کے دست کرم سے ہر طالب علم کے ہاتھ میں ہیں، دائرۃ المعارف نے عرب و عجم و یورپ سے ائمہ اسلام کی تصانیف کو تلاش کر کے طبع کرایا ہے، ان مطبوعات کی فہرست ڈیڑھ جزو پر شائع ہوئی ہے اور انہیں سے خاص خاص کتابیں یہ ہیں:۔

کنز العمال، مستدرک، سنن کبریٰ، مشکل الآثار، جامع المسانید، مسند ابی داؤد طیالسی، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، لسان المیزان، تجرید اسماء صحابہ، وغیرہ وغیرہ

بلدہ کے علاوہ ہندوستان کی تمام مشہور درسگاہوں اور اداروں کی امداد جاری ہے مثل دیوبند، ندوۃ العلماء، مدرسہ بدایوں، مدرسہ نگینہ، مظاہر العلوم سہارنپور، دار المصنفین اعظم گڈھ وغیرہ وغیرہ

اس عہد ہمایوں میں قدیم تفاسیر میں سے الکہف و الرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم مصنفہ شیخ عبدالکریم ابن سبط الشیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۷۹۹ھ دائرۃ المعارف نے شائع کی ہے۔

تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ منجانب اشاعت العلوم شائع ہو رہی ہے۔

تفسیر بقاعی مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ جو ایک بے نظیر تفسیر ہے

دائرۃ المعارف میں زیر تجویز طبع ہے،

مولوی وحید الزمان خان المخاطب نواب وقار نواز جنگ شاگرد مولانا لطف اللہ علیگڈہی تمام کتب صحاح کے مترجم اور تفسیر وحیدی کے مصنف ہیں، ان کی تصانیف معتبر ہیں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب تفسیر ثنائی وظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی وظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔

مولانا عبد البصیر آزاد عتیقی سیوہاروی ابن حافظ نور الحسن، شیخ الہند مولانا انور شاہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری و مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کے شاگرد ہیں، پندرہ سال سے دکن میں مقیم ہیں۔ ایکدرجن سے زیادہ مفید کتب کے مصنف ہیں، ان کی تفسیر کا نام اسرار التنزیل فی تفسیر سورۃ الفیل ہے، اس تفسیر کو مشہور علما نے پسند کیا ہے، راقم سطور کے چچا زاد بھائی ہیں۔

راقم سطور اپنے والد ماجد قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم کے ذریعہ سے نمکخوار دولت آصفیہ ہے ؎

خدایا تو این سایہ پاینده دار ✽ دعا گوئے این دولتم بنده وار

راقم سطور کے اسناد یہ ہیں۔

البیان المستند فی اسانید عبد الصمد

(۱) حضرت شیخ الہند ثانی مولانا حسین احمد مدنی مد ظلہ العالی

حضرت مولانا مد ظلہٗ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند کے

نیز حضرت مولانا کو سند ہے مولانا عبد العلی تلمیذ مولانا قاسم نانوتوی سے

نیز حضرت کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہی سے۔

نیز حضرت کو سند ہے مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے۔

نیز حضرت کو سند ہے مولانا حسب اللہ شافعی مکی سے

نیز حضرت کو سند ہے مولانا عبد الجلیل برادہ مدنی سے

نیز حضرت کو سند ہے مولانا عثمان عبد السلام داغستانی مفتی احناف مدینہ منورہ سے

(۲) مولانا اعزاز علی امروہوی مد ظلہٗ تلمیذ شیخ الہندؒ۔

(۳) مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب۔ مد ظلہٗ تلمیذ شیخ الہندؒ

(۴) مولانا عبد السمیع دیوبندی مد ظلہٗ شاگرد شیخ الہندؒ

(۵) مولانا محمد ابراہیم بلیاوی مد ظلہٗ شاگرد شیخ الہند

(۶) مفتی محمد شفیع مدظلہٗ شاگرد مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

راقم سطور نے اسوقت تک سات کتابیں تصنیف کی ہیں۔ (۱) اربعین اعظم (۲) سودیشی اردو (۳) ضروری کہانیاں (۴) محمود اور فردوسی (۵) تاریخ الحدیث (۶) الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون (۷) یہ تاریخ تفسیر۔

تاریخ الحدیث کو علماء جامعہ ازہر نے بھی طلب فرمایا اور پسند فرمایا ہے، محمود اور فردوسی یہ کتاب دوبار شائع ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئی پھر بھی فرمائشیں بدستور ہیں، کابل طلب کی گئی تھی، کابل کے اخبار انیس نے اپنے پرچہ ۲۷ صفر ۱۳۵۵ھ میں اس پر طویل اور زبردست ریویو کیا ہے، اور جناب عبدالحی صاحب مدیر اخبار طلوع افغان قندہار نے اسکے فارسی میں ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کی ہے،

اعلیٰ حضرت کے عہد ہمایوں میں جو دینی و علمی خدمات انجام پائی ہیں اُن کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں، اکثر اسلامی مدارس و مصنفین کو امداد دیجاتی ہے۔ حضور کی یہ قدردانی صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلم اداروں کو بھی امداد دیجاتی ہے، ان کے تذکرہ کا یہ موقع نہیں، خاکسار نے ان کا مفصل ذکر اپنی کتاب "ضروری کہانیاں" میں کیا ہے،

شجرات محدثین و مفسرین و مصنفین ہند

ہندوستان کے علماء کا سلسلہ سمجھنے کیلئے مختصراً یہ چند سلسلے لکھے جاتے ہیں، ایک ایک محدث و مفسر و مصنف کے بہت سے اساتذہ ہیں، اس لئے سلسلے بھی بہت ہیں، سب کا تذکرہ دشوار ہے، اکثر سلاسل علما کی تصانیف میں مذکور ہیں۔

شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز نے اپنی متعدد تصانیف میں مفصل اپنی اسناد کو لکھا ہے۔

شاہ عبدالغنی مجددی عمری کا اسناد رسالہ الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی میں مذکور ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن کے اسناد رسالہ اللآلی المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود میں ہیں۔

مولانا سید انور شاہ کشمیری کے اسناد رسالہ المسک الاذفر من اسانید الشیخ الانور میں ہیں۔

شیخ الہند ثانی امیر الہند مولانا سید حسین احمد مدنی مدظلہ العالی کے اسناد کا تذکرہ سلسلہ الزبرجد فی اسانید الشیخ حسین احمد میں ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ عن الشیخ محمد افضل بن خواجہ معصوم عروۃ الوثقی ....

.... عن الشیخ احمد مجدد الف ثانی عن الشیخ یعقوب الصرفی الکشمیری عن

احمد بن حجر المکی عن القاضی زکریا عن الحافظ ابن حجر العسقلانی۔

(۲) الشیخ نور الحق بن الشیخ عبد الحق الدھلوی عن خواجہ معصوم عروۃ الوثقی۔

(۳) الشیخ نور الحق عن الشیخ عبد الحق الدھلوی عن عبد الوھاب المتقی عن علی المتقی عن ابی الحسن البکری عن الامام السیوطی عن الشاوی ابی العباس الطریفی عن الحافظ ابن حجر رح

(۴) شاہ ولی اللہ عن ابی طاہر الکردی المدنی عن الشیخ عبد اللہ اللبیب اللاھوری عن الملا عبد الحکیم السیالکوٹی عن الشیخ عبد الحق الدھلوی۔

(۵) الحافظ ابن حجر العسقلانی عن ابی الفضل العراقی عن ابی الفضل العلائی عن الحافظ منذری عن الحافظ عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی عن ابی موسی المدینی عن الحافظ اسمعیل التیمی عن الحافظ حمید عن الخطیب البغدادی۔

خطیب بغدادی سے قبل و بعد بہت سے سلاسل ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ سلسلہ مندرجہ ذیل راقم سطور نے بہت سی کتابوں کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا ہے، اسمیں تعداد رجال کم ہے،

خطیب البغدادی عن الامام سعد الزنجانی عن حسین بن میمون الصدفی عن ابی جعفر الرازی عن عبد اللہ بن عبد اللہ قاضی ری عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی عن عمر و عثمان و علی و عبد اللہ بن مسعود و عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شجرہ محدثین و مفسرین عالم

سلاسل کثرت سے ہیں، یہاں صرف دو سلسلے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفۃ امام اعظم عن حماد بن سلیمان عن ابراہیم النخعی عن علقمۃ بن قیس النخعی عن عبد اللہ بن مسعود و علی ابن ابی طالب وغیرہما رضی اللہ عنہم۔

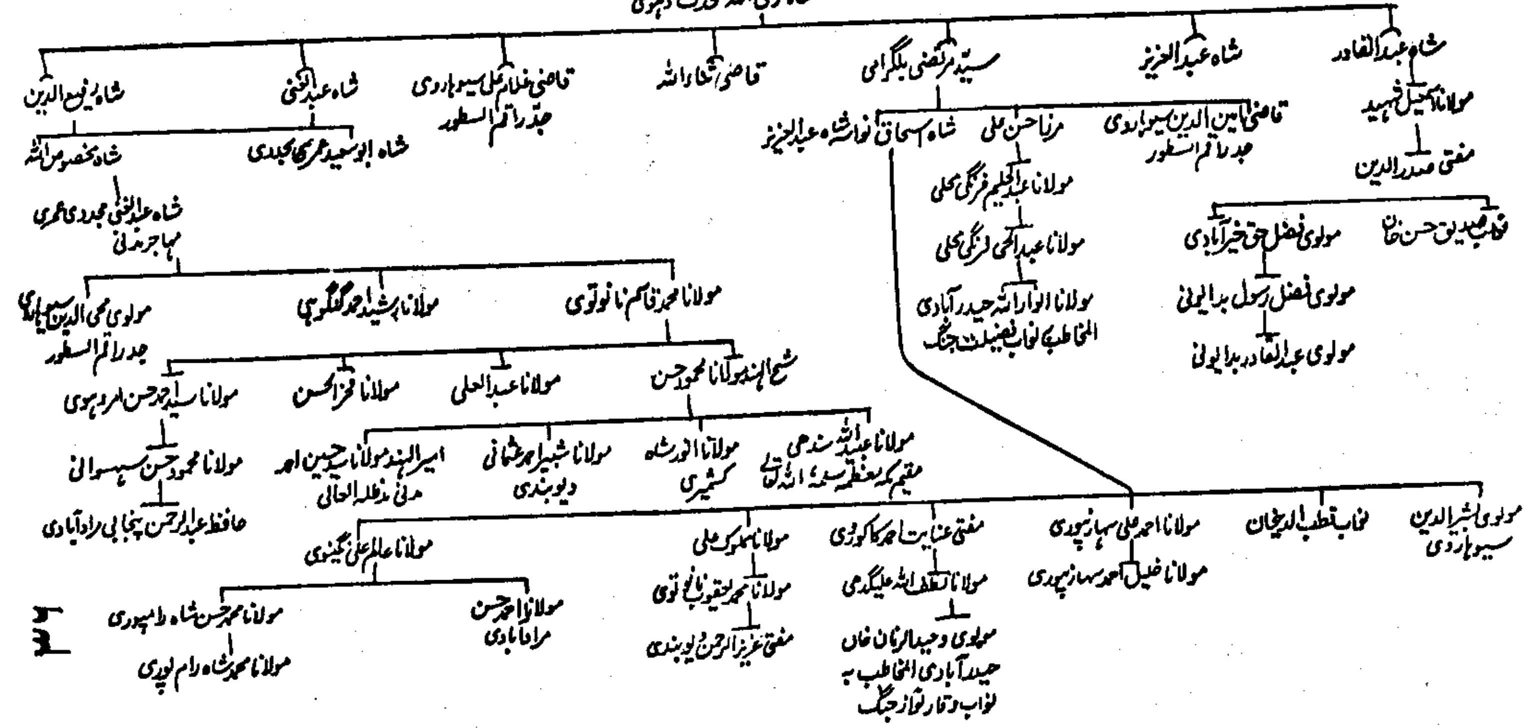
(تفصیل ملاحظہ ہو صـ۳۵ و صـ۳٦ پر)

(۱) سلسلۂ تلمذ مفسرین و محدثین عالم

- امام ابوحنیفہ امام اعظم رح
  - امام مالک
  - امام سفیان ثوری
  - امام ابو یوسف
    - یحیی بن معین
      - ابو یعلی موصلی
      - امام بخاری
        - ابن خزیمہ
          - حاکم
            - امام بیہقی
              - ابوبکر خطیب بغدادی
          - دارقطنی
        - امام ترمذی
          - امام ابن ماجہ
      - امام مسلم
      - امام ابوداؤد
        - امام نسائی
    - احمد بن حنبل
  - امام محمد
  - امام زفر
  - عبداللہ بن مبارک
  - مسعر بن کدام
  - وکیع بن الجراح
    - علی بن مدینی
  - لیث بن سعد
  - مکی بن ابراہیم
    - ابوعوانہ
      - طبرانی
      - ابن عدی
  - فضل بن دکین
    - اسحاق بن راہویہ
    - امام دارمی
    - امام ذہلی

ہ علیٰ و مقدمہ اوجز المسالک

(۲) سلسلۂ تلمذ علماء ہند



الباب الثانی فی الکتب

تمام تفاسیر و کتب کے متعلق کچھ لکھنا تو کیا ان کی فہرست بھی مرتب نہیں ہو سکتی، اس باب میں بعض بہت زیادہ مشہور تصانیف کے متعلق مختصراً لکھا جائے گا، بعض مشہور مفسرین کی کئی کئی تفسیریں ہیں، میں نے طوالت سے بچنے کیلئے ایک ہی کا ذکر کیا ہے، بعض اسماء کے ساتھ اور بھی ایک دو نام لکھدیے ہیں، اس باب میں تقریباً پانچسو تفاسیر کے اسماء و حالات درج ہیں۔

تصانیف قرن اوّل

تصانیف عہد رسالت

حضور علیہ السلام آیات قرآنی کو تشریح و تفصیل کیسا تھ سمجھاتے تھے، اس لئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور قرآن کی سب سے پہلی تفسیر احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، احادیث کا زیادہ تعلق آیات قرآنی سے ہے، اس لئے حدیث کا ہر مجموعہ قرآن کی تفسیر ہے۔

خاکسار نے تاریخ الحدیث میں عہد رسالت کے حدیث کے (۲۲) مجموعوں کا ذکر کیا ہے۔ انہیں سے کتاب الصدقہ خود حضور نے حضرت ابوبکر بن حزم صحابی کو لکھائی، یہ دو صفحہ کا رسالہ تھا، اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے، گویا آیات زکوٰۃ کی تفسیر تھی، اس کی نقول دیگر امراء کو بھی بھیجی گئیں (دار قطنی و مسند احمد بن حنبل)

حضور نے حضرت وائل بن حجر صحابی کو نماز، روزہ، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھا دئے تھے، یہ گویا آیات صوم و صلوٰۃ وغیرہ کی تفسیر تھی، (معجم صغیر)

ان ۲۲ مجموعوں میں سے سب سے زیادہ ضخیم حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص کی کتاب صادقہ تھی اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں (بخاری، اصابہ، طبقات ابن سعد، ابو داؤد) لیکن حضور کے عہد سعادت مہد میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب حدیثوں کا ذخیرہ تھا، خالص تفسیر کے نام سے کوئی مجموعہ نہ تھا،

تصانیف عہد خلافت راشدہ

تفسیر اُبیؓ! حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ متوفی ۳۵ھ ہجری نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، اس مجموعہ سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام جریر طبری نے تفسیر میں امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے، حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی، اسلئے یہ تفسیر پانچویں صدی تک ضرور موجود تھی، (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

تفسیر عباسی ۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی رضی اللہ عنہ متوفی ۶۸ھ کی تفاسیر کا مجموعہ حضرت ابن عباس کی تفسیر کے متعلق مختلف روایات ہیں، انمیں زیادہ معتبر وہ روایات ہیں جو کہ معاویہ ابن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے کی ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی سلسلہ پر اعتماد کیا ہے، ان کے علاوہ عکرمہ متوفی ۱۰۵ھ و طاؤس بن کیسان متوفی ۱۰۶ھ وقیس بن مسلم کوفی متوفی ۱۲۰ھ کے طریق بھی صحیح ہیں۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر کے متفرق و مختلف نسخے کتب خانوں میں ہیں۔

تصانیف عہد خلافت راشدہ کے بعد

تفسیر سعید بن جبیر ، حضرت سعید بن جبیر تابعی متوفی ۹۵ھ کی تصنیف تھی، حضرت سعید نے یہ تفسیر حسب فرمائش خلیفہ عبدالملک بن مروان تصنیف کی تھی، اس خلیفہ نے ۸۶ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر ۸۶ھ سے قبل کی تصنیف ہے،

خلیفہ نے اس کو شاہی خزانہ میں محفوظ کرا دیا تھا کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر حضرت عطا بن دینار تابعی متوفی ۱۲۶ھ کے ہاتھ آگئی اور انہیں کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال)

تفسیر ابی العالیہ ۔ حضرت ابی العالیہ رباحی تابعی متوفی ۹۰ھ کی تصنیف ہے، یہ حضرت ابی بن کعب صحابی کی تفاسیر کا مجموعہ تھا، ابوالعالیہ سے ربیع ابن انس اور ان سے ابو جعفر رازی روایت کرتے تھے، یہ سلسلہ معتبر ہے، امام ابن جریر اور امام احمد بن حنبل و حاکم و ابن ابی حاتم اسی سلسلہ سے روایت کرتے تھے،

تفسیر اسود بن یزید ۔ حضرت اسود بن یزید تابعی متوفی ۹۵ھ کی تصنیف۔

تفسیر نخعی ۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی متوفی ۹۵ھ کی تصنیف۔

تفسیر عکرمہ۔ حضرت عکرمہ تابعی (مولی حضرت ابن عباس) متوفی ۱۰۵ھ کی تفسیر۔
تفسیر حسن۔ حضرت حسن بصری تابعی متوفی ۱۱۰ھ کی تفسیر۔
تفسیر امام باقر۔ حضرت امام باقر یعنی فرزند امام زین العابدین متوفی ۱۱۲ھ کی تفسیر۔
تفسیر عطار۔ حضرت عطار بن ابی رباح تابعی متوفی ۱۱۴ھ کی تفسیر۔
تفسیر قتادہ، حضرت قتادہ بن دعامہ تابعی متوفی ۱۱۷ھ کی تفسیر۔
تفسیر قرضی۔ حضرت محمد بن کعب قرضی تابعی متوفی ۱۲۰ھ کی تفسیر۔
تفسیر مجاہد حضرت ابو الحجاج مجاہد بن جبیر متوفی ۱۲۳ھ کی تفسیر۔ یہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔

تفسیر سدی حضرت اسمعیل بن عبد الرحمن سدی متوفی ۱۲۷ھ کی تفسیر۔ اسکی روایت اسباط ابن نصر نے کی ہے اور یہ ضعیف ہیں۔

تفسیر عطار۔ حضرت عطار بن سلم خراسانی متوفی ۱۳۵ھ کی تفسیر۔

تفسیر ابو البلبی۔ حضرت علی بن ابی طلحہ متوفی ۱۴۳ھ کی تفسیر، یہ تفاسیر حضرت ابن عباس کا مجموعہ تھا، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ نسخہ ابو صالح کاتب امام لیث محدث کے پاس تھا وہ اس کو معاویہ ابن ابی صالح سے اور وہ علی بن ابی طلحہ سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے تھے، ابی صالح نے ۲۲۳ھ میں وفات پائی، یہ اندلس کے قاضی تھے، ابن جریر، ابن ابی حاتم، اور ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں کئی واسطے سے ابو صالح سے روایت کی ہے، ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ نے اپنی کتاب ناسخ میں ابو صالح کے سلسلہ سے روایت لی ہے۔

تفسیر کلبی۔ شیخ ابو نصر محمد بن السائب کوفی متوفی ۱۴۶ھ کی تفسیر۔ یہ ضعیف رُواۃ سے ہیں
تفسیر شبل۔ شیخ شبل بن عباد متوفی ۱۴۸ھ کی تفسیر، انہوں نے بواسطہ ابن ابی نجیح روایت کی ہے یہ سلسلہ قریب بصحت ہے

تفسیر ابن جریج۔ شیخ عبد الملک بن عبد العزیز اموی معروف ابن جریج متوفی ۱۵۰ھ کی تفسیر۔

تفسیر مقاتل۔ شیخ مقاتل بن سلیمان بن بشیر الاندی متوفی ۱۵۰ھ کی تفسیر، یہ ضعیف رواۃ میں سے ہیں۔ یہ تفسیر غیر معتبر ہے۔
تفسیر ابو روق الہمدانی۔ مصنفہ عطیہ بن حارث کوفی، قریباً ایک جزو کے ہے قریب بصحت ہے،

تفسیر شعبہ۔ امام شعبہ بن الحجاج تابعی متوفی سنہ ۱۶۰ھ کی تفسیر۔
تفسیر ثوری۔ امام سفیان ثوری متوفی سنہ ۱۶۱ھ کی تفسیر، کتب خانہ ریاست رامپور میں موجود ہے

تصانیف قرن ثانی

غرائب القرآن۔ مصنفہ شیخ ابو فید مورج متوفی سنہ ۱۷۴ھ

تفسیر القرآن۔ مصنفہ امام مالک متوفی سنہ ۱۷۹ھ

تفسیر حجاج۔ مصنفہ شیخ حجاج بن محمد متوفی سنہ ۱۸۶ھ ایک جلد قریب بصحت ہے،

البرہان فی توجیہ متشابہ القرآن مصنفہ امام کسائی سنہ ۱۸۹ھ۔

تفسیر ثور۔ مصنفہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن ثور صنعانی متوفی سنہ ۱۹۰ھ تین جلد قریب بصحت

تفسیر وکیع۔ مصنفہ شیخ وکیع ابن الجراح محدث متوفی سنہ ۱۹۶ھ

تفسیر سفیان۔ مصنفہ شیخ سفیان بن عیینہ محدث متوفی سنہ ۱۹۸ھ

تفسیر ہشیم۔ مصنفہ شیخ ہشیم بن بشیر متوفی سنہ ۱۹۹ھ

تفسیر ابن وہب۔ مصنفہ شیخ عبداللہ بن وہب بن مسلم الفہمی القرشی متوفی سنہ ۱۹۹ھ

احکام القرآن مصنفہ امام شافعی متوفی سنہ ۲۰۴ھ۔ شیخ ابو محمد مکی قیسی متوفی سنہ ۴۳۷ھ نے اس کا اختصار کیا اور مختصر احکام القرآن نام رکھا، شیخ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی سنہ ۴۵۸ھ و شیخ جمال الدین محمود بن احمد معروف ابن سراج قونوی حنفی متوفی سنہ ۷۷۰ھ نے بھی اسکی تلخیص کی۔

تفسیر ابن عبادہ۔ مصنفہ شیخ روح بن عبادہ متوفی سنہ ۲۰۵ھ

تفسیر ابن ہارون مصنفہ شیخ یزید بن ہارون متوفی سنہ ۲۰۶ھ

تفسیر الدینوری۔ مصنفہ شیخ ابو حنیفہ احمد بن داؤد نحوی لغوی متوفی سنہ ۲۰۹ھ۔ اس تفسیر میں رطب و یابس بہت کچھ ہے۔

مجاز القرآن۔ مصنفہ شیخ ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ بصری متوفی سنہ ۲۱۰ھ

تفسیر عبدالرزاق۔ مصنفہ شیخ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی سنہ ۲۱۱ھ

تفسیر الفریابی مصنفہ شیخ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی متوفی سنہ ۲۱۲ھ۔

تفسیر ابن ابی ایاس۔ مصنفہ شیخ آدم بن ابی ایاس عسقلانی متوفی سنہ ۲۲۰ھ۔

تفسیر سنید۔ مصنفہ شیخ سنید ابن داؤد المصیصی متوفی سنہ ۲۲۰ھ۔

تصانیف قرن ثالث

اسباب النزول ۔ مصنفہ شیخ علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ
تفسیر ابن ابی شیبہ مصنفہ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد کوفی متوفی ۲۳۵ھ
تفسیر ابن راہویہ مصنفہ شیخ ابو یعقوب اسحق ابن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی نخعی نیشا بوری متوفی ۲۳۸ھ
رغائب القرآن مصنفہ شیخ ابی مروان عبدالملک بن حبیب مالکی قرطبی متوفی ۲۳۹ھ
احکام القرآن مصنفہ ابوالحسن علی بن حجر سعدی متوفی ۲۴۴ھ
اختلاف المصاحف مصنفہ امام ابوحاتم سہل بن محمد سجستانی متوفی ۲۴۸ھ۔
تفسیر عبد بن حمید ۔ مصنفہ شیخ عبد بن حمید متوفی ۲۴۹ھ
تفسیر البخاری مصنفہ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ یہ تفسیر اس تفسیر کے علاوہ تھی جو صحیح بخاری میں شامل ہے۔

کتب عہد اختلافی

تفسیر ابن ماجہ ۔ مصنفہ امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
تفسیر ابی سعید ۔ مصنفہ شیخ ابوسعید عبداللہ بن سعید متوفی ۲۵۰ھ
تفسیر بقی ۔ مصنفہ امام ابوعبدالرحمن بقی بن مخلد قرطبی متوفی ۲۷۶ھ
احکام القرآن مصنفہ قاضی ابی اسحاق اسماعیل بن اسحاق ازدی بصری متوفی ۲۸۲ھ
کتاب سجود القرآن ۔ مصنفہ شیخ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد الحربی المتوفی ۲۸۵ھ
کتاب الشواذ ۔ مصنفہ شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ ثعلب نحوی متوفی ۲۹۱ھ
تفسیر نسفی ۔ مصنفہ امام ابراہیم بن امام قاضی ابراہیم بن معقل نسفی حنفی متوفی ۲۹۵ھ
تفسیر انماطی مصنفہ امام ابواسحق ابراہیم بن اسحاق نیشا بوری متوفی ۳۰۳ھ
احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن موسیٰ بن یزداد قمی حنفی متوفی ۳۰۵ھ
اعجاز القرآن ۔ مصنفہ شیخ محمد بن یزید واسطی متوفی ۳۰۶ھ شیخ عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ھ نے اس کی دو شرحیں لکھیں، بڑی کا نام معتضد، چھوٹی کا نام صغیر ہے،

تفسیر نیشا بوری قدیم - مصنفہ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم متوفی ۳۱۰ھ -
تفسیر ابن جریر - مصنفہ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، امام ابن جریر نے یہ تفسیر تیس ہزار ورق پر لکھی تھی، اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا، عظیم الشان اور معتبر تفسیر ہے، لیکن اس میں ضحاک کے اقوال جو بروایت بشر بن عمارہ منقول ہیں وہ غیر معتبر ہیں کیونکہ بشر ضعیف راوی ہیں۔ اس تفسیر کا ترجمہ فارسی میں امیر منصور بن نوح سامانی نے کرایا، اس امیر کا عہد حکومت ۳۵۰ھ سے شروع ہوا
معانی القرآن معروف تفسیر الزجاج - مصنفہ شیخ ابو اسحق ابراہیم بن سری نحوی متوفی ۳۱۰ھ

تصانیف قرون ثلاثہ کے بعد (چوتھی صدی ہجری میں)

تفسیر ابن المنذر مصنفہ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشا بوری متوفی ۳۱۸ھ
تفسیر کعبی - مصنفہ شیخ القاسم عبداللہ بن احمد حنفی معتزلی معروف کعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۲) جلد
تفسیر ابی الحسن مصنفہ شیخ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل اشعری امام اہل سنت متوفی ۳۲۰ھ
احکام القرآن مصنفہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ -
جامع التاویل مصنفہ شیخ محمد بن بحر الاصفہانی متوفی ۳۲۲ھ -
مصادر القرآن مصنفہ شیخ ابراہیم بن یزیدی متوفی ۳۲۵ھ -
تفسیر ابن ابی حاتم، مصنفہ شیخ ابن ابی حاتم عبدالرحمن بن محمد رازی متوفی ۳۲۷ھ
الخرزی - مصنفہ شیخ ابوبکر محمد بن عزیز سجستانی الخرزی متوفی ۳۳۰ھ
تفسیر الخرقی مصنفہ شیخ ابی القاسم عمر بن حسین دمشقی حنبلی متوفی ۳۳۸ھ (۲۱ جلد)
تفسیر النحاس مصنفہ شیخ ابوجعفر احمد بن محمد نحوی مصری متوفی ۳۳۸ھ
احکام القرآن مصنفہ شیخ ابو محمد قاسم بن اصبغ قرطبی نحوی متوفی ۳۴۰ھ
تفسیر ابن مقسم مصنفہ شیخ محمد بن حسن معروف بابن مقسم نحوی ۳۴۱ھ
تفسیر ابن دستویہ - مصنفہ شیخ عبداللہ بن جعفر نحوی متوفی ۳۴۷ھ
شفاء الصدور - مصنفہ شیخ ابی بکر محمد بن حسن معروف نقاش موصلی متوفی ۳۵۱ھ موافق مذہب معتزلہ
تاج المعانی فی تفسیر سبع المثانی مصنفہ شیخ ابو النصر منصور بن سعید بن احمد بن حسن ۳۵۳ھ
تفسیر نیشا بوری مصنفہ شیخ احمد بن محمد نیشا بوری متوفی ۳۵۳ھ

تفسیر ابن حبان (بالباء الموحدہ) مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن جعفر البستی متوفی ۳۵۴ھ
انہوں نے اور ابوالشیخ نے جو روایات جویبر کی نقل کی ہیں وہ غیر معتبر ہیں۔
تفسیر ابن حیان (بالیاء) مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن حیان معروف ابی الشیخ متوفی ۳۶۹ھ
تقریب۔ مصنفہ شیخ ابی منصور محمد بن احمد الازہری متوفی ۳۷۰ھ انکی ایک تفسیر سبع الطوال بھی ہے۔

احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوبکر احمد بن محمد معروف جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ

تفسیر ابی اللیث۔ مصنفہ امام ابواللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی حنفی متوفی ۳۸۳ھ۔ شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اسکی احادیث کی تخریج کی۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد معروف عرب شاہ حنفی متوفی ۸۵۴ھ نے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا۔

تفسیر ابن عطیہ قدیم مصنفہ شیخ ابومحمد عبداللہ بن عطیہ دمشقی متوفی ۳۸۳ھ

تفسیر الرمانی۔ مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن علیسی نحوی متوفی ۳۸۴ھ۔ اس تفسیر کو شیخ عبدالملک بن علی موذن ہروی متوفی ۴۸۹ھ نے مختصر کیا۔

تفسیر الادفوی مصنفہ شیخ محمد بن علی بن احمد المقری الحنفی متوفی ۳۸۸ھ۔ یہ تفسیر ایک سو بیس جلدوں میں تھی۔ اس کا نام الاستغنا فی علوم القرآن ہے۔ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے دیکھا تھا۔

اعجاز القرآن مصنفہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ۔

سماورغ الدرر۔ مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عراق خوارزمی متوفی ۳۹۰ھ۔

تفسیر عسکری۔ مصنفہ شیخ ابوہلال حسن بن عبداللہ متوفی ۳۹۵ھ

تفسیر خلف، مصنفہ شیخ خلف بن احمد سجستانی متوفی ۳۹۹ھ

مات القرآن علی ترتیب السور۔ مصنفہ شیخ ابوالفرج احمد بن علی المقری ہمدانی متوفی ۴۰۰ھ

کتب صدی پنجم

اسباب النزول مصنفہ شیخ عبدالرحمن بن محمد بن فطیس معروف ابن مطرف اندلسی متوفی ۴۰۲ھ۔ شیخ ابونصر سیف الدین بن اسبکینی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

امثال القرآن مصنفہ شیخ ابوعبدالرحمن بن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ

تفسیر ابن فورک مصنفہ امام ابوبکر محمد بن حسن نیشاپوری شافعی متوفی سنہ ۴۰۶ھ
تفسیر نیشاپوری مصنفہ شیخ ابوالقاسم حسن بن محمد واعظ متوفی سنہ ۴۰۶ھ
تفسیر ابن مردویہ، مصنفہ شیخ ابوبکر احمد بن موسی اصفہانی متوفی سنہ ۴۱۰ھ، یہ تفسیر بہت زیادہ غیر معتبر ہے، اس میں ضحاک کی اکثر روایات جو ابن عباس کی طرف منسوب ہیں جویبر کے واسطہ سے ہیں جویبر کو محدثین نے کذاب لکھا ہے۔

تفسیر السلمی مصنفہ شیخ ابی عبدالرحمن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری متوفی سنہ ۴۱۲ھ۔ اس کا نام حقایق بھی ہے، یہ بہت غیر معتبر تفسیر ہے،

تفسیر معوذتین۔ مصنفہ شیخ الرئیس بوعلی بن سینا متوفی سنہ ۴۲۷ھ، انکی ایک تفسیر سورۂ اخلاص بھی ہے
تفسیر ابی منصور مصنفہ شیخ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی متوفی سنہ ۴۲۹ھ
البرہان۔ مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سعید حوفی متوفی سنہ ۴۳۰ھ (دس جلد)
تفسیر ضریر مصنفہ شیخ اسمعیل بن احمد بن عبداللہ نیشاپوری الضریر متوفی سنہ ۴۳۰ھ
التفصیل الجامع لعلوم التنزیل مصنفہ شیخ ابوالعباس احمد بن عمار المہدوی متوفی سنہ ۴۳۱ھ
تفسیر فناری۔ مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری متوفی سنہ ۴۳۴ھ
تفسیر ابی ذر۔ مصنفہ شیخ عبد بن احمد بن محمد ہروی مالکی متوفی سنہ ۴۳۷ھ
تفسیر مکی۔ مصنفہ شیخ ابو محمد مکی ابن ابی طالب حموش قیسی مقری متوفی سنہ ۴۳۷ھ (۱۵ جلد)
تفسیر الجوینی مصنفہ شیخ ابو محمد عبداللہ بن یوسف نیشاپوری متوفی سنہ ۴۳۸ھ، اس تفسیر میں ہر آیت کی دس طرح تفسیر کی گئی ہے۔

ضیاء القلوب مصنفہ شیخ ابی الفتح سلیم بن ایوب رازی متوفی سنہ ۴۴۷ھ۔ اسکو شیخ ابو محمد عبدالغنی بن قاسم بن حسن بن ابی القاسم شافعی مصری متوفی سنہ ۵۷۲ھ نے مختصر کیا۔

الفصول فی الغایات مصنفہ شیخ ابوالعلا احمد بن عبداللہ المعری متوفی سنہ ۴۴۹ھ
تفسیر الماوردی مصنفہ امام ابوالحسن علی بن حبیب شافعی متوفی سنہ ۴۵۰ھ اس تفسیر کو شیخ ابوالفیض محمد بن علی بن عبداللہ حلبی نے مختصر کیا۔

تفسیر ابی بکر۔ مصنفہ شیخ ابوبکر عتیقی بن محمد الدوی الفارسی، یہ تفسیر بعہد سلطان الب ارسلان سلجوقی تصنیف ہوئی یہ بادشاہ سنہ ۴۵۴ھ میں تخت نشین ہوا۔

العیون فی القرات مصنفہ شیخ ابو طاہر اسمعیل بن خلف الصقلی سنہ ۴۵۵ھ، یہ کتاب بائیں پورے

کتب خانہ میں ہے ۵۲ھ کی لکھی ہوئی ہے

احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔

تفسیر اصفہانی قدیم مصنفہ شیخ ابومسلم محمد بن علی معتزلی ادیب متوفی ۴۵۹ھ (۲۰ جلد)

البیان۔ مصنفہ شیخ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ

تیسیر معروف تفسیر قشیری مصنفہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن متوفی ۴۶۵ھ

حاوی مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ۔

تاج التراجم مصنفہ امام شاہفور ابوالمظفر طاہر بن محمد اسفرائینی متوفی ۴۷۱ھ، انکی ایک تفسیر اور ہے جو تفسیر اسفرائینی کے نام سے مشہور ہے،

البیان۔ مصنفہ شیخ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ

تفسیر جرجانی مصنفہ شیخ عبدالقاہر بن عبدالرحمن جرجانی متوفی ۴۷۴ھ۔ انکی ایک تفسیر فاتحۃ الکتاب بھی ہے۔

تفسیر ابی معشر مصنفہ شیخ ابی معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری متوفی ۴۷۸ھ اس تفسیر کا نام تطبیق المکررات بھی ہے۔

تفسیر امام الحرمین مصنفہ امام ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ جوینی متوفی ۴۷۸ھ

حدائق ذات البہجۃ۔ مصنفہ شیخ ابویوسف عبدالسلام بن محمد قزوینی متوفی ۴۸۳ھ

جمان فی تشبیہات القرآن مصنفہ شیخ عبدالباقی بن محمد بن حسین معروف ابن ناقیا متوفی ۴۸۵ھ۔

البرہان۔ مصنفہ شیخ ابوالمعالی عزیزی بن عبدالملک معروف شیدلہ متوفی ۴۹۴ھ

تفسیر حلوانی مصنفہ شیخ ابوعبداللہ سلیمان بن عبداللہ متوفی ۴۹۴ھ

درۃ التاویل مصنفہ امام حسین بن محمد بن المفضل الراغب اصفہانی متوفی ۵۰۰ھ

تفسیر السمعانی مصنفہ امام ابوالمظفر منصور بن محمد مروزی متوفی ۵۰۰ھ

تفسیر الشیرازی۔ مصنفہ شیخ ابومحمد عبدالوہاب بن محمد شافعی متوفی ۵۰۰ھ یہ تفسیر نظم میں ہے اس میں ایک لاکھ اشعار ہیں۔

تفسیر ابی بکر مصنفہ شیخ ابوبکر بن عبدوس متوفی ۵۰۰ھ۔

کتب صدی ششم

لُباب التفسیر مصنفہ تاج القراشیخ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی مقری متوفی سنہ ۵۰۰ھ، اس کو تفسیر کرمانی بھی کہتے ہیں، ان کی ایک تفسیر الغرایب والعجائب نام ہے

البدیع والبیان مصنفہ شیخ حسن بن فتح بن حمزہ ہمدانی متوفی سنہ ۵۰۱ھ

تفسیر الخطیب التبریزی۔ مصنفہ شیخ ابوزکریا یحیی بن علی ادیب متوفی سنہ ۵۰۲ھ

احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن محمد معروف کیاہراس بغدادی متوفی سنہ ۵۰۴

تفسیر الغزالی۔ مصنفہ حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی متوفی سنہ ۵۰۵ھ (۴۰) جلد، اس تفسیر کا نام یاقوت التاویل ہے،

انتصار مصنفہ شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد عکبری متوفی سنہ ۵۱۶ھ۔

معالم التنزیل۔ مصنفہ شیخ ابی محمد حسین بن مسعود الفراالبغوی الشافعی متوفی سنہ ۵۱۶ھ اس تفسیر میں بے اصل قصے بھی ہیں۔

تفسیر ابن ابی حمزہ مصنفہ امام حافظ عبداللہ بن سعید ازوی اندلسی متوفی سنہ ۵۲۵ھ

تفسیر کشاف۔ مصنفہ علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمرالزمخشری خوارزمی متوفی سنہ ۵۲۸

اس تفسیر میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن بعض نقائص نہایت اہم ہیں۔

ایک یہ کہ جو آیت عقیدۂ اعتزال کے خلاف ہے مفسر نے کلام طویل اور تاویلات رکیکہ سے ان کو اعتزال کے موافق بنانے کی کوشش کی ہے، دوسرے یہ کہ مفسر نے اولیاء اللہ پر طعن کیا ہے تیسرے یہ کہ اہل سنت والجماعت کو سخت سُست لکھا ہے۔

اس تفسیر پر بہت سی کتابیں مختلف صورتوں سے مختلف مضامین پر لکھی گئی ہیں۔ کسی نے اسکی تردید کی ہے، کسی نے تشئید کی ہے کسی نے اسکی احادیث کی تخریج کی ہے، کسی نے اسپر انتقاد کیا ہے، کسی نے اختصار وایجاز کیا ہے، کسی نے حواشی لکھے ہیں۔

شیخ محمد بن علی انصاری متوفی سنہ ۶۶۲ھ نے اس کو مختصر کیا ہے۔

امام ناصرالدین احمد بن محمد بن منیر اسکندری مالکی متوفی سنہ ۶۸۳ھ نے اس پر کتاب لکھی، جس کا نام انتصاف ہے۔ اسمیں زمخشری کے اعتزال کو بیان کیا ہے، اور بطریق احسن اس سے جدال ومناقشہ کیا ہے۔

امام علم الدین بن عبدالکریم بن علی عراقی متوفی سنہ ۷۰۴ھ نے ایک کتاب لکھی اس میں کشاف وانتصاف پر محاکمہ ہے۔ شیخ قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی سنہ ۷۱۰ھ نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے۔

شیخ ابو علی عمر بن محمد بن خلیل سکوتی مغربی متوفی سنہ ۷۱۷ھ نے ایک کتاب لکھی اس کا نام کتاب التمییز علی الکشاف ہے۔

شیخ شرف الدین حسین بن محمد طیبی متوفی سنہ ۷۴۳ھ نے چھ جلدوں میں حاشیہ لکھا اسکا نام فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب ہے،

شیخ عمر بن عبدالرحمن فارسی قزوینی متوفی سنہ ۷۴۵ھ نے حاشیہ لکھا اس کا نام کشف ہے

شیخ فخرالدین احمد بن حسن جاربردی متوفی سنہ ۷۴۶ھ نے حاشیہ لکھا۔

شیخ تاج الدین بن مکتوم متوفی سنہ ۷۴۹ھ نے کتاب الدر اللقیط من البحر المحیط لکھی اسمیں کشاف کے متعلق بھی مباحث ہیں۔

شیخ عماد الدین یحیی بن قاسم علوی معروف فاضل یمنی متوفی سنہ ۷۵۰ھ نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا، اس کا نام درر الاصداف من حواشی الکشاف ہے۔

امام جمال الدین بن عبداللہ بن یوسف بن ہشام متوفی سنہ ۷۶۲ھ نے انتصاف اور کشاف دونوں کی تلخیص کی ہے۔

شیخ قطب الدین محمد تحتانی بن محمد رازی متوفی سنہ ۷۶۶ھ نے شرح لکھی مگر ناتمام چھوڑی

صاحب قاموس متوفی سنہ ۸۱۷ھ نے کشاف کے خطبہ کی شرح لکھی اس کا نام خطبۃ الخشاف فی حل خطبۃ الکشاف ہے۔ پھر دوسری شرح لکھی اس کا نام نغبۃ الرشاف من خطبۃ الکشاف ہے

شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی سنہ ۷۸۳ھ نے شرح لکھی یہ زہراوین پر ہے۔

شیخ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی سنہ ۷۹۲ھ نے حاشیہ لکھا۔

شیخ سراج الدین بن عمر بن رسلان بلقینی متوفی سنہ ۸۰۵ھ نے تین جلدوں میں حاشیہ لکھا اس کا نام الکشاف علی الکشاف ہے۔

سید شریف جرجانی بن محمد متوفی سنہ ۸۱۶ھ نے حاشیہ لکھا۔ مگر ناتمام چھوڑا، اس حاشیہ پر شیخ محی الدین محمد بن الخطیب متوفی سنہ ۹۰۱ھ نے حاشیہ لکھا۔

سید علاؤ الدین علی طوسی متوفی سنہ ۸۱۶ھ نے کشاف پر حاشیہ لکھا، اس حاشیہ پر شیخ

محمد بن سلیمان بن کمال پاشا متوفی سنہ ۹۴۰ھ حاشیہ لکھا۔
سید کے حاشیہ پر ایک حاشیہ شیخ حسین چلپی بن محمد شاہ فناری متوفی سنہ ۸۸۵ کا بھی ہے،
شیخ برہان الدین حیدر بن ہروی متوفی سنہ ۸۳۰ھ نے کشاف پر حاشیہ لکھا۔
شیخ یوسف بن حسن تبریزی متوفی سنہ ۸۰۴ھ نے حاشیہ لکھا ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ نے بھی اس پر ایک کتاب لکھی۔
شیخ ولی الدین ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی متوفی سنہ ۸۶۲ھ نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا
شیخ علاؤ الدین محمد شاہر دردی معروف مصنفک متوفی سنہ ۸۷۱ھ نے حاشیہ لکھا۔
شیخ علی الشہیر سمولی عران طوسی سنہ ۸۸۷ھ۔ شیخ محمد بن یوسف بن عمر بن شعیب سنوسی مالکی سنہ ۸۹۵
شیخ اسماعیل کمال الدین قرامانی نے حاشیہ لکھا یہ حاشیہ بعہد سلطان بایزید ثانی تصنیف ہوا
سلطان نے سنہ ۹۱۷ھ تک حکومت کی۔
شیخ عبدالاول حسین معروف ام ولد متوفی سنہ ۹۵۰ھ نے کشاف کی تلخیص کی۔
ان کے علاوہ اور بھی شروح و حواشی ہیں، خاص خاص کا ذکر کر دیا گیا۔

تفسیر اصفہانی - مصنفہ قوام السنۃ امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد فضل تیمی متوفی سنہ ۵۳۵ھ
ان کی چار تفسیریں ہیں، ایک کا نام جامع ہے ۳۰ جلد، دوسری کا نام معتمد ہے (۱۰) جلد تیسری کا نام
ایضاح ہے (۴) جلد، چوتھی کا نام موضح ہے ۳ جلد۔

البیان مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن حسن باتولی متوفی سنہ ۵۳۵ھ
تیسیر مصنفہ شیخ ابوالفیض نجم الدین عمر بن محمد نسفی متوفی سنہ ۵۳۷ھ۔
تفسیر ابوالبقاء مصنفہ شیخ عبداللہ بن حسین عکبری متوفی سنہ ۵۳۸ھ
تفسیر خوارزمی - مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عراق بن محمد بن علی حنفی متوفی سنہ ۵۳۹ھ
تفسیر ابن عطیۃ المتاخر مصنفہ شیخ ابو محمد عبدالحق بن ابی بکر بن غالب بن عطیہ الغرناطی
متوفی سنہ ۵۴۲ھ اس تفسیر کا نام محرر الوجیز ہے؛
احکام القرآن مصنفہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ معروف ابن العربی المالکی متوفی سنہ ۵۴۳ھ
انوار الفجر مصنفہ قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی سنہ ۵۴۳ھ (۸۰) جلد۔
تفسیر البیہقی مصنفہ شیخ ابوالمحاسن سعود بن علی بیہقی معروف فخر زمان متوفی سنہ ۵۴۴ھ
تفسیر علائی - مصنفہ شیخ محمد بن عبدالرحمن بخاری علائی ملقب زاہد حنفی متوفی سنہ ۵۴۶ھ
(۱۰۰۰ جلد)

سر العلوم و المعانی المستودعۃ فی سبع المثانی مصنفہ شیخ ابی العباس احمد بن سعد الاقلیسی متوفی سنہ ۵۵۰ھ۔

ایجاز البیان مصنفہ شیخ نجم الدین ابوالقاسم محمود معروف بیان الحق بن ابی الحسن نیشاپوری قزوینی متوفی سنہ ۵۵۳ھ

تفسیر حجۃ الافاضل مصنفہ شیخ علی بن محمد الخوارزمی متوفی سنہ ۵۶۰ھ

تراجم الاعاجم مصنفہ شیخ محمد بن ابی القاسم البقالی خوارزمی متوفی سنہ ۵۶۲ھ

تفسیر ابن ابی مریم مصنفہ شیخ نصر بن علی شیرازی متوفی سنہ ۵۶۵ھ

تفسیر ابن ظفر مصنفہ شیخ ابوہاشم شمس الدین محمد بن محمد صقلی متوفی سنہ ۵۶۵ھ

ینبوع الحیات۔ مصنفہ شیخ ابی عبداللہ بن صفر بن محمد الصقلی متوفی سنہ ۵۶۷ھ۔ یہ تفسیر کتب خانہ خدیویہ مصر میں ہے تین جلدوں میں ہے مگر ناقص ہے۔

تفسیر سورۃ الاخلاص۔ مصنفہ شیخ ابی الدہان سعید بن مبارک نحوی متوفی سنہ ۵۶۹ھ اس تفسیر کا نام اخلاصیہ ہے، ان کی ایک بڑی تفسیر چار جلدوں میں ہے۔

تفسیر ابن حکم۔ مصنفہ شیخ ابوالمظفر محمد بن اسعد متوفی سنہ ۵۶۹ھ۔

تفسیر ابی الحسن مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عبداللہ انصاری مالکی متوفی سنہ ۵۷۷ھ

البصایر۔ مصنفہ شیخ ابوجعفر ظہیر الدین محمد بن محمود نیشاپوری زبان فارسی سنہ ۵۷۷ھ

التعریف والاعلام۔ مصنفہ شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ اندلسی سہیلی متوفی سنہ ۵۸۱ھ

تفسیر التفسیر۔ مصنفہ شیخ ناصر الدین عالی بن ابراہیم بن اسمٰعیل غزلوی حنفی متوفی سنہ ۵۸۲ھ

تفسیر العتابی مصنفہ امام ابونصر احمد بن محمد حنفی متوفی سنہ ۵۸۶ھ

اسباب النزول۔ مصنفہ شیخ ابی جعفر محمد بن علی بن شعیب مازندرانی متوفی سنہ ۵۸۸ھ

تبیان۔ شیخ ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل طالقانی متوفی سنہ ۵۹۰ھ

زاد المسیر۔ مصنفہ شیخ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن جوزی متوفی سنہ ۵۹۷ھ، ان کی اور تفسیریں بھی ہیں چار جلد، اور ایک تفسیر ان کی ۲۷ جلدوں میں ہے۔

احکام القرآن۔ مصنفہ شیخ عبدالمنعم بن محمد بن فرس غرناطی متوفی سنہ ۵۹۷ھ۔

تفسیر نعمانی۔ مصنفہ شیخ ظہیر الدین ابوعلی حسن بن خطیر بن ابی الحسن متوفی سنہ ۵۹۸ھ

تصانیف صدی ہفتم

تفسیر العراقی مصنفہ شیخ علم الدین عبدالکریم بن علی متوفی ۷۰۴ھ
مفاتیح الغیب مصنفہ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی متوفی ۶۰۶ھ۔ یہ تفسیر تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ دلائل و علوم کا خزانہ ہے۔ دس جلدوں میں ہے، امام صاحب سورۂ انبیاء تک تصنیف کرنے پائے تھے، کہ وفات پائی شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی متوفی ۷۲۷ھ نے اس کی تکمیل کی۔ اور اس کا تکملہ قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی متوفی ۶۳۹ھ نے بھی لکھا، اس تفسیر کو شیخ برہان الدین محمد بن محمد النسفی متوفی ۶۸۶ھ نے مختصر کیا۔

امام رازی کی ایک اور تفسیر بھی ہے اس کا نام مفاتیح العلوم ہے۔ اور ایک تفسیر سورۂ اخلاص بھی ہے راقم سطور نے رسالہ اکسیر فی اصول التفسیر مصنفہ نواب صدیق حسن خان میں جب امام رازی اور ان کی تفسیر کے متعلق یہ فقرہ دیکھا "مؤلف وے از علوم حدیث بے خبر است" اور آگے بعض قدیم الخیال اہل علم کی آڑ لیکر لکھا ہے کہ "اس تفسیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے"۔ تو دل پر ایک چوٹ لگی۔

ایک محترم اور مسلم الثبوت امام اور ایک کثیر النفع تفسیر کے متعلق یہ فقرات دیکھکر کون منصف مزاج ذی علم ہوگا جو برہم نہ ہوگا۔ نواب صاحب کی تصانیف کو جن حضرات نے دیکھا ہوگا، ان پر واضح ہو گیا ہوگا کہ نواب صاحب کی نگاہ میں اپنے تصانیف اور اپنے اہل خاندان کی تصانیف اور اپنے شیخ الشیوخ قاضی شوکانی کے تصانیف کے سوا کسی کی تصنیف نہیں جچتی۔ ان کو جہاں تک موقع ملا ہے متقدمین و متاخرین میں کسی کو اعتراض سے خالی نہیں چھوڑا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نواب صاحب پر ان کی حیات میں اور ان کے بعد بھی ہر قسم کے اعتراضات ہوئے اور نہایت رکیک اُمور اُن کی طرف منسوب ہوئے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ۔ یہ ہے گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

امام رازی چھٹی صدی کے ائمہ میں سے تھے، مذہب شافعی کے مجتہد منتسب تھے۔ جب ایسے مجتہد و امام حدیث سے بیخبر تھے، تو کون باخبر ہوگا۔ اور وہ کیسی حدیثیں ہونگی جو چھ صدی تک ائمہ و مجتہدین سے مستور رہیں اور تیرہویں و چودہویں صدی میں علامہ شوکانی اور نواب صاحب اُن پر آگاہ ہوئے، نواب صاحب نے علم رسم الخط اور علم قرارت وغیرہ علوم کو بھی علوم تفسیر میں شمار کیا ہے، اور انجیل و توریت اور زبور کو بھی فہرست تفاسیر میں ذکر کیا ہے تو وہ دلائل عقلیہ و نقلیہ جو اثبات آیات اور

حکام قرآن کے متعلق لکھے جائیں اور وہ اُمور جوان دلائل کی نصرت کیلئے مذکور ہوں کیوں خارج از تفسیر ہوں گے ان کو تو عین تفسیر کہنا چاہیے۔

درحقیقت جس قدر علوم قرآن مجید سے متعلق ہیں وہ سب علم تفسیر سے بھی متعلق ہیں کیونکہ علم تفسیر کا موضوع قرآن مجید ہے،

امام رازی سے بہت قبل کے زمانہ میں تفسیر صرف معنی و مطلب آیت اور اس کے متعلق حدیث کے ذکر کرنے کو کہتے تھے، جس قدر زمانہ گذرتا گیا اور مختلف ممالک اور مختلف اقوام کے لوگ داخل اسلام ہوتے گئے۔ اور نئے علوم و فنون ایجاد ہوئے۔ تو ضرورت لاحق ہوئی کہ موجودہ علوم و فنون سے بھی تفسیر میں کام لیا جائے۔

تاریخ شاہد ہے علما و فضلا کے اقوال بکثرت موجود ہیں کہ یہ تفسیر جس زمانہ میں تصنیف ہوئی اگر تصنیف نہ ہوتی تو ہزاروں مسلمان اسلام کو سلام کر چکتے۔ نواب کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود علم و فضل زمانہ شناسی سے جناب کو مس نہ تھا۔ امام رازی کا یہ بے نظیر کارنامہ ہے اور جس طرح چھٹی صدی ہجری میں کارآمد تھا، اسی طرح آج تک کارآمد ہے،

نواب صاحب اپنی تفسیر فتح البیان کی تعریف میں خود لکھتے ہیں " درباب خود بے مثل و عدیم النظیر واقع شدہ است" دوسری جگہ لکھتے ہیں " تفسیر قرآن چنیں می باید"

درحقیقت قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر اور نواب صاحب کی تفسیر فتح البیان بہت اچھی تفسیریں ہیں لیکن اس قدر ثنا و صفت کی مستحق نہیں ہیں ؎

ثنائے خود بخود گفتن نزیبد مرد دانا را

لیکن ان تفسیروں سے بہتر تفسیریں پہلے بھی لکھی گئی ہیں اور بعد کو بھی، اور قاضی شوکانی اور نواب صاحب کی تفسیریں متقدمین کی تفاسیر کی نقول ہیں، ذاتی جد و جہد کا ان میں کم دخل ہے،

نواب صاحب اور قاضی شوکانی کی سعی چند سے کارآمد رہی اور امام رازی کا فیض چھٹی صدی سے آج تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ؎

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

تفسیر ابن الاثیر مصنفہ شیخ ابوالسعادت مبارک بن محمد بن اثیر جزری متوفی سنہ ۶۰۶ھ

عرائس البیان مصنفہ شیخ ابو محمد روزبہان ابی نصر بقلی شیرازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ

تبصرہ۔ مصنفہ شیخ موفق الدین ابوالعباس احمد بن یوسف کواشی موصلی متوفی سنہ ۶۸۰ھ

تفسیر دہرانی ۔ مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن مبارک خطیب داریا متوفی ۶۱۵ھ
البیان مصنفہ شیخ ابی عبداللہ محمد بن احمد زہری متوفی ۶۱۷ھ
تفسیر نجم الدین مصنفہ شیخ نجم احمد بن عمر خیوفی معروف کبری متوفی ۶۱۸ھ (۱۲) جلد
ارشاد مصنفہ شیخ ابوالحکم عبدالسلام بن عبدالرحمن معروف ابن برجان متوفی ۶۲۷ھ
تفسیر ابن عربی مصنفہ شیخ الشیوخ محی الدین محمد بن علی الطائی اندلسی متوفی ۶۳۸ھ، انکی دو تفسیریں اور ہیں۔

نہایۃ البیان ۔ مصنفہ شیخ ابومحمد جمال الدین معافا ابن اسمٰعیل بن حسین بن ابی البیان موصلی متوفی ۶۴۰ھ (۶ جلد)

لغتۃ البیان ۔ مصنفہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی متوفی ۶۳۲ھ
تفسیر السخاوی ۔ مصنفہ شیخ علم الدین ابوالحسن علی بن محمد مصری شافعی متوفی ۶۴۳ھ ۴ جلد
بیان المتن مصنفہ شیخ قاسم بن محمد قرطبی طلیسان متوفی ۶۴۳ھ
تفسیر زینی ۔ مصنفہ شیخ نجم الدین بشیر بن ابی بکر بن حامد بن سلیمان بن یوسف زینی محلی متوفی ۶۴۶ھ
تفسیر ابن زملکانی مصنفہ شیخ کمال الدین عبدالواحد بن عبدالکریم متوفی ۶۵۱ھ ۔ اس تفسیر کا دوسرا نام نہایۃ التامیل بھی ہے۔

تہذیب مصنفہ شیخ ابی سعد محسن بن کرامۃ الجشمی البیہقی (مصنفہ ۶۵۲ھ)
تفسیر سبط ابن الجوزی مصنفہ شیخ ابوالمظفر شمس الدین یوسف بن فزاد علی متوفی ۶۵۴ھ ۳۰ جلد۔

بدائع القرآن مصنفہ شیخ ابن ابی الاصبع ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالواحد قیروانی مصری متوفی ۶۵۴ھ۔

تفسیر المرسی مصنفہ ابوالفضل شرف الدین محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی الفضل شافعی متوفی ۶۵۵ھ ۔ ان کی تین تفسیریں ہیں ایک کبیر ۳۰ جلدوں میں، دوسری اوسط ۱۰ جلدوں میں تیسری صغیر ۳ جلد۔ بعض نے ابوعبداللہ شرف الدین لکھا ہے۔
رموز الکنوز ۔ مصنفہ شیخ عزالدین عبدالرزاق بن رزق اللہ رستغنی متوفی ۶۶۰ھ۔
مجاز القرآن مصنفہ شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ۔
تفسیر قرطبی ۔ مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۷۱ھ ۔ اس تفسیر کا

اعجاز البیان تفسیر فاتحہ الکتاب مصنفہ شیخ صدر الدین ابو المعالی محمد بن اسحق متوفی ۶۷۲ھ
تفسیر الدبیری مصنفہ شیخ سعید الدین عبد العزیز بن احمد حنفی متوفی ۶۷۳ھ
تفسیر ابن رزین مصنفہ قاضی تقی الدین محمد بن حسین حموی متوفی ۶۸۰ھ
تفسیر کواشی مصنفہ شیخ موفق الدین احمد بن یوسف موصلی متوفی ۶۸۰ھ، ان کی دو تفسیریں ہیں ایک کا نام تبصرہ، دوسری کا نام تلخیص ہے۔
تفسیر ابن منیر مصنفہ شیخ ناصر الدین ابو العباس احمد بن منصور اسکندرانی معروف ابن منیر متوفی ۶۸۱ھ اس تفسیر کا نام بحر الکبیر ہے۔
انوار التنزیل معروف تفسیر بیضاوی مصنفہ قاضی ابی سعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ یہ نہایت عمدہ اور معتبر تفسیر ہے، مگر اس میں فضائل سور میں بعض احادیث ضعیف و موضوع بھی لائے ہیں۔ علما و فضلا نے کثرت سے اس تفسیر پر تعلیقات و حواشی لکھے ہیں بعض نے تلخیص کی ہے پھر اس کے تعلیقات و حواشی پر مجلد حواشی لکھے گئے ہیں

تعلیقات تفسیر بیضاوی

تعلیق مصنفہ سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
تعلیق مصنفہ شیخ الشیوخ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی متوفی ۸۲۵ھ
تعلیق مصنفہ سید احمد بن عبد اللہ قریمی متوفی ۸۵۰ھ
تعلیق مصنفہ شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ
تعلیق مصنفہ شیخ کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی متوفی ۹۰۳ھ۔
تعلیق مصنفہ شیخ محی الدین محمد قاسم مشہور اخوین متوفی ۹۰۴ھ یہ تعلیق صرف زہراوین پر ہے
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن مصطفےٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محی الدین محمد اسکلیبی متوفی ۹۲۲ھ
تعلیق مصنفہ شیخ علائی بن محی الدین شیرازی (۹۲۵ھ میں تصنیف ہوئی یہ تعلیق زہراوین پر ہے
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن ابراہیم بن حنبلی حلبی متوفی ۹۷۱ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن کمال تاشکندی (یہ تعلیق سلطان سلیم خان ثانی کیلئے تصنیف کی گئی یہ سلطان ۹۷۴ھ میں تخت نشین ہوا)
تعلیق مصنفہ شیخ مصلح الدین محمد لاری متوفی ۹۷۷ھ (یہ تعلیق زہراوین پر ہے)

تعلیق مصنفہ شیخ مصطفیٰ بن محمد معروف بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ
تعلیق مصنفہ شیخ الاسلام زکریا ابن بیرام الغروی متوفی ۱۰۰۱ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد امین مشہور ابن صدر الدین شروانی متوفی ۱۰۰۲ھ
تعلیق شیخ احمد بن روح اللہ الضاری متوفی ۱۰۰۹ھ
تعلیق مصنفہ شیخ ملا حسین خلخالی حسینی متوفی ۱۰۱۴ھ
تعلیق مصنفہ شیخ رضی الدین محمد بن یوسف مشہور ابن ابی اللطیف متوفی ۱۰۲۸ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۳۶ھ
تعلیق مصنفہ شیخ ہدایت اللہ علائی متوفی ۱۰۳۹ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن موسیٰ لغوی متوفی ۱۰۴۶ھ

ان تعلیقات کے علاوہ اور بھی ہیں بعض مکمل ہیں بعض غیر مکمل، اکثر متفرق سورتوں پر ہیں۔

مختصرات بیضاوی

مختصر تفسیر بیضاوی مرتبہ شیخ محمد بن محمد بن عبد الرحمن معروف امام الکاملیہ شافعی متوفی ۸۷۴ھ
اس کے علاوہ اور بھی مختصرات ہیں جو غیر مکمل ہے۔

حواشی بیضاوی

حاشیہ مصنفہ شیخ ابی بکر بن احمد بن صالح حنبلی متوفی ۷۱۴ھ۔ اس حاشیہ کا نام الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی ہے، اس حاشیہ کے تعلیقات اور حواشی اور ذیل بھی ہیں۔ انمیں سے حاشیہ شیخ محمد بن فرامرز معروف ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ اور ذیل مصنفہ شیخ محمد بن عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ زیادہ مشہور ہیں۔

حاشیہ شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
حاشیہ شیخ الشیوخ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی متوفی ۸۲۵ھ
حاشیہ شیخ نور الدین حمزہ قرامانی متوفی ۷۸۱ھ۔ یہ حاشیہ زہراوین پر ہے، اس کا نام تقسیر التفسیر ہے،

حاشیہ شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم معروف ابن التجید (استاذ سلطان محمد فاتح) یہ حاشیہ تین جلدوں میں ہے نہایت عمدہ اور مفید حاشیہ ہے، سلطان محمد فاتح کا دور حکومت ۸۵۶ھ میں تھا۔
حاشیہ بابا نعمت اللہ بن محمد نخجوانی متوفی ۹۰۰ھ

حاشیہ قاضی زکریا بن محمد انصاری مصری متوفی سنہ ۹۱۰ھ۔ یہ حاشیہ ایک جلد میں ہے اس کا نام فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل ہے)

حاشیہ شیخ جلال الدین بن عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ، اس حاشیہ کا نام شواہد الافکار اور شواہد الابکار ہے۔

حاشیہ شیخ اسماعیل کمال الدین قرامانی۔ یہ سلطان بایزید خان ثانی کے عہد میں تھے، اس سلطان نے سنہ ۹۱۷ھ تک حکومت کی۔

حاشیہ شیخ جمال الدین اسحاق قرامانی متوفی سنہ ۹۳۳ھ

حاشیہ شیخ ابو الفضل قرشی صدیقی خطیب معروف کازرونی متوفی سنہ ۹۴۰ھ (یک جلد)

حاشیہ شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ اسفرائینی متوفی سنہ ۹۴۳ھ یہ حاشیہ نہایت صحیح اور مفصل ومدلل ہے، سلطان سلیمان خان ثانی کی نذر کیا گیا۔

حاشیہ شیخ سعد اللہ بن عیسی مشہور سعدی آفندی متوفی سنہ ۹۴۵ھ، اس حاشیہ پر ان کے بیٹے پیر محمد نے عمدہ اضافہ کیا، اس حاشیہ پر بہت سے رسائل وتعلیقات ہیں۔

اس پر ایک حاشیہ شیخ سنان الدین یوسف بن حسام الدین متوفی سنہ ۹۸۶ھ کا ہے یہ سلطان سلیم خان ثانی کی نذر کیا گیا اور ایک حاشیہ محمد بن عبد الوہاب مشہور عبد الکریم زادہ متوفی سنہ ۹۷۵ کا ہے، اور ایک حاشیہ آٹھ جلدوں میں شیخ شہاب الدین خفاجی کا ہے، اور ایک حاشیہ شیخ عبد اللہ کردی کا ہے،

حاشیہ شیخ محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین مصطفی قوجوی متوفی سنہ ۹۵۱ھ (یہ ایک حاشیہ کثیر النفع اور آسان ہے، آٹھ جلدوں میں ہے

حاشیہ ملا عبد السلام لاہوری متوفی سنہ ۱۰۳۷ھ

حاشیہ ملا عبد السلام دیوہ متوفی سنہ ۱۰۳۹ھ

حاشیہ شیخ مصطفی بن شعبان سروری متوفی سنہ ۹۱۹ھ ان کے دو حاشیے ہیں ایک کا نام کبری دوسری کا نام صغری ہے۔

حاشیہ شیخ محمد بن عبد الوہاب سنہ ۹۵۵ھ شاگرد مفتی ابو السعود۔

حاشیہ شیخ محمود بن حسین فضلی حاذقی مشہور صادقی گیلانی متوفی سنہ ۹۷۰ھ۔ اس حاشیہ کا نام ہدایت الرواۃ الی الفاروق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی ہے

حاشیہ مصلح الدین لاری سنہ ۹۷۹ھ۔

حاشیہ ملا عوض متوفی سنہ ۹۹۴ھ - یہ حاشیہ تیس جلدوں میں ہے۔

حاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتی متوفی سنہ ۹۹۸ھ - اس حاشیہ پر ایک حاشیہ ہے ملا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی سنہ ۱۰۶۷ھ کا اور اس حاشیہ پر حاشیہ ہے حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی متوفی سنہ ۱۱۳۳ھ کا۔ ان حواشی کے علاوہ اور بھی حواشی ہیں، بعض مکمل بعض غیر مکمل بعض مختلف سورتوں پر ہیں۔

شیخ غرس الدین حنفی حلبی متوفی سنہ ۹۷۱ھ نے بیضاوی کی شرح لکھی۔

تفسیر برہان الدین مصنفہ شیخ ابی المعالی برہان الدین احمد بن ناصر حنفی متوفی سنہ ۶۸۹ھ

تفسیر عبد اللطیف مصنفہ شیخ عبد اللطیف بن عز الدین عبد العزیز متوفی سنہ ۶۹۷ھ (۷ جلد)

تفسیر ابن سید الکل مصنفہ شیخ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن عبد اللہ القفطی متوفی سنہ ۶۹۷ھ

التحریر والتحبیر۔ مصنفہ شیخ ابو عبد اللہ جمال الدین محمد بن محمد سلیمان معروف ابن نقیب حنفی بغدادی متوفی سنہ ۶۹۸ھ (۱۰۰) جلد۔

کتب صدی ہشتم

تفسیر فاتحہ الکتاب مصنفہ شیخ ابی اسحق ابراہیم بن احمد رقی حنبلی متوفی سنہ ۷۰۳ھ

تفسیر ابن المنیر مصنفہ شیخ شرف الدین عبد الواحد متوفی سنہ ۷۰۳ھ (۱۰ جلد)

بہجۃ الاریب مصنفہ شیخ علاؤ الدین بن علی بن عثمان بن ابراہیم معروف ابن ترکمانی حنفی ماردہی متوفی سنہ ۷۰۵ھ

تلخیص احکام القرآن مصنفہ شیخ جمال الدین محمود بن احمد ابن سراج قونوی حنفی متوفی سنہ ۷۰۷ھ

البرہان مصنفہ شیخ ابی جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر غرناطی متوفی سنہ ۷۰۸ھ

تفسیر علامی مصنفہ شیخ قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی سنہ ۷۱۰ھ (۴۰) جلد اس تفسیر کا نام فتح المنان بھی ہے۔

مدارک التنزیل مصنفہ امام ابو البرکات عبد اللہ حافظ الدین نسفی بن احمد بن محمود حنفی متوفی سنہ ۷۱۰ھ یہ تفسیر نہایت معتبر ہے، شیخ زین الدین ابو محمد عبد الرحمن بن ابی بکر عینی متوفی سنہ ۸۷۳ھ اسکو مختصر کیا۔ اور مولانا الہ داد جونپوری نے اس پر حاشیہ لکھا۔

فواصل الآیات۔ مصنفہ شیخ سلیمان بن عبد القوی حنبلی متوفی سنہ ۷۱۰ھ۔

تفسیر رشیدی مصنفہ خواجہ رشید الدین فضل اللہ بن ابی الخیر بن علی ہمدانی متوفی ۷۱۸ھ
کفیل مصنفہ قاضی عماد کنازی قاضی اسکندریہ متوفی ۷۲۰ھ (۲۴) جلد
تفسیر فاتحہ الکتاب مصنفہ شیخ محمد بن علی جزالی متوفی ۷۲۳ھ
تفسیر فاتحہ الکتاب مصنفہ شیخ نور الدین ابی الحسن علی بن یعقوب بن جبریل بکری متوفی ۷۲۴ھ
لباب فی معانی التنزیل معروف تفسیر خازن مصنفہ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی متوفی ۷۲۵ھ۔
تفسیر حسن مصنفہ شیخ حسن بن محمد بن حسین مشہور نظام نیشاپوری مصنفہ ۷۳۰ھ۔
یہ تفسیر دولت آباد دکن میں تصنیف ہوئی۔
مختصر اسباب النزول واحدی مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری متوفی ۷۳۲ھ۔
تفسیر السمنانی مصنفہ شیخ ابو المکارم علاؤ الدولہ احمد القاضی متوفی ۷۳۷ھ (۱۲ جلد)
روضات الجنان مصنفہ شیخ ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم حموی شرف الدین مازری متوفی ۷۳۸ھ (۱۰ جلد)
التاویل لمعالم التنزیل مصنفہ شیخ علی بن محمد شیخی بغدادی متوفی ۷۴۱ھ
تفسیر اسکندری مصنفہ شیخ حسین بن ابی بکر نحوی متوفی ۷۴۱ھ (۱۰ جلد)
تفسیر علاؤ الدین مصنفہ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی متوفی ۷۴۱ھ۔
فتوح الغیب عن قناع الریب مصنفہ شیخ شرف الدین حسن محمد مشہور طیبی متوفی ۷۴۳ھ
البحر المحیط مصنفہ شیخ اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۴۵ھ (۱۱) جلد
پھر اس کا اختصار کر کے النہر الماد من البحر رکھا، یہ نو جلدوں میں ہے اس کا اختصار ان کے شاگرد شیخ تاج الدین احمد بن عبد القادر بن مکتوم متوفی ۷۴۷ھ نے کیا، اس کا نام الدر اللقیط ہے۔
تفسیر اصفہانی مصنفہ شیخ الثناء شمس الدین محمود بن عبد الرحمن شافعی متوفی ۷۴۹ھ
تبیان مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب درعی معروف ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
تفسیر السبکی مصنفہ شیخ تقی الدین علی بن عبد الکافی متوفی ۷۵۶ھ اسکا نام الدر النظیم بھی ہے،
القول الوجیز مصنفہ شیخ اشرف الدین احمد بن محمد حلبی معروف ابن سمین متوفی ۷۵۶ھ
تفسیر ابن النقاش مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن علی متوفی ۷۶۳ھ
السابق واللاحق مصنفہ شیخ ابی امامہ بن نقاش محمد بن علی بن عبد الواحد مصری متوفی ۷۶۳ھ
تفسیر ابن عقیل مصنفہ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن نحوی مصری متوفی ۷۶۹ھ

الارشاد والنظائر مصنفہ شیخ ابوالسعادت عبداللہ بن سعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ
تبیان فی تفسیر القرآن مصنفہ شیخ حضر بن عبدالرحمن ازدی متوفی ۷۷۳ھ
تفسیر سراج الدین مصنفہ شیخ ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحاق رازی حنفی متوفی ۷۷۳ھ
تفسیر ابن کثیر مصنفہ امام ابوالفدا اسمعیل بن عمر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ۱۰ جلد۔
تفسیر اکمل الدین مصنفہ شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ
تفسیر زرکشی مصنفہ شیخ بدرالدین محمد بن عبداللہ موصلی متوفی ۷۹۴ھ
استغنا بالقرآن مصنفہ شیخ زین الدین عبدالرحمن بن احمد معروف ابن رجب بغدادی متوفی ۷۹۵ھ۔
تفسیر الحدادی مصنفہ شیخ ابوبکر بن علی مصری حنفی متوفی ۸۰۰ھ۔ اس تفسیر کا نام کشف التنزیل بھی ہے۔

کتب صدی نہم

تفسیر ابن عرفہ مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عرفہ مالکی متوفی ۸۰۳ھ
الاسئلۃ فی البسملۃ مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد قیانی متوفی ۸۰۵ھ
استغنا۔ مصنفہ شیخ ابوبکر محمد بن علی بن احمد اوفری متوفی ۸۰۸ھ (۱۰۰) جلد
تفسیر زہراوین مصنفہ سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۲ھ، ان کی ایک اور تفسیر بھی ہے
بصائر ذوی التمییز مصنفہ شیخ ابوطاہر محمد مجدالدین بن یعقوب فیروزآبادی متوفی ۸۱۷ھ صاحب قاموس۔
تفسیر عراقی مصنفہ شیخ ابوزرعہ ولی الدین عراقی احمد بن عبدالرحیم متوفی ۸۲۰ھ۔
تفسیر خواجہ پارسا مصنفہ خواجہ محمد پارسا ابن محمود بخاری متوفی ۸۲۲ھ۔
تفسیر زاہدی مصنفہ شیخ محمد زاہد بخاری متوفی ۸۲۲ھ
تفسیر بدرالدین مصنفہ شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل قاضی سماونہ متوفی ۸۲۳ھ
تفسیر بلقینی مصنفہ جلال الدین عبدالرحمن بن السراج عمر البلقینی متوفی ۸۲۴ھ
تفسیر مقدسی۔ مصنفہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد حنبلی متوفی ۸۲۸ھ
عیون التفاسیر مصنفہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی متوفی ۸۳۰ھ

تفسیر ازنیقی مصنفہ شیخ قطب الدین محمد بن محمد الازنیقی متوفی ۸۲۱ھ

عین الاعیان۔ مصنفہ شیخ محمد بن عمر فناری متوفی سنہ ۸۳۴ھ
تبصرۃ الرحمن مصنفہ شیخ علی بن احمد مہائمی ہندی متوفی سنہ ۸۳۵ھ۔
مختصر تفسیر قرطبی مصنفہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن متوفی سنہ ۸۴۰ھ
البحر المواج مصنفہ ملک العلماء شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی متوفی سنہ ۸۴۹ھ
احکام البیان مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ، ان کی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک کا نام الاتقان ہے،
تفسیر ابن الضیا۔ مصنفہ شیخ محمد بن احمد مکی حنفی متوفی سنہ ۸۵۴ھ۔
بحر العلوم مصنفہ سید علاؤ الدین علی بن یحیی سمرقندی متوفی سنہ ۸۶۰ھ
تفسیر جلالین مصنفہ شیخ جلال الدین محمد بن احمد محلی متوفی سنہ ۸۶۴ھ۔ نہایت مقبول تفسیر ہے شیخ نے یہ تفسیر ناتمام چھوڑی، اس کی تکمیل امام جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ نے کی اس کے کئی حاشیے ہیں۔ اس تفسیر کے حروف سورہ مزمل تک قرآن مجید کے حروف کے برابر ہیں۔

حواشی وشروح جلالین

حاشیہ شیخ شمس الدین محمد بن علقمی متوفی سنہ ۹۵۳ھ اس حاشیہ کا نام قبس النیرین ہے،
حاشیہ شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد قاری متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ اس کا نام جمالین ہے،
حاشیہ شیخ سلیمان جمل چار جلدوں میں اسکا نام الفتوحات الالہیہ ہے۔ سنہ ۱۱۹۶ھ کی تصنیف ہے، ایک حاشیہ زلالین نام ہے۔
تعلیق مولوی فیض الحسن سہارنپوری مطبوعہ سنہ ۱۲۸۷ھ
شرح مصنفہ شیخ جلال الدین محمد بن محمد کرخی، اس کا نام مجمع البحرین ومطلع البدرین ہے
شرح مصنفہ مولانا سلام اللہ بن شیخ الاسلام دہلوی اس کا نام کمالین ہے،
شرح مصنفہ مولانا تراب علی لکھنوی، اس کا نام ہلالین ہے،
ان کے علاوہ اور بھی حواشی وشروح ہیں۔
تفسیر بلقینی دوم مصنفہ شیخ علم الدین صالح بن السراج عمر بلقینی متوفی سنہ ۸۶۸ھ
التیسیر مصنفہ شیخ محمد سلیمان رومی معروف کافیجی متوفی سنہ ۸۷۳ھ
تفسیر مصنفک مصنفہ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد شاہرودی بسطامی متوفی سنہ ۸۷۵ھ
انکی دو تفسیریں ہیں ایک فارسی اس کا نام محمدیہ ہے، یہ سلطان محمد خان فاتح کے حکم سے لکھی دوسری

کا نام ملتقی البحرین ہے۔

جواہر الاحسان مصنفہ شیخ ابی زید عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعلبی متوفی ۸۷۶ھ

ذخیرۃ القصر فی تفسیر سورۃ العصر مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن امیر الحاج متوفی ۸۷۶ھ

تفسیر الزہراوین مصنفہ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد معروف قوشجی متوفی ۸۷۹ھ

فتح الرحمان مصنفہ شیخ ناصر الدین محمد بن عبد اللہ قرقماس متوفی ۸۸۲ھ

تفسیر لقاعی مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ، شعبان ۸۶۱ھ سے اس تفسیر کو تصنیف کرنا شروع کیا، اور شعبان ۸۷۵ھ میں ختم کر کے نظم الدرر نام رکھا، اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے چھ جلدوں میں ہے، اس کے قلمی نسخے کتب خانہ قسطنطنیہ و کتب خانہ خدیویہ مصر اور کتب خانہ برلن میں موجود ہیں۔

تأویلات کاشانی مصنفہ شیخ ابی الغنائم کمال الدین عبد الرزاق بن جمال الدین کاشی سمرقندی متوفی ۸۸۷ھ، اس کا نام تاویلات القرآن بھی ہے،

تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ شیخ بایزید خلیفہ (ولیعہد سلطان بایزید خان ثانی یہ سلطان ۸۸۶ھ میں تخت نشین ہوا)

جامع البیان مصنفہ سید معین نور الدین بن حفی الدین متوفی ۸۸۹ھ۔

تفسیر ابن جماعہ مصنفہ قاضی برہان الدین ابراہیم بن محمد کتانی ۸۹۰ھ۔

تفسیر جامی مصنفہ مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی بن احمد متوفی ۸۹۲ھ

تفسیر کورانی مصنفہ شیخ احمد بن اسمٰعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ، اسکا نام غایۃ الامانی ہے

تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کاشفی متوفی ۹۰۰ھ یہ تفسیر نہایت ہی غیر معتبر ہے۔ اسکا ترجمہ شیخ ابو الفضل محمد بن ادریس البدلیسی متوفی ۹۸۲ نے کیا۔ اُردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جس کا نام تفسیر قادری ہے، ملا حسین کی ایک تفسیر اور بھی ہے۔ اور ایک تفسیر زہراوین پر ہے اس کا نام جواہر التفسیر ہے۔

کتب صدی دہم

تفسیر سورۃ الدخان مصنفہ شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم انکساری متوفی ۹۰۱ھ یہ تفسیر سلطان بایزید خان کو ہدیہ بھیجی گئی۔

الواضح الوجیز مصنفہ شیخ ابی الحسن محمد بن عبد الرحمن بکری متوفی ۹۰۵ھ

جوامع البیان مصنفہ سید معین الدین محمد بن عبد الرحمٰن الایجی الصفوی سنہ ۹۰۵ھ
تفسیر القلاقل مصنفہ شیخ جلال محمد بن اسعد صدیقی الدونی متوفی سنہ ۹۰۷ھ
الدر المنثور مصنفہ امام جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ، ان کی اور کئی تفسیریں ہیں۔
تفسیر سورۃ القدر۔ مصنفہ شیخ عبد الرحمٰن بن المؤید الاماسی متوفی سنہ ۹۲۳ھ
تفسیر جمال خلیفہ مصنفہ شیخ جمال الدین اسحاق قرمانی متوفی سنہ ۹۳۰ھ
فتح الرحمان مصنفہ قاضی زکریا بن محمد الانصاری متوفی سنہ ۹۳۶ھ
تنویر الضحیٰ فی تفسیر سورۃ والضحیٰ مصنفہ شیخ محمد بن محمود المغلوی متوفی سنہ ۹۴۰ھ۔
تفسیر سورۃ الملک مصنفہ شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا متوفی سنہ ۹۴۰ھ
تفسیر سورۃ الانسان مصنفہ شیخ غیاث الدین منصور بن صدر الدین محمد شیرازی متوفی ۹۴۹ھ
تناسق الدرر مصنفہ شیخ محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی سنہ ۹۵۱ھ
تفسیر سورہ یوسف مصنفہ شیخ بہاء الدین یوسف (مصنفہ سنہ ۹۵۴ھ)
تفسیر ایدینی مصنفہ شیخ بدر الدین محمود ایدینی متوفی سنہ ۹۵۶ھ
الصراط المستقیم الی معانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مصنفہ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد بن عراقی متوفی سنہ ۹۶۳ھ۔ شیخ محمد بن ہلال اندلسی نے رستم پاشا کی فرمائش سے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا۔
تفسیر فتح اللہ مصنفہ ملا فتح اللہ شیرازی متوفی سنہ ۹۷۷ھ (دکن میں آکر یہ تفسیر تصنیف کی)
جامع الانوار مصنفہ شیخ تاج الدین ابراہیم بن حمزہ ادرنوی متوفی سنہ ۹۷۰ھ۔
تفسیر قرامانی مصنفہ شیخ احمد بن محمود احمر متوفی سنہ ۹۷۱ھ (۱۲) جلد، ناتمام رہی۔
تفسیر الاخوین مصنفہ شیخ نور الدین احمد بن احمد بن محمد بن المعروف کازرونی (متوفی قریب سنہ ۹۷۵ھ)
اس تفسیر کا نام طوالع الانوار بھی ہے۔ ان کی ایک تفسیر اور ہے اس کا نام صراط المستقیم ہے۔
تفسیر سورۃ الانعام مصنفہ شیخ مصلح بن محمد معروف سنان المتوفی سنہ ۹۷۷ھ
تفسیر نور الدین زادہ مصنفہ شیخ مصلح الدین متوفی سنہ ۹۸۱ھ
ارشاد العقل السلیم مصنفہ شیخ الاسلام مفتی الانام ابو السعود بن محمد عمادی حنفی متوفی سنہ ۹۸۲ھ۔ مصنف نے یہ تفسیر اپنے بیٹے کی معرفت سلطان سلیمان خان کو بھیجی سلطان نے دروازہ تک استقبال کیا اور مصنف کو مالا مال کر دیا۔ نہایت عمدہ اور معتبر تفسیر ہے اسی وجہ سے مصنف کو خطیب المفسرین کہتے ہیں۔ بیضاوی و کشاف کے بعد کوئی تفسیر اس تفسیر کے مرتبہ کو نہیں پہونچی۔

شیخ احمد رومی انصاری متوفی ۱۰۴۱ھ نے اس پر تعلیق لکھی۔
محمد بن محمد حسینی زیرک زادہ نے ۱۰۰۳ھ اس کے دیباچہ کی شرح لکھی۔
شیخ رضی الدین بن یوسف مقدسی نے بھی نصف تک اس پر تعلیق لکھی اور امیر اسعد بن سعد کو بوقت ورود بیت المقدس ہدیۃً بھیجی۔
تفسیر عنبری مصنفہ شیخ بدر الدین محمد بن رضی الدین محمد عامری متوفی ۹۸۴ھ۔ انکی تین تفسیریں ہیں دو نثر، ایک نظم، اسمیں ایک لاکھ اسی ہزار اشعار ہیں۔
مجمع البحار مصنفہ شیخ محمد طاہر صدیقی پٹنی ہندی متوفی ۹۸۶ھ
تفسیر منشی مصنفہ شیخ محمد بن بدر الدین صارو خانی متوفی ۱۰۰۱ھ۔ یہ تفسیر مصنف نے سلطان مراد خان ثالث کو ہدیہ بھیجی سلطان نے ان کو شیخ الحرم مقرر کیا۔

کتب صدی یازدہم

منبع عیون المعانی مصنفہ شیخ مبارک بن خضر ناگوری (والد ابو الفضل فیضی) متوفی ۱۰۰۱ھ (۴) جلد
سواطع الالہام مصنفہ شیخ ابو الفیض فیضی ہندی متوفی ۱۰۰۴ھ۔ یہ تفسیر عبارت بے نقط میں لکھی گئی ہے دو جلدیں ہیں مصنف کے کمال ادب عربی کی شاہد عادل ہے، دو برس انکی تصنیف پر صرف ہوئے باعتبار ادب ایسی تفسیر نہ پہلے لکھی گئی اور نہ آج تک لکھی گئی ہے نہ آئندہ امید ہے مستند محدثین مثل شیخ یعقوب صیرفی کشمیری کی اس پر تقاریظ ہیں ہندوستان اس تفسیر پر جسقدر فخر وناز کرے زیبا ہے، یہ ہندی عالم کا بے نظیر کارنامہ ہے۔
تفسیر علی قاری مصنفہ شیخ نور الدین علی بن سلطان ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، ان کی اور تفسیریں بھی ہیں۔
بیان القرآن مصنفہ قاضی عبد الشہید سیوہاروی متوفی ۱۰۱۱ھ (۱۰) جلد۔ راقم السطور کے اجداد میں سے تھے،
السیر القدسی فی تفسیر آیۃ الکرسی مصنفہ شیخ منصور طبلاوی متوفی ۱۰۱۴ھ۔
تفسیر عیشی مصنفہ شیخ محمد نبردی متوفی ۱۰۱۶ھ۔
تفسیر نظامی مصنفہ شیخ نظام الدین تھانیسری بلخی ۱۰۲۴ھ

جامع الاسرار مصنفہ شیخ عبدالمحسن بن سلیمان الکورانی یہ تفسیر سلطان مراد رابع کو ہدیہ بھیجی گئی، یہ سلطان سنہ ۱۰۳۲ھ میں تخت نشین ہوا۔

الفاتحۃ العینیہ مصنفہ شیخ اسمٰعیل بن احمد انقروی متوفی سنہ ۱۰۳۸ھ (ترکی زبان میں ہے)

اسئلہ۔ مصنفہ امام شیخ یوسف بن دمشقی متوفی سنہ ۱۰۵۵ھ۔ سلطان مراد خان رابع کی فرمائش سے تصنیف کی گئی جب شیخ احمد بن یوسف کے پاس پہونچی انہوں نے اس پر اعتراضات لکھے سلطان نے فیصلہ کے لئے شیخ یحییٰ آفندی مفتی کے پاس بھیجی، مفتی نے اکثر مسائل میں امام سے اتفاق کیا، سلطان نے امام کو قاضی عسکر مقرر کر دیا۔

تفسیر وہابی۔ مصنفہ مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب خان نصرت جنگ متوفی سنہ ۱۰۸۶ھ (بزبان دکنی)

کتب صدی دوازدہم

حاشیہ انوار القرآن مصنفہ مولوی غلام نقشبند لکھنوی متوفی سنہ ۱۱۲۶ھ، ان کی ایک تفسیر اور بھی ہے۔

تفسیر الربانی علی سورۃ البقر مصنفہ شیخ نورالدین سنہ ۱۱۲۷ھ

تفسیر احمدی مصنفہ ملا جیون امیٹھوی متوفی سنہ ۱۱۳۰ھ

ثواقب التنزیل مصنفہ مولوی اصغر علی قنوجی متوفی سنہ ۱۱۴۰ھ

عمدۃ الفرقان فی وجوہ القرآن مصنفہ شیخ غلام مصطفےٰ بن عبدالرحمن ازمیری متوفی سنہ ۱۱۵۵ھ

تفسیر زہراوین مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی سنہ ۱۱۷۶ھ

تفسیر صغیر مصنفہ مولوی رستم علی قنوجی متوفی سنہ ۱۱۷۸ھ

الفتوحات الالٰہیہ مصنفہ شیخ سلیمان جمل متوفی سنہ ۱۱۹۶ھ (۴) جلد

کتب صدی سیزدہم

چراغ ابدی یہ اردو میں سب سے پہلی تفسیر ہے سنہ ۱۲۲۱ھ کی تصنیف ہے مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی اسکے مصنف ہیں صرف پارۂ عم کی تفسیر ہے۔

تفسیر ذوالفقار خانی مصنفہ مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی متوفی سنہ ۱۲۲۳ھ

تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی سنہ ۱۲۲۵ھ عربی میں ہے، نہایت معتبر

تفسیر ہے۔ مصنف نے چھ جلدوں میں جمع کی ہے، مگر طباعت میں زیادہ جلدیں ہو جاویں گی۔
قاضی صاحب نے اس تفسیر کا نام اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید کے نام پر رکھا ہے۔
مولوی رکن الدین حصاری نے ۱۲۷۳ھ میں اس کی ایک جلد طبع کرائی تھی، بعد ازاں منشی
عبدالرحمن مالک مطبع نظامی کانپور نے ۱۲۹۰ھ میں قریب نصف سیپارہ کی تفسیر کے طبع کرائی
مولوی محمد یامین میرٹھی نے ڈیڑھ جلد شائع کرائی اور ایک جلد کا اردو میں ترجمہ بھی شائع کرایا۔
قاری محی الاسلام پانی پتی نے ۱۳۵۵ھ میں بامداد دولت آصفیہ اشاعت شروع کرائی ہے۔
دو جلد شائع ہو چکی ہیں۔

کمالین مصنفہ مولانا سلام اللہ بن شیخ الاسلام دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ یہ تفسیر جلالین
کی شرح ہے۔

تفسیر سورۂ یونس مصنفہ سید مرتضیٰ بلگرامی تلمیذ شاہ ولی اللہ دہلوی

موضح القرآن اردو ترجمہ مصنفہ شاہ عبدالقادر دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ نہایت مستند ترجمہ ہے
فتح العزیز مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ نہایت معتبر و مستند ہے دو جلدیں
ہیں ایک جلد سورۂ فاتحہ سے آیت (وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون تک) دوسری جلد سورۂ
ملک سے آخر تک، اسے بحکم سکندر بیگم والیہ بھوپال (نواب سکندر بیگم نے ۱۲۸۵ھ تک حکومت کی۔)
مولانا حیدر علی فیض آبادی صاحب منتہی الکلام نے ذیل لکھا مگر ناتمام رہا۔

نظم الجواہر مصنفہ مولوی ولی اللہ بن مفتی سید احمد فرخ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ
فتح القدیر مصنفہ قاضی شوکانی یمنی متوفی ۱۲۵۵ھ عربی میں ہے، اچھی تفسیر ہے، تفسیر
ابوالسعود، بیضاوی، کشاف سے جمع کی گئی ہے،

جامع التفاسیر مصنفہ نواب قطب الدین خان دہلوی متوفی (غالباً ۱۲۹۵ھ) اردو
میں ہے معتبر تفسیر ہے۔

تفسیر رؤفی شاہ رؤف احمد بھوپالی (مطبوعہ ۱۲۷۲ھ) ۳ جلدوں میں۔

ہلالین مصنفہ ابوالبرکات رکن الدین معروف مولوی تراب علی لکھنوی متوفی ۱۲۸۰ھ
تفسیر جلالین کی شرح ہے آخر پارہ قرآن مجید کی۔

تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ مولوی لطف اللہ بنگالی (۱۲۹۰ھ سے قبل کی تصنیف ہے)
تعلیقات جلالین مصنفہ مولوی فیض الحسن سہارنپوری (مطبوعہ ۱۲۸۷ھ)

غرایب الرحمن مصنفہ مفتی محمد سعید احمد مدراسی (بزبان فارسی) مطبوعہ ۱۲۶۱ھ
تفسیر غوثی مصنفہ مولانا غوثی دکنی (صرف پارہ عم کی تفسیر ہے)

کتب صدی چہاردہم

روح المعانی مصنفہ علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی غالباً ۱۳۰۴ھ (۳۰) جلد بہت اچھی تفسیر ہے، عربی میں ہے۔

فتح البیان مصنفہ نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ (۴) جلد، انکی اور تفسیر بھی ہے
غایۃ البیان فی تأویل القرآن مصنفہ حکیم محمد حسن امروہوی پروفیسر اجمیر کالج متوفی غالباً (۱۹۰۹ء)۔ اس تفسیر میں مصنف نے کوشش کی ہے کہ قرآن کی ہر ایک آیت کی تطبیق بائبل کی آیات سے کی جائے۔ حالانکہ مصنف نے خود بائبل کا محرف ہونا ثابت کیا ہے، پھر نہ معلوم یہ سعی لاحاصل کیوں کی ہے، یہ تفسیر غیر معتبر ہے مگر اس سے بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہے ہیں۔ ان کی اور کئی تفسیریں ہیں۔ سب کا رنگ ایک ہی ہے

فتح المنان معروف تفسیر حقانی، مصنفہ مولانا عبد الحق دہلوی (متوفی غالباً ۱۹۰۰ء) یہ تفسیر اردو زبان میں ہے، آٹھ جلدوں میں ہے معتبر تفسیر ہے،
تفسیر وحیدی مصنفہ مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ حیدر آبادی،
تفسیر المنار مصنفہ علامہ رشید رضا مصری متوفی ۱۳۵۴ھ یہ تفسیر عربی زبان میں ہے مصنف آیت سورہ یوسف تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ تک لکھنے پائے تھے کہ وفات پائی۔

مفسرین حال کی تفسیریں

تفسیر الجواہر مصنفہ علامہ طنطاوی مصری (۲۰) جلد عربی میں ہے
تحقیق البیان مصنفہ شیخ عبد الہادی بخاری مہاجر مکی بزبان عربی غیر مطبوعہ (۱۹) پارہ کی ہے
تفسیر ثنائی مصنفہ مولوی ثناء اللہ اہل حدیث امرتسری
خلافۃ الکبریٰ مصنفہ خواجہ عبد الحی پروفیسر جامعہ ملیہ دہلی یہ تفسیر کا ایک حصہ ہے یہ غیر معتبر تفسیر ہے۔

بیان القرآن مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی (۱۲) جلد معتبر تفسیر ہے،
اسرار التنزیل فی تفسیر سورۃ الفیل مصنفہ مولانا الحاج عبد البصیر آزاد سیوہاروی نہایت مدلل اور معتبر تفسیر ہے ۱۳۵۰ھ میں طبع ہوئی۔
ترجمان القرآن مصنفہ مولانا ابو الکلام آزاد دو جلدیں شائع ہوئی ہیں، راقم السطور کو مطالعہ کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن بعض معتبر علماء سے سُنا ہے کہ مولانا سے لغزشیں بھی ہوئی ہیں
الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون مصنفہ راقم السطور مطبوعہ ۱۳۵۴ھ ہجری۔ خاکسار کی تصنیف علم تفسیر میں یہ تصنیف ہے یا یہ تاریخ التفسیر، علم حدیث میں اربعین اعظم و تاریخ الحدیث، باقی علم تاریخ و ادب اُردو میں ہیں، احقر کی کتاب محمود اور فردوسی ہندوستان کے علاوہ افغانستان وغیرہ میں بھی پسند کی گئی ہے۔
یہ کئی جگہ لکھا جا چکا ہے کہ تمام تفاسیر کا تذکرہ تو کیا فہرست بھی مرتب نہیں کیجا سکتی جس قدر تفاسیر کا تذکرہ کتب تفاسیر و کشف الظنون وغیرہ میں ہے میں انکی بھی پوری تفسیر مرتب نکر سکا، دیگر ممالک کا تو کیا ذکر، یہ بھی بتانا مشکل ہے کہ ہندوستان میں کس قدر کتابیں تصنیف ہوئیں، جس قدر کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے انمیں معتبر اور غیر معتبر دونوں قسم کی ہیں۔
اعتبار کے متعلق پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے اور اب مکرر التماس ہے کہ تفاسیر پر اعتبار کا حکم بلحاظ اکثریت ہے، ورنہ کوئی تفسیر ایسی نہیں جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اس کا ہر لفظ معتبر و مستند اور لایق حجت ہے جو تفاسیر متبحر علماء متقی فضلا کی تصنیف ہیں ان کو معتبر مانا جاتا ہے مگر اسی حد تک کہ کسی صحیح حدیث کسی مسلمہ عقیدہ اور مسئلہ کے خلاف نہوں۔
ہندوستان کی بعض تصانیف تفاسیر کا تذکرہ باب التاریخ میں آچکا ہے اور بعض کا اس باب میں ہے۔ اسپر بھی بہت سے علماء و فضلا کی تصانیف باقی رہ گئی ہوں گی۔
بارہویں صدی ہجری کے نصف سے ہندوستان میں مفسرین و مصنفین و مترجمین قرآن کی بھیڑ پڑی ہے ہر وہ شخص جو ذرا دل چسپ اُردو لکھنے پر قادر ہے اگر چہ وہ عربی سے نابلد ہو قرآن کا مترجم و مفسر ہے، وہ اپنی تصانیف میں نہایت دریدہ دہنی سے مستند علما اور ائمہ متقدین پر اعتراضات کرتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر بڑوں بڑوں پر ہاتھ صاف کرتا ہے اس زمانہ میں یہ ایک فیشن قرار پا گیا ہے اور روشن دماغی اور وسیع الخیالی کا معیار بنا دیا گیا ہے کہ بیباکی سے قرآن و حدیث و فقہ ائمہ اولیا و علما کے ساتھ تمسخر کیا جائے اور اپنی منشا کے موافق ترجمے اور تفسیریں

گھڑی جائیں۔ اور آیات و احادیث و اقوال سلف صالحین کو کھینچ تان کر عیش پسند، آزاد منش امرا اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور مصنفین یورپ کے خیالات کے مطابق بنایا جائے۔

میں نے علما کی تفاسیر کے حالات معلوم کرنے کیلئے دیوبند، سہارن پور، لاہور، بدایوں، بریلی لکھنو وغیرہ مقامات کو خطوط لکھے، مگر افسوس کہ کہیں سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا اس لئے گذشتہ اور موجودہ تصانیف میں بہت سی قابل تذکرہ تفاسیر رہگئی ہوں گی۔ باقی بعض مشاہیر ملک، نامور لیڈروں، آزاد منش صوفیا، کم علم مصنفین کی تفاسیر ہیں، ان میں سے اکثر کے حالات سے میں واقف ہوں لیکن مینے ان کو مقدس علما کی مجلس میں بٹھانا پسند نہیں کیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں اور اردو داں طبقہ کے لئے اگر درحقیقت وہ قرآن مجید کے صحیح مطلب و معنی کے طالب ہیں تو فتح العزیز، جامع التفاسیر، تفسیر حقانی، بیان القرآن اسرار التنزیل، ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی، ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی، ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کافی ہیں، اور کسی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہیں۔

تراجم قرآن

اسلام دنیا کے ہر خطے اور ہر گوشے میں موجود ہے اور قرآن ہر جگہ پڑھا جاتا ہے، ہر ملک کے علما نے اپنے اہل ملک کے سمجھنے کیلئے ترجمے کئے ہیں تفسیریں لکھی ہیں۔ یورپ کے عیسائی علما نے بھی قرآن مجید کے متعدد ترجمے کئے ہیں، اس لئے یہ بتانا مشکل ہے کہ کس کس زبان میں کس قدر تراجم ہیں انگریزی، چینی، فرنچ، جرمنی، ترکی، پشتو، ہندی، عربی، فارسی، اردو وغیرہ وغیرہ سبھی زبانوں میں ترجمے موجود ہیں، نہیں کہا جاسکتا کہ زبان غیر کے مترجمین نے کیسے ترجمے کئے ہیں، بعض انگریزی تراجم کے متعلق معتبر اصحاب سے معلوم ہوا ہے کہ ان میں صحت کا التزام نہیں کیا گیا، اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ انگریزی زبان میں اب تک کوئی ترجمہ ایسا نہیں جس پر بھروسہ کیا جاسکے، آجکل مسٹر عبداللہ یوسف علی انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں اس ترجمہ کا ایک حصہ شایع ہوا ہے میں نے جسقدر اسکو سنا ہے صحیح پایا، مولانا عبد الماجد دریابادی بی اے بھی انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں، مولانا کے علم و فضل، عقائد صحیحہ اعمال صالحہ پر نظر کر کے اُمید کیجاتی ہے کہ یہ ترجمہ سب سے زیادہ صحیح ہوگا۔

نواب سکندر بیگم والیہ بھوپال نے (۱۲۸۵ھ تک حکومت کی) شیخ احمد داغستانی سے ترکی زبان

میں ترجمہ کرایا۔

مولانا جمال الدین وزیر ریاست بھوپال نے (بعہد نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال) بیگم صاحبہ نے ۱۳۱۹ھ تک حکومت کی) پشتو میں ترجمہ کرایا۔

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان خان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے یورپین نومسلم مسٹر محمد پکھتال سے انگریزی میں ترجمہ کرایا۔

رئیس التجار خان بہادر احمد الہ دین اے، بی، ای تاجر سکندر آباد دکن نے ہندی زبان میں ترجمہ شائع کرایا۔

اُردو زبان میں سب سے پہلے حکیم شریف خان صاحب دہلوی نے ترجمہ کیا، یہ ترجمہ طبع نہیں ہوا حکیم صاحب کے خاندان میں محفوظ ہے، حکیم صاحب کی وفات سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں ہوئی۔

شاہ عبدالقادر دہلوی نے اُردو میں ترجمہ کیا جو مقبول و مستند اور صحیح ہے، کثرت سے رائج ہے اُردو میں تخمیناً سترہ ترجمے ہوئے ہیں، ان میں غیر مستند تراجم کی تعداد زیادہ ہے سب سے زیادہ بہتر اور صحیح ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ہے، اس کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ ہے، اس ترجمہ پر مولانا کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بہترین فوائد لکھے ہیں، فوائد کیا ہیں، مختصر اور مفید تفسیر ہے، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی شاگرد شیخ الہند مولانا محمود حسن و مولانا عاشق الٰہی میرٹھی شاگرد مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی ترجمے کئے ہیں جو صحیح اور قابل بھروسہ ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے آخر حصہ سے ہندوستان میں مترجمین قرآن کثرت سے پیدا ہوگئے ہیں، یہ کثرت خطرناک ہے اور قابل التفات نہیں۔

ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ

سنہ ۲۷۰ہجری میں راجہ مہروگ بن رایگ (جو کشمیر زیرین (پنجاب کا شمالی حصہ) کے حکمرانوں میں سے تھا) نے امیر ابوالمنذر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز فرمانروائے منصورہ (اب اسکو بھکر کہتے ہیں سردار محمد بن قاسم فاتح سندھ نے راجہ داہر والی سندھ کی بیوہ رانی لاڈی سے نکاح کیا تھا، اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام عمر تھا، جب یہ گورنر بنا تو اس نے دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر ایک شہر آباد کر کے اس کا نام منصورہ رکھا یہ واقعہ سنہ ۱۱۹ھ کا ہے) کو لکھا کہ ہمارے پاس ایک

ایسے مسلمان کو بھیجو جو ہم کو اسلامی اصول اور قرآن مجید کا ترجمہ ہماری زبان میں سمجھائے، امیر نے ایک عراقی مسلمان کو بھیجا جو بچپن سے ہندوستان میں رہا تھا اور یہاں کی زبان سے خوب واقف تھا، اس عراقی نے راجہ کے حکم سے سندھ کی زبان میں ترجمہ کیا (عجائب الہند)

اسماء التفاسیر

اس فہرست میں ان تفاسیر کو ذکر کیا جاتا ہے جن کے حالات مفصل تحقیق نہیں ہوئے چونکہ پہلے کافی تفاسیر کے حالات لکھے جا چکے ہیں - اس لئے ان تفاسیر کی تحقیق میں راقم السطور نے کچھ جدوجہد بھی نہیں کی

تفسیر سورۃ الکوثر - مطالع المعالی معروف تفسیر علیابادی، تفسیر اللخمی - تقریب المال - تقریب التفسیر تلخیص البیان - تنزیہ القرآن - تیسیر فی تفسیر ثلاثہ، تلخیص البیان - جامع الانوار، جامع البیان - جامع التاویل، جامع الکبیر، جوامع البیان - تحفۃ الانام فی تفسیر سورۃ الانعام شرف البدر فی تفسیر سورۃ القدر - تفسیر ابن زہرہ، تفسیر ابن شبہتہ، لباب فی علم الکتاب مصنفہ ابی حفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی دمشقی (٦ا) جلد، تحصیل، تفسیر اسدی تفسیر سورہ فاتحہ و بقرہ تفسیر ابن ابی طالب کرمانی، تفسیر ابی القاسم بن حبیب - تفسیر ابی مخلد، تفسیر اردبیلی - تفسیر الاصم مصنفہ ابوبکر عبدالرحمن بن کیسان، تفسیر آیۃ الکرسی مصنفہ فتح اللہ بن ابی یزید، تفسیر البیانی، تفسیر الثمالی مصنفہ ابوحمزہ - تفسیر جبریل، تفسیر حکم شاہ مصنفہ محمد قزوینی - تفسیر الدرر - تفسیر الدمیاطی مصنفہ ابوبکر محمد بن بکر بن سہل، تفسیر رازی مصنفہ عبداللہ بن ابی جعفر رازی، تفسیر سعید بن منصور - تفسیر سورابادی فارسی مصنفہ ابوبکر عتیق بن محمد - تفسیر سورۂ اخلاص مصنفہ علی بن محسن سمنانی، تفسیر سورۂ اخلاص مصنفہ شیخ زادہ - تفسیر سورہ تکاثر مصنفہ صفر شاہ - تفسیر سورۃ الفتح مصنفہ شیخ محمد امین الشہیر بامیر شاہ بخاری، تفسیر سورۂ یوسف مصنفہ بہاء الدین بن یوسف، تفسیر سورہ یوسف مصنفہ احمد بن روح اللہ تفسیر سہروردی مصنفہ ابو احمد عمر بن عبداللہ، تفسیر شرف الدین لوبی، تفسیر الصالحی مصنفہ صالح ابن محمد ترمذی، تفسیر الصحابہ مصنفہ ابی الحسن محمد بن قاسم الفقیہ، تفسیر عبدالصمد بن قاضی محمود بن یونس، (۳) جلد، تفسیر مصنفہ عبدالمعطی السخاوی، تفسیر علاؤالدین ترکمانی (اس پر حاشیہ ہے برہان الدین ابراہیم بن موسی کرکی حنفی متوفی ۸۵۳ھ کا) تفسیر عونی مصنفہ محمد بن سعد بن محمد بن حسن

تفسیر غرناطی مصنفہ محمد بن علی اندلسی، تفسیر فاتحۃ الکتاب فارسی مصنفہ یعقوب بن عثمان چرخی۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ محمد بن مصطفےٰ کسری، تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ محمد بن کاتب کلیبولی۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ ابی سعید دہستانی، تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ ابن نورالدین رومی۔ تفسیر مصنفہ قبیصہ ابو عامر بن عقبہ سوائی۔ تفسیر المجرد مصنفہ ابی شجاع، تفسیر مصنفہ محمد بن ایوب رازی، تفسیر مصنفہ مسلم الرازی۔ تفسیر المسعودی مصنفہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مروزی شافعی تلمیذ قفال تفسیر مصنفہ سیّب بن شریک، تفسیر مصنفہ ناصر بن منصور ابن ابی القاسم (۸) جلد تفسیر البنی مصنفہ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ۔ تفسیر مصنفہ ابو حذیفہ موسیٰ بن مسعود، تفسیر واقدی مصنفہ حسین ابن واقد، تفسیر مصنفہ ورقی بن عمر، تفسیر مصنفہ یعقوب بن عثمان قرنوی۔ آغاثۃ اللہف مصنفہ یونس بن عمر حنفی۔ بحر الحقایق والمعانی تفسیر سبع المثانی مصنفہ نجم الدین ابی بکر عبداللہ بن محمد الشہیر بدایہ۔ بحر الدرر مصنفہ محمد الشہیر بحسین معروف مسکین فراہی۔ ینابیع مصنفہ امام یوسف بن عبداللہ لولوی اندخودی۔

اس باب میں تقریبًا پانسو تفاسیر کے اسماء و حالات ہیں، باقی تمام دنیا میں کس کس ملک اور کس کس زبان میں کسقدر تفاسیر لکھی گئیں مجھے اس کا اندازہ نہیں، غالبًا کوئی ملک ایسا نہیں کہ جہاں قرآن مجید کی تفسیر تصنیف نہیں ہوئی۔ ایک کتاب میں نظر سے گذرا ہے کہ تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک تمام دنیا میں (۱۱۲۱) مکمل تفسیریں لکھی گئیں، غیر مکمل تفاسیر کا شمار نہیں۔

الباب الثالث فی الرجال

مفسّرین و مصنفین قرن اوّل

حضور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خدا وند ذوالجلال نے اپنے کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اے نبی ہم نے یہ کلام تجھ پر اس لئے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کو خوب کھول کر سمجھا دے چونکہ مختلف طبیعت اور مختلف قابلیت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا اس لئے حضور آیات کو سنا کر ان کی تشریح بھی فرماتے تھے، آپ کا مبارک کلام قرآن کی تفسیر ہوتا تھا، آپ کے کلام کو حدیث کہتے ہیں اسلئے قرآن کے سب سے پہلے مفسّر حضور علیہ السلام اور قرآن کی پہلی تفسیر حدیث ہے۔

حضور علیہ السلام کے حالات میں ہر زمانہ، ہر ملک، ہر زبان میں اسقدر کتابیں تصنیف ہوئیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ حضور علیہ السلام کے سوا دنیا میں کوئی ریفارمر، کوئی بڑے سے بڑا آدمی ایسا نہیں ہوا جس کے حالات میں اس قدر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہوں اور جس کو ہر قوم، ہر فرقے، ہر مذہب اور ہر ملک کے مصنفین نے سراہا ہو، حضور کے سوانح کی تحریر کا سلسلہ لامتناہی ہے، ہر سال دو چار کتابیں آپ کے واقعات کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں،

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ محمدؐ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے،

مجھے فخر ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ میں حضور علیہ السلام کے سوانح نگار کا بیٹا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ والد ماجد مدظلہ کی مصنفہ سوانح عمری حیات النبی کو اضافہ کر کے دوبارہ شائع کرونگا۔ ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات محصور نہیں ہو سکے اس مختصر کی کیا ہستی ہے، اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو لکھنا شروع کروں تو ایک خاصہ رسالہ طیار ہو جائے،

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ÷ گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

لیکن اس باب کے شروع کرنیکے لئے چند سطور کا لکھنا ضرور ہے، اس لئے صرف اسقدر بیان پر

اکتفا کرتا ہوں کہ :-

جب دنیا پر جہالت و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں تو رب کریم نے آپ کو خلعت نبوت سے آراستہ فرما کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایسی اصلاح فرمائی کہ دنیا نور ہدایت سے منور ہوگئی، آپ کی حکیمانہ تعلیم اور حیرت انگیز کامیابی کا مخالف و موافق تمام مورخین و مصنفین نے اعتراف کیا ہے، آپ سن ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے ۱۱ھ ہجری میں وفات پائی، آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا آپ مکہ میں پیدا ہوئے، اور مدینہ میں وفات پائی، چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تریسٹھ سال کی سن میں واصل بحق ہوئے،

کلام الٰہی آپ کی حیات طیبہ میں ضبط تحریر میں تمام و کمال آچکا تھا، آپ کے مقدس اقوال کا کثیر حصہ بھی قلمبند ہو چکا تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حضور علیہ السلام کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، ان میں سے تقریباً سبھی محدث و مفسر تھے، تمام اصحاب کی کوئی فہرست موجود نہیں جو حضرات زیادہ مشہور تھے ان کے حالات مصنفین نے قلمبند کئے ہیں، جن کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب ہے، صحابہ کے اندر دس اصحاب تفسیر میں زیادہ مشہور تھے حضرت ابوبکر صدیق متوفی ۱۳ھ، حضرت عمر فاروق ۲۴ھ، حضرت عثمان غنی ۳۵ھ، حضرت علی مرتضیٰ ۴۰ھ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر ۷۳ھ حضرت ابی بن کعب ۳۵ھ۔ حضرت زید بن ثابت ۴۵ھ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ۴۴ھ۔ ان حضرات کے اسماء راقم سطور نے اسی ترتیب سے لکھے ہیں جس ترتیب سے متقدمین لکھتے آئے ہیں، حضرات خلفاء اربعہ کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں دیگر حضرات کی سوانح عمریاں بھی لکھی گئی ہیں، اور کتب تاریخ میں ان کا مفصل تذکرہ ہے۔ والد ماجد مدظلہ نے تاریخ الفقہ میں اور راقم سطور نے تاریخ الحدیث میں ان حضرات کے حالات لکھے ہیں، اس لئے اب ان سب کے حالات کا لکھنا ضروری نہیں معلوم ہوتا، حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس کے حالات مختصر طور پر لکھے جاتے ہیں۔ ازواج مطہرات میں علم تفسیر میں حضرت عائشہ صدیقہ متوفیہ ۵۸ھ و حضرت ام سلمہ ۶۳ھ زیادہ مشہور تھیں، ان کے حالات تاریخ الحدیث میں لکھے جا چکے ہیں اور انکی سوانح عمریاں بھی موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے، خلوت و جلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے، صحابہ میں یہ بڑے زیرک و ذی علم تسلیم کئے گئے ہیں، رسول کریم نے فرمایا ہے ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری اُمت کے لئے جو مسائل تجویز کرے میں اسپر رضامند ہوں (کنزالعمال) اور فرمایا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو ابن مسعود، سالم مولی ابو حذیفہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب (بخاری) حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے، حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طرز وروش میں قریب تر عبداللہ بن مسعود تھے،

حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عمر بن الخطاب، زید بن ثابت، ابوالدرداء، ابی بن کعب اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی، ابن مسعود (اعلام الموقعین)

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں کفار کو علی الاعلان قرآن پڑھکر سنایا۔ حضرت عمر نے ان کو کوفہ میں معلم اور قاضی مقرر کیا، حضرت عثمان کے عہد میں بھی اسی عہدہ پر رہے اور بیت المال کے خازن بھی رہے، جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاوی اور مذہب فقہ کو لکھا ہے اس طرح دیگر اصحاب کے فتاوی اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے (اعلام الموقعین لابن قیم)

۳۲ھ میں وفات پائی۔

علقمہ، اسود، مسروق، قیس بن ابی حازم ان کے خاص شاگرد تھے،

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچازاد بھائی تھے، ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے، رسول کریم نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسکو دین میں فہم عطا فرما اور تفسیر سکھا، سلطان المفسرین، ترجمان القرآن، حبر الامت ان کے لقب تھے، حضرت عمر کے عہد میں اگرچہ یہ کم عمر تھے، مگر حضرت عمر ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، اور آیات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے،

ابن عباس ایکدن حدیث، ایکدن تفسیر، ایکدن فقہ، ایک دن سیر و مغازی، ایکدن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو کہ

حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اُس کے رکن اعظم تھے، جنگ صفین میں سپہ سالار تھے۔ حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے، آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ (۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ ابوبکر محمد بن موسی نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں جمع کیا۔

حضرت ابن عباس سے مختلف طرق سے تفسیر کی روایتیں ہیں ان میں زیادہ معتبر طریق معاویہ بن ابی صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ہے۔ امام بخاری نے اسی طریق کو اختیار کیا ہے ابو جعفر نحاس متوفی سنہ ۳۳۸ھ نے اپنی کتاب ناسخ میں اور امام ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں ابوصالح ہی کے سلسلہ سے روایت کی ہے، اور اکثر محدثین نے اسی سلسلہ پر اعتماد کیا ہے،

کریب، ابوعبید، ابن ملیکہ، عمرو بن دینار، عبید بن عمر، سعید بن مسیب متوفی سنہ ۱۰۱ھ وقاسم بن محمد متوفی سنہ ۱۰۶ھ وعبید اللہ بن عبداللہ، سلیمان بن یسار متوفی سنہ ۱۰۷ھ۔ عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ وعلی بن حسین الملقب امام زین العابدین متوفی سنہ ۹۴ھ وہب ابن منبہ متوفی سنہ ۱۱۰ھ نے بھی روایتیں کی ہیں۔

محمد بن سائب کلبی متوفی سنہ ۱۴۶ھ ومحمد بن مروان بصری متوفی سنہ ۱۴۶ھ ومقاتل بن سلیمان متوفی سنہ ۱۵۰ھ کے سلسلے مجروح ہیں۔

ضحاک بن مزاحم کوفی متوفی سنہ ۱۰۲ھ کا طریق منقطع ہے، وہ یہ ہے جویبر عن ضحاک عن ابن عباس۔

قیس بن مسلم کوفی متوفی سنہ ۱۲۰ھ۔ عکرمہ مولی ابن عباس متوفی سنہ ۱۰۵ھ، طاؤس بن کیسان یمانی متوفی سنہ ۱۰۶ھ ان کے سلسلے بھی صحیح ہیں

ابن جریج متوفی سنہ ۱۵۰ھ ایک سلسلہ اس طرح ہے۔ بکر بن سہل دمیاطی عن عبدالغنی بن سعید عن موسی بن محمد عن ابن جریج عن ابن عباس۔ یہ سلسلہ بھی مخدوش ہے،

ابن جریج سے محمد بن ثور متوفی سنہ ۱۹۰ھ وحجاج بن محمد متوفی سنہ ۱۸۶ھ کی روایت معتبر مانی گئی ہے شبل بن عباد متوفی سنہ ۱۴۸ھ عن ابن ابی نجیح متوفی سنہ ۱۳۱ھ عن مجاہد عن ابن عباس رض۔ یہ سلسلہ قریب بصحت ہے،

قیس عن عطا بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس یہ سلسلہ بھی صحیح مانا گیا ہے۔

تابعین ومفسّرین رضی اللہ عنہم

تابعین میں ہزاروں محدث ومفسر ہوئے ہیں۔ بعض کا تذکرہ تاریخ الحدیث میں آچکا ہے، بعض کا یہاں لکھا جاتا ہے، باقی تمام تابعین مفسّرین کی فہرست مرتب کرنا دشوار ہے،

علقمہ رضؓ

علقمہ بن قیس النخعی نام، رسولؐ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ ابن مسعود و حضرت عثمان و حضرت علی وغیرہ اصحاب سے علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ میری معلومات علقمہ سے زیادہ نہیں۔ امام شعبی کا قول ہے کہ بصرہ و کوفہ و شام و حجاز میں ان سے بڑھکر کوئی عالم نہ تھا، صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ علقمہ ابن مسعود کے شاگردوں میں ممتاز تھے، علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال کا نمونہ تھے (تہذیب)

حضرت ابن مسعود کے حالات میں لکھا جاچکا ہے کہ تمام اصحاب کا علم ابن مسعود اور علی میں محصور تھا، علقمہ ان دونوں حضرات کے شاگرد تھے، اس لئے ان کے فضل و کمال کی جس قدر تعریف کیجائے بجا اور درست ہے، ابراہیم نخعی ان کے خاص شاگرد تھے، ۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابوالاسود

ظالم بن عمرو بن سفیان نام، ابوالاسود کنیت، ان کا سلسلہ نسب کنانہ میں رسول کریم سے ملجاتا ہے یہ وبل بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کی نسل سے ہیں اس لئے ان کا قبیلہ دولی اور دیلی مشہور تھا، ہجرت سے سولہ برس قبل پیدا ہوئے، رسول کریم کی وفات کیوقت (۲۷) سال کے تھے،

ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور کے دیدار مبارک سے بحالت اسلام مشرف نہیں ہوئے کبار تابعین میں سے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں مدینہ آئے، عمرؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابوذرؓ وغیرہ اصحاب سے علم حاصل کیا، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ ہر سہ خلفاء کے عہد میں ممالک کے والی رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے محدث تھے، فقیہ تھے، دانشمند تھے، حاضر جواب تھے، علم نحو کے موجد تھے، دولتمند تھے، معزز تھے

کفایت شعار تھے، متقی تھے،

کفایت شعاری کی وجہ سے بخیل مشہور تھے، سر سے گنجے تھے اور گندہ دہنی کے مرض میں مبتلا تھے، حضرت علی نے جب ابن عباس کو بصرہ کا والی مقرر کیا تو ان کو میر منشی بنایا مگر دونوں میں موافقت نہ ہوئی اور انہوں نے ابن عباس کی شکایتیں لکھنا شروع کیں، اس پر حضرت علی و ابن عباس میں خط و کتابت ہوئی آخر ابن عباس ناراض ہو کر مستعفی ہو گئے۔ حضرت علی نے ان کی جگہ ابوالاسود کو والی مقرر کیا اور ابوالاسود کی جگہ زیاد بن ابیہ (جو زیاد بن ابی سفیان مشہور ہے، عبیداللہ سپہ سالار لشکر یزید قاتل امام حسین کا باپ) کا تقرر کیا، (عبیداللہ بن زیاد ابوالاسود کا شاگرد تھا)

ابوالاسود اور زیاد میں بھی موافقت نہ ہوئی، زیاد نے ان کی شکایتیں حضرت علی کو لکھیں لیکن حضرت علی نے ایک نہ سُنی، جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیاد کی ہجو لکھی، یہ اشعار مشہور ہیں، ان کو حکومت کرتے ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسن نے ان کو بدستور قایم رکھا، جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کچھ عرصہ تک تو ان کو قائم رکھا پھر بسر بن ارطاۃ کو والی بصرہ مقرر کیا۔

ابوالاسود نے ۶۹ھ میں وفات پائی انہوں نے حضرت عمر کے حکم سے قرآن مجید پر اعراب لگائے اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا، اور حضرت علی کے حکم سے قواعد نحو مدوّن کئے اور ایک رسالہ لکھا

ابراہیم نخعی

صیرفی الحدیث و فقیہ العراق لقب، بچپن میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اسیران کے معاصرین ان سے رشک کیا کرتے تھے، (تذکرہ ذہبی)

حضرت زید ابن ارقم وغیرہ اصحاب کو بھی دیکھا تھا، علقمہ و اسود سے علم حاصل کیا، صحاح ستہ کے راوی ہیں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ محدث تھے فقیہ تھے، صالح تھے، ثقہ تھے،

حضرت سعید بن جبیر کہا کرتے تھے کہ لوگو تم مجھ سے فتوی لیتے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم موجود ہیں (تہذیب الاسماء جلد اول)

تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابراہیم تمام باتوں میں علقمہ کے نمونہ تھے (یہ نسبت قابل فخر ہے کہ ابن مسعود کو رسول کریم کا نمونہ کہا گیا، اور علقمہ کو ابن مسعود کا نمونہ، اور ابراہیم نخعی کو علقمہ کا نمونہ بتایا گیا، ابراہیم کے شاگرد حماد بن سلیمان تھے جنکو ابراہیم نے فقیہ العراق خطاب دیا۔ جن کے متعلق لکھا ہے

حماد بن سلیمان اعلم ناس بود بمذہب ابراہیم" (مصنفی شرح موطا) اور حماد نے امام ابو حنیفہ کو اپنا جانشین کیا۔ ابراہیم کی روایت کو جبکہ وہ علقمہ سے اور علقمہ ابن مسعود سے روایت کریں، اصح الاسانید کہا گیا ہے (نخبہ)

سنہ ۹۵ھ میں وفات پائی۔ حماد بن ابی سلیمان و امام ابو حنیفہ ان کے شاگرد تھے، ان کی خبر وفات سنکر امام شعبی نے فرمایا کہ ابراہیم نے اپنا نظیر نہیں چھوڑا، جو اُن سے زیادہ عالم و فقیہ ہو، اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کیا امام حسن بصری اور امام ابن سیرین بھی، امام شعبی نے کہا حسن بصری اور ابن سیرین ہی نہیں بصرہ، کوفہ شام و حجاز میں کوئی شخص اُن سے زیادہ عالم نہیں رہا۔

ابراہیم کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ اِن کے استاد علقمہ و اسود بھی تابعی تھے، وہ خود بھی تابعی تھے ان کے شاگرد حماد بن ابی سلیمان بھی تابعی تھے، اِن کے شاگرد کے شاگرد امام اعظم بھی تابعی تھے،

سعید بن جبیر

حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و عدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے، عطا بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے، سعید بن جبیر نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کی فرمائش سے تفسیر لکھی تھی، پچاس برس کی عمر تھی کہ حجاج بن یوسف نے سنہ ۹۵ھ میں شہید کیا۔

حضرت ابن عباس کی خدمت میں کوئی استفتا لیکر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید ابن جبیر نہیں جو مجھ سے پوچھتے ہو۔

عکرمہ

حضرت ابن عباس کے مولی اور شاگرد تھے، سنہ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت ابن عباس نے نہایت محنت سے تفسیر سکھائی تھی،

عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے، امام شعبی کا قول ہے کہ عکرمہ سے زیادہ کوئی تفسیر کا جاننے والا نہ تھا۔ قتادہ جو خود بڑے مفسر تھے ان کے کمال تفسیر کے معترف تھے، سعید بن جبیر اور مجاہد نے بھی ان سے استفادہ کیا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہتے، امام حسن بصری فتویٰ نہ دیتے۔

عوفی

عطیہ بن سعد بن جنادۃ العوفی نام، ابن عباس و ابو ہریرہ کے شاگرد تھے، امام سفیان ثوری نے

ان کو ضعیف کہا ہے، امام ترمذی نے ان کی روایات کی تحسین کی ہے۔ اسماعیل بن ابی خالد ان کے شاگرد تھے، سنہ ۱۱۱ھ میں وفات پائی۔

امام باقر

محمد نام ابوجعفر کنیت، باقر لقب، امام زین العابدین کے صاحبزادے تھے، بروز جمعہ صفر سنہ ۵۶ھ میں پیدا ہوئے حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا حضرت ابوہریرہ وحضرت ابوسعید خدری وحضرت ابن عباس اور اپنے والد کے شاگرد تھے، امام زہری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے، سنہ ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔

مجاھد

ابوالحجاج مجاہد بن جبیر نام، سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے، ابن عباس، عائشہ، ام سلمہ، ابوہریرہ جابر کے شاگرد تھے، انہوں نے ابن عباس سے تیس مرتبہ قرآن کا دور کیا تھا، ہر آیت کو تفسیر و توضیح کے ساتھ یاد کیا تھا اور سنا تھا۔ عکرمہ، عطار، قتادہ ان کے شاگرد تھے، ان کی تفسیر کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے، سنہ ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

جویبر

جویبر بن سعید الازدی نام، حضرت انس سے روایت کرتے تھے، ان سے ثوری اور حماد ابن زید نے روایت کی ہے، یہ ضعیف راوی ہیں، بعض نے کذاب لکھا ہے، سنہ ۱۴۰ھ میں وفات پائی

علی بن ابی طلحہ ہاشمی

مجاہد کے شاگرد تھے، ثور بن یزید ان کے شاگرد تھے، سنہ ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

مقاتل

ابوالحسن مقاتل بن سلیمان الازدی مروزی نام، (مرو ایک قصبہ ہے خراسان کے قریب یہ مرو کے رہنے والے تھے اسلئے مروزی کہلاتے ہیں، اسمیں ز خلاف قیاس بڑھائی گئی ہے جیسے رے کے باشندوں کو رازی کہتے ہیں) ضحاک ومجاہد کے شاگرد تھے؛ ان کو ضعیف کہا گیا ہے سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی، علی بن الجعد وابن عیینہ ان کے شاگرد تھے،

ابوروق ھمدانی

عطیہ بن الحارث کوفی نام، حضرت انس کے شاگرد تھے، امام سفیان ثوری ان کے شاگرد تھے ان کی تفسیر ایک جلد ہے، قریب لصحت ہے سن وفات تحقیق نہیں ہوا۔

ابو مالک

غزوان الغفاری الکوفی نام، حضرت ابن عباس و حضرت عمار بن یاسر کے شاگرد تھے، سلمہ بن کہیل ان کے شاگرد تھے۔ سن وفات تحقیق نہیں ہوا۔

مسروق بن الاجدع متوفی سنہ ۶۳ھ۔ مرہ ہمدانی سنہ ۷۶ھ۔ ابو العالیہ رباحی سنہ ۹۰ھ۔ اسود بن یزید سنہ ۹۵ھ۔ ضحاک بن مزاحم سنہ ۱۰۵ھ۔ طاؤس بن کیسان سنہ ۱۰۶ھ، حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ۔ عطار بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ۔ قتادہ بن دعامہ سنہ ۱۱۷ھ۔ محمد بن کعب قرظی سنہ ۱۲۰ھ۔ عطار بن دینار سنہ ۱۲۶ھ۔ اسمعیل بن عبدالرحمن سدی سنہ ۱۲۷ھ، عبداللہ بن ابی نجیح سنہ ۱۳۱ھ۔ عطار بن ابی سلم (یا ابی سلمہ) خراسانی سنہ ۱۳۵ھ۔ عطار ابن السائب سنہ ۱۳۶ھ۔ زید بن اسلم سنہ ۱۳۶ھ۔ ربیع بن انس سنہ ۱۴۰ھ۔ محمد ابن السائب کلبی سنہ ۱۴۶ھ۔ ابن جریج سنہ ۱۶۰ھ۔ محمد ابن اسحٰق بن یسار سنہ ۱۵۱ھ۔ معمر بن راشد سنہ ۱۵۳ھ۔ ابو جعفر رازی سنہ ۱۶۰ھ۔ شعبہ بن الحجاج سنہ ۱۶۰ھ۔ سفیان ثوری سنہ ۱۶۱ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین و مصنفین میں سے تھے، محمد بن سایب کلبی و مقاتل ابن سلیمان یہ ضعیف راوی ہیں، ان حضرات میں سے اکثر کے حالات فقیر نے تاریخ الحدیث میں لکھے ہیں۔

رجال قرن ثانی

امام کسائی

ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز نام۔ خلیفہ ہارون رشید کے مصاحب تھے، فن قرارت کے امام تھے، قرار سبعہ میں سے تھے، امام حمزہ کوفی کے شاگرد تھے، ابو عمر حفص ان کے شاگرد تھے، سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو حنیفہ دینوری

ابو حنیفہ احمد بن داؤد نحوی لغوی سنہ ۲۸۲ھ میں وفات پائی، ابو حنیفہ بہت سے گذرے ہیں اس کنیت کے سولہ اشخاص کے نام تو والد ماجد مدظلہ نے تاریخ الفقہ میں لکھے ہیں، ایک ابو حنیفہ مرجیہ مذہب کا بھی تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی مذمت کی ہے، بعض گمراہ فرقے والے ابو حنیفہ دینوری و ابو حنیفہ مرجیہ کے اقوال کو امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرکے دھوکہ دیتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی مذمت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی کی ہے، ایک ابو حنیفہ نعمان بھی گذرے ہیں لہذا جب تک یوراتیہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی نہ ہو اسوقت تک کسی قول پر اعتماد نہ

الفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی نام یونس بن ابی اسحاق کے شاگرد تھے، امام احمد اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے، ۲۱۲ھ میں وفات پائی

شیخ ابو فید مورج ۱۷۴ھ۔ امام مالک ۱۷۹ھ۔ شیخ عبدالرحمن بن زید بن اسلم ۱۸۲ھ۔ شیخ حجاج بن محمد ۱۹۶ھ، شیخ محمد بن ثور ۱۹۰ھ۔ شیخ وکیع الجراح ۱۹۷ھ۔ شیخ سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ۔ شیخ عبداللہ بن وہب ۱۹۹ھ۔ شیخ ھشیم بن بشیر ۱۹۹ھ۔ امام شافعی ۲۰۴ھ، شیخ روح بن عبادہ ۲۰۵ھ۔ شیخ یزید بن ہارون ۲۰۶ھ۔ شیخ ابوعبیدہ بن معمر بن المثنی بصری ۲۱۰ھ شیخ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی ۲۱۱ھ۔ شیخ آدم بن ابی ایاس ۲۲۰ھ۔ شیخ سنید بن داود ۲۲۶ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین میں سے ہیں۔ ان حضرات میں سے اکثر کے حالات تاریخ الحدیث میں لکھے جا چکے ہیں۔

رجال قرن ثالث

شیخ ابن ابی شیبہ

عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ نام، شیخ عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے تھے، ان سے امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے، صاحب مسند ہیں ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابن راہویہ

اسحاق بن ابراہیم نام، شیخ فضیل بن عیاض، و شیخ فضل بن دکین کے شاگرد تھے، شیخ عبداللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے، ان سے شیخ یحیی بن معین نے روایت کی ہے، امام بخاری بھی ان کے شاگرد تھے، صاحب تصنیف تھے (۷۷) سال کی عمر میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبد بن حمید

صاحب تفسیر و مسند کبیر ہیں۔ شیخ یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے، ان سے عمر بن بجیر نے روایت کی ہے۔ ۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ۔ شیخ ابی مردان عبدالملک بن حبیب متوفی ۲۳۸ھ۔ شیخ ابوالحسن علی بن حجر سعدی ۲۴۴ھ۔ شیخ ابوحاتم سہل بن محمد ۲۴۸ھ۔ امام بخاری ۲۵۶ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین میں تھے۔ انہیں سے بعض حضرات کے حالات تاریخ الحدیث میں لکھے جا چکے ہیں۔

رجال عہد اختلافی

امام ابن جریر طبری

ابوجعفر ابن جریر نام ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے، شیخ اسماعیل بن موسیٰ سدی سے روایت کرتے تھے، ان سے طبرانی نے روایت کی ہے، مجتہد صاحب مذہب تھے، ان کا مذہب ۴۵۰ھ تک چل کر معدوم ہو گیا۔ کثیر التصانیف مشہور مفسر و مورخ ہیں صاحب تفسیر و تاریخ ہیں ۳۱۰ھ میں وفات پائی

ایک ابن جریر طبری فرقہ کرامیہ میں بھی گذرا ہے وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے، دونوں میں صرف سنین ولادت و وفات میں فرق ہے بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کر کے دہوکہ دیتے ہیں۔

کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن جریر کرامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ شیخ ابوسعید کندی متوفی ۲۷۵ھ۔ شیخ ابوعبدالرحمن تقی ۲۷۶ھ قاضی ابواسحق اسماعیل ۲۸۲ھ۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم ۲۸۵ھ۔ شیخ ابوالعباس احمد ۲۹۱ھ۔ شیخ ابراہیم نسفی ۲۹۲ھ۔ شیخ ابواسحق ابراہیم نیشاپوری ۳۰۳ھ۔ شیخ ابوالحسن علی قمی ۳۰۵ھ شیخ محمد بن یزید ۳۰۶ھ۔ شیخ ابوبکر بن محمد ۳۱۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین میں سے ہیں

رجال صدی چہارم

شیخ ابن المنذر

ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری نام۔ شیخ الحرم لقب، کثیر التصانیف ہیں۔ زیادہ مشہور الاشراف فی مسائل الخلاف، المبسوط و کتاب السنن، کتاب التفسیر ہیں ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابن ابی حاتم

عبدالرحمن بن محمد بن ابومحمد ادریس بن ابی حاتم التیمی الحنظلی نام، اپنے باپ کے شاگرد تھے، انکا ایک ضخیم مسند ہے، اور ایک تفسیر چار جلدوں میں ہے ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابن حیان

ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر ابن حیان اصفہانی نام۔ ابومحمد بھی ان کی کنیت ہے، تفسیر کے علاوہ علم تفسیر کے متعلق ان کی اور بھی کئی کتابیں ہیں، سنہ ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابی القاسم عبداللہ کعبی متوفی سنہ ۳۱۹ھ۔ شیخ ابوالحسن علی اشعری سنہ ۳۲۰ھ۔ شیخ ابواسحق ابراہیم سنہ ۳۲۱ھ۔ شیخ محمد بن بحر سنہ ۳۲۲ھ۔ شیخ ابراہیم بن یزید سنہ ۳۲۵ھ۔ شیخ ابی بکر محمد بن عزیز سجستانی سنہ ۳۳۰ھ۔ شیخ ابوالقاسم عمر سنہ ۳۳۴ھ۔ شیخ ابوجعفر احمد سنہ ۳۳۸ھ۔ شیخ ابومحمد قاسم سنہ ۳۳۸ھ شیخ محمد حسن سنہ ۳۴۲ھ۔ شیخ عبداللہ بن جعفر سنہ ۳۴۷ھ۔ شیخ ابوبکر محمد سنہ ۳۵۰ھ۔ شیخ ابی نصر منصور سنہ ۳۵۲ھ۔ شیخ احمد بن محمد سنہ ۳۵۳ھ۔ شیخ ابن حبان سنہ ۳۵۴ھ۔ شیخ ابومنصور محمد سنہ ۳۷۰ھ۔ شیخ ابوبکر احمد سنہ ۳۷۰ھ۔ شیخ ابی اللیث سنہ ۳۸۳ھ۔ شیخ ابومحمد عبداللہ بن عطیہ سنہ ۳۸۳ھ۔ شیخ ابوالحسن علی ۳۸۴ھ۔ شیخ محمد بن علی سنہ ۳۸۸ھ۔ شیخ ابی الحسن علی سنہ ۳۹۰ھ۔ شیخ ابوہلال سنہ ۳۹۵ھ۔ شیخ خلف بن احمد سنہ ۳۹۹ھ شیخ ابوالفرج احمد سنہ ۴۰۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر گذرے ہیں۔

رجال صدی پنجم

شیخ ابن مردویہ

ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی نام۔ ان کی چند تصانیف ہیں تفسیر میں اکثر غیر معتبر روایات ہیں جو ابن عباس کی طرف منسوب ہیں۔ سنہ ۴۱۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالحسن

ابوالحسن علی بن ابراہیم حوفی نحوی نام۔ ان کی تفسیر کا نام البرہان فی تفسیر القرآن ہے، دس جلدوں میں ہے، اس میں اعراب و غریب و تفسیر ہے، سنہ ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالرحمن بن محمد فطیس متوفی سنہ ۴۰۲ھ۔ شیخ ابوعبدالرحمن محمد سنہ ۴۰۶ھ۔ شیخ ابن فورک سنہ ۴۰۶ھ۔ شیخ ابوالقاسم سنہ ۴۰۶ھ۔ شیخ ابی عبدالرحمن السلمی سنہ ۴۱۲ھ۔ شیخ ابواسحاق سنہ ۴۲۷ھ۔

شیخ الرئیس ابوعلی بن سینا سنہ ۴۲۸ھ۔ شیخ عبدالقاہر بن طاہر سنہ ۴۲۹ھ۔ شیخ اسمعیل بن احمد سنہ ۴۳۰ھ شیخ ابی العباس احمد سنہ ۴۳۱ھ۔ شیخ شمس الدین الدنتاری سنہ ۴۳۴ھ۔ شیخ ابی ذر سنہ ۴۳۷ھ۔

شیخ ابومحمد مکی سنہ ۴۳۷ھ۔ شیخ ابوعبداللہ جوینی سنہ ۴۳۸ھ شیخ ابی الفتح سلیم سنہ ۴۴۷ھ۔ شیخ ابوالعلاء احمد سنہ ۴۴۹ھ۔ شیخ ابوالحسن ماوردی سنہ ۴۵۰ھ۔ شیخ ابی بکر عتیق سنہ ۴۵۴ھ۔ شیخ ابوبکر احمد بیہقی سنہ ۴۵۸ھ

شیخ ابو مسلم محمد سنہ ۴۵۹ھ۔ شیخ ابو عمر یوسف سنہ ۴۶۳ھ۔ شیخ ابو القاسم عبد الکریم سنہ ۴۶۵ھ۔ شیخ ابی الحسن علی سنہ ۴۶۹ھ۔ امام شاہفور سنہ ۴۷۱ھ۔ شیخ ابو عمر یوسف سنہ ۴۷۳ھ۔ شیخ عبد القاہر جرجانی سنہ ۴۷۴ھ۔ شیخ ابی معشر عبد الکریم سنہ ۴۷۸ھ۔ امام الحرمین ابو المعالی سنہ ۴۷۸ھ۔ شیخ ابی یوسف عبد السلام سنہ ۴۸۳ھ۔ شیخ عبد الباقی سنہ ۴۸۵ھ۔ شیخ ابو عبد اللہ سلیمان سنہ ۴۹۴ھ۔ امام حسین لاعب سنہ ۵۰۰ھ۔ شیخ ابو محمد شیرازی سنہ ۵۰۰ھ۔ شیخ ابی بکر عبدوس سنہ ۵۰۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر تھے۔

رجال صدی ششم

امام غزالی

ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی نام۔ مشہور ائمہ اسلام میں سے تھے، کثیر التصانیف تھے، انکی تفسیر یاقوت التأویل (۴۰) جلدوں میں ہے۔ سنہ ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔

ایک شخص محمود غزالی معتزلی تھا۔ اوسکی بھی تفسیر ہے، اکثر اہل باطل اس محمود غزالی کے اقوال امام غزالی کی طرف منسوب کرکے دہوکہ دیتے ہیں۔

امام بغوی

امام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی نام، ان کی تفسیر معالم التنزیل تفاسیر سلف کی جامع ہے، حدیثیں اپنی سند سے لائے ہیں لیکن بعض بے اصل قصے بھی نقل کردئے ہیں۔ شیخ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن محمد حسینی المتوفی سنہ ۸۷۵ھ نے ان کی تفسیر کا اختصار کیا سنہ ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو القاسم

ابو القاسم محمود بن عمر زمخشری نام، جار اللہ لقب خوارزم ضلع زمخشر کے باشندے تھے، عرصہ تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے، اس لئے جار اللہ لقب ہوا۔ چہار شنبہ ۲۷ رجب سنہ ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابو نعیم اصفہانی و شیخ ابو الحسن علی بن مظفر نیشا پوری سے علم حاصل کیا۔ ایسے متبحر فاضل ہوئے کہ ادب، فقہ، مناظرہ، نحو وغیرہ تمام علوم میں صاحب کمال تسلیم کئے گئے۔ یہ معتزلی تھے مگر فروعی مسائل میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کرتے تھے، مختلف علوم و فنون کے متعلق ان کی تصانیف ہیں۔

ان کی تفسیر کشاف بہت مشہور ہے،

علامہ احمد بن محمد موفق الدین خطیب خوارزم المتوفی سنہ ۵۹۸ھ و شیخ محمد ابن ابو القاسم رینیا التعالی

ان کے شاگرد تھے،

ایام طالب علمی میں ان کا ایک پیر کٹ گیا تھا۔ اسکی جگہ لکڑی کا پیر لگاتے تھے، ۵۳۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

شیخ ابن العربی

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ معروف ابن العربی، امام غزالی کے شاگرد تھے، تقریباً تیس کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں، ایک تفسیر ہے جس کا نام انوار الفجر ہے (۸۰) جلدوں میں ہے، ۵۴۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالفرج

عبدالرحمن بن علی جوزی نام مشہور محدث تھے، علم حدیث کی تصانیف میں انہوں نے حدیث کی کہ موضوعات کو علیحدہ جمع کر دیا۔ مگر اس میں اسقدر تشدد کیا کہ بڑے بڑوں پر الزامات کئے گئے۔ اس لئے بعض علمانے ان کی تردید بھی کی۔ کثیر التصانیف تھے تفسیر کے متعلق ان کی کئی تصانیف ہیں ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔

تاج القراء برہان الدین قونوی متوفی ۵۰۱ھ۔ شیخ حسن بن فتح ہمدانی ۵۰۲ھ۔ شیخ ابوالحسن علی ۵۰۴ھ۔ شیخ ابوالقاسم عبداللہ ۵۱۶ھ۔ امام عبداللہ ۵۲۵ھ۔ قوام السنۃ امام ابوالقاسم ۵۳۵ھ۔ شیخ ابوالحسن علی باقولی ۵۳۵ھ۔ شیخ ابی الفیض نجم الدین ۵۳۷ھ۔ شیخ عبداللہ ابن حسین ۵۳۸ھ۔ شیخ ابوالحسن علی بن عراق ۵۳۹ھ۔ شیخ ابومحمد عبدالحق ۵۴۲ھ۔ شیخ ابوبکر محمد بن عبداللہ ۵۴۳ھ۔ شیخ ابوالمحاسن مسعود ۵۴۴ھ۔ شیخ محمد بن عبدالرحمن ۵۴۶ھ۔ شیخ ابی العباس احمد ۵۵۰ھ۔ شیخ نجم الدین ابوالقاسم ۵۵۳ھ۔ شیخ علی محمد بن عبدالصمد سخاوی ۵۵۸ھ شیخ علی بن محمد ۵۶۰ھ۔ شیخ محمد بن ابی القاسم ۵۶۲ھ۔ شیخ نصر بن علی ۵۶۵ھ۔ شیخ ابوہاشم شمس الدین ۵۶۵ھ۔ شیخ ابی عبداللہ بن ظفر ۵۶۷ھ۔ شیخ برہان الدین ۵۶۹ھ۔ شیخ ابوالمظفر محمد ۵۶۹ھ۔ شیخ ابی الحسن علی بن عبداللہ ۵۷۷ھ۔ شیخ ابوجعفر ظہیر الدین ۵۷۷ھ۔ شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن ۵۸۱ھ۔ شیخ ناصر الدین عالی ۵۸۳ھ۔ امام ابونصر احمد ۵۸۶ھ۔ شیخ ابی جعفر محمد ۵۸۸ھ شیخ ابوالخیر احمد ۵۹۰ھ۔ شیخ عبدالمنعم ۵۹۷ھ۔ شیخ ظہیر الدین ۵۹۸ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر گذرے ہیں۔

رجال صدی ہفتم

امام رازی

ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی نام فخرالدین لقب، ۵۴۴ھ میں رے میں پیدا ہوئے اپنے والد اور شیخ مجدالدین حنبلی شاگرد امام غزالی سے علم حاصل کیا۔

امام رازی ابتدا میں تنگدست رہے پھر ان کے لڑکوں کی شادی ایک سوداگر کی لڑکیوں سے ہوگئی سوداگر کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اسی طرح تمام دولت امام صاحب کے گھر آگئی۔

امام صاحب ہرات گئے تو سلطان حسین نے خود استقبال کیا۔ امام صاحب کے پاس دور دراز سے کثرت سے طالب علم آتے تھے، تین سو شاگرد ہر وقت ساتھ رہتے تھے، شیخ زین الدین الکشی، شیخ ابوبکر ابراہیم بن ابوبکر اصفہانی، شیخ قطب الدین مصری، شیخ شہاب الدین نیشاپوری ان کے خاص شاگرد تھے، امام صاحب کی سولہ تصانیف کا تذکرہ تو میں نے دیکھا ہے، جو مختلف علوم و فنون پر ہیں، زیادہ مشہور تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ہے، اس میں ہر غریب کو جمع کیا ہے۔ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی بحثیں ہیں۔ عجیب و غریب مفید تفسیر ہے، سید مرتضیٰ نے شہاب کی شرح شفا سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب تفسیر پوری کرنے نہیں پائے، سورۂ انبیاء تک لکھ سکے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ شیخ نجم الدین احمد بن محمد قمولی متوفی ۷۲۷ھ نے اس کی تکمیل کی اور علماء نے بھی اس کی تکمیل و تلخیص کی ہے۔

امام صاحب نے ہرات میں ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ اکبر ابن عربی

محمد بن علی بن احمد نام، لقب محی الدین، عرف شیخ اکبر و ابن عربی مرتبہ علاقہ اندلس میں ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے (اندلس کے علاقہ میں ایک بزرگ شیخ ابوبکر گذرے ہیں وہ بھی ابن العربی مشہور ہیں ۵۴۳ھ میں وفات پائی۔ شیخ اکبر اور ان کے درمیان ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ اگر ابن عربی بغیر الف لام کے ہو تو شیخ اکبر مراد ہیں اور اگر ابن العربی مع الف و لام کے ہو تو شیخ ابوبکر مراد ہیں) شیخ ابن بشکوال و شیخ ابن زرقون وغیرہ سے علم حاصل کیا، شیخ ابن عساکر و شیخ ابن جوزی اور دیگر محدثین سے بھی سند حدیث حاصل کی ہے، ۵۹۸ھ میں حج کیا، پھر مصر و شام و عراق وغیرہ میں سفر کرتے رہے، افادہ و استفادہ فرماتے رہے، قونیہ پہونچکر نکاح کیا، ۵۹۰ھ میں شیخ ابومدین مغربی

وشیخ جمال الدین بن یونس بن یحیی قصار سے علم باطنی حاصل کیا، شیخ کی تصانیف کی تعداد امرانی الانہر میں (۲۷۰) لکھی ہے انہیں ایک تفسیر کلان چھ جلدوں میں ہے سورۂ کہف تک، ایک تفسیر خورد مکمل دو جلدوں میں ہے، ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں، فتوحات کا اختصار شیخ عبدالوہاب شعرانی ۹۷۳ھ نے کرکے لواقح الانوار القدسیہ نام رکھا، پھر اس کا اختصار کرکے کبریت احمر نام رکھا، بعض فتنہ پردازوں نے شیخ کی تصانیف میں تحریف کی ہے چونکہ پریس ومطابع نہ تھے اس لئے شریروں کا یہ داؤں چل گیا بعض ایسے عقائد ومسائل شیخ کی طرف منسوب کردیئے جو اُن کے مسلک اور مذہب اہل سنت کے خلاف تھے، ان کی بڑی تفسیر میں بھی یہی کارستانی ہوئی ہے، علامہ شعرانی نے کبریت میں اس قسم کے مسائل کو نہیں لیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے ایک نسخہ فتوحات کا شیخ شمس الدین سید محمد بن سید ابوالطیب مغربی کے پاس دیکھا جو شیخ اکبر کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، اس میں اس قسم کے مسائل نہ تھے، اس لئے فتوحات کا مطالعہ کرنے والوں کو کبریت کا مطالعہ ضروری ہے فصوص الحکم کی (۳۷) علما وفضلا نے شرحیں لکھی ہیں، انہیں مولانا صدرالدین قونوی ۶۷۹ھ، مولانا عبدالرحمن جامی ۸۹۸ھ، میر علی مہائمی ۸۳۵ھ، خواجہ پارسا ۸۲۲ھ، شیخ کمال الدین کاشانی ۷۲۷ھ امیر کبیر سید علی ہمدانی ۷۸۶ھ بھی ہیں، شیخ ابن عربی نے ربیع الاول ۶۳۸ھ میں وفات پائی، شیخ کے مخالف بھی بہت تھے اور مؤید بھی بہت تھے، شیخ کی تائید میں (۱۳) علما وفضلا نے کتابیں لکھی ہیں، انہیں امام جلال الدین سیوطی، شیخ عبدالوہاب شعرانی، امام عبداللہ یافعی ۷۵۵ھ فیروزآبادی صاحب قاموس، حافظ ابن حجر عسقلانی بھی ہیں۔

قاضی بیضاوی

ابوسعید ناصرالدین عبداللہ بن عمر البیضاوی نام، شافعی المذہب تھے، شیراز کے قاضی تھے آخر عمر میں ترک منصب کرکے شیخ محمد بن محمد کختائی کی خدمت میں رہے، شیخ کے ایماء سے تفسیر لکھی، ان کی تفسیر مشہور ومقبول ہے، اس تفسیر میں اعراب معانی وبیان کے متعلق جو کچھ ہے وہ تفسیر کشاف کی اور جو حکمت وکلام سے متعلق ہے وہ تفسیر کبیر کی، اور جو اشتقاق وغوامض وحقائق ولطائف واشارات ہیں وہ تفسیر راغب کی تلخیص ہے، ان سب پر اپنی طرف سے وجوہ معقولہ وتصرفات منقولہ کا اضافہ کیا ہے یہ امر قابل افسوس ہے کہ فضائل سور میں ضعیف وموضوع روایات بھی لائے ہیں ۶۹۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ علم الدین متوفی ۶۰۴ھ، شیخ ابوالسعادت مبارک ۶۰۶ھ، شیخ ابومحمد روزبہان ۶۰۶ھ

شیخ موفق الدین ۶۰۰ھ۔ شیخ ابوالحسن علی ۶۱۵ھ، شیخ ابو عبداللہ محمد ۶۱۷ھ، شیخ نجم الدین ۶۱۸ھ، شیخ ابن برجان ۶۲۷ھ۔ شیخ ابی محمد جمال الدین ۶۳۰ھ، شیخ شہاب الدین سہروردی ۶۳۲ھ۔ شیخ علم الدین سخاوی ۶۴۳ھ، شیخ قاسم بن محمد ۶۴۳ھ۔ شیخ نجم الدین بشیر ۶۴۶ھ شیخ کمال الدین ۶۵۱ھ۔ شیخ ابی سعد محسن ۶۵۲ھ۔ شیخ ابوالمظفر شمس الدین، شیخ ابن ابی الاصبع ۶۵۴ھ، شیخ ابوالفضل شرف الدین ۶۵۵ھ۔ شیخ عزالدین عبدالرزاق ۶۶۰ھ شیخ عزالدین بن عبدالسلام ۶۶۰ھ۔ شیخ محمد بن علی انصاری ۶۶۲ھ، شیخ ابی عبداللہ محمد ۶۷۱ھ شیخ صدر الدین ۶۷۲ھ، قاضی تقی الدین ۶۸۰ھ، شیخ موفق الدین ۶۸۰ھ۔ شیخ ناصر الدین احمد معروف ابن منیر ۶۸۳ھ۔ شیخ برہان الدین محمد ۶۸۶ھ۔ شیخ برہان الدین ابی المعالی ۶۸۹ھ شیخ سعید الدین ۶۹۰ھ۔ شیخ عبداللطیف ۶۹۷ھ۔ سید الکل ۶۹۷ھ، شیخ ابو عبداللہ جمال الدین ۶۹۸ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر تھے۔

رجال صدی ہشتم

شیخ مسعود

شیخ مسعود تفتازانی نام، سعد اللہ لقب، ماہ صفر ۷۲۲ھ میں تفتازان (نواح خراسان میں ایک قصبہ ہے) میں پیدا ہوئے۔

شیخ قطب الدین رازی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ زبان میں کسی قدر لکنت تھی، ماہر علوم وفنون تھے، ان کے درس میں دور دور سے طالب علم آکر شریک ہوتے تھے، کم عمری ہی میں تصنیف وتالیف کا شوق تھا، ان کی سب سے پہلی تصنیف جو بعمر ۱۵ اسال مدون کی شرح زنجانی ہے، جو ۷۳۸ھ کی تصنیف ہے، بعض نے ان کو حنفی بعض نے شافعی لکھا ہے لیکن ان کی تمام اولاد شافعی المذہب تھی اس لئے گمان غالب ہے کہ یہ بھی شافعی ہوں گے، تیمور لنگ کی مجلس علمی کے صدر رہے، سید شریف جرجانی سے ان کی معاصرانہ نوک جھونک رہتی تھی، دوشنبہ ۲۲ محرم ۷۹۲ھ میں سمرقند میں وفات پائی، ان کی لاش سمرقند سے سرخس کو منتقل کی گئی، ان کی بہت سی تصانیف مختلف علوم وفنون پر ہیں سب سے آخری تصنیف شرح تفسیر کشاف ہے جس کو ۷۸۹ھ سے شروع کیا اور نا تمام چھوڑ گئے۔

تفتازانی کے بعد ان کا بیٹا محمد، بادشاہ تیمور کا درباری عالم مقرر رہا۔ پھر ان کا پوتا قطب الدین

یحیی بن محمد متوفی ۸۰۳ھ مرزا شاہرخ ابن تیمور کے عہد سے مرزا سلطان حسین کے عہد حکومت تک شیخ الاسلام رہا۔ یحیی کے بعد ان کا بیٹا سیف الدین احمد شیخ الاسلام بنایا گیا، سیف الدین کثیر التصانیف تھے، ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور حاشیہ توضیح حاشیہ تلویح حاشیہ شرح وقایہ (جو حاشیہ شیخ الاسلام مشہور ہے) زیادہ مشہور ہیں۔

تفتازانی کے شاگردوں میں زیادہ مشہور شیخ برہان الدین متوفی ۸۰۳ھ تھے، انہوں نے تفتازانی کی شرح کشاف کا حاشیہ لکھا ہے جسمیں سید شریف جرجانی کے ان اعتراضات کے جواب دیئے ہیں جو سید نے تفتازانی پر کئے ہیں۔

شیخ علاؤ الدین خازن

علاؤ الدین بن علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی معروف صوفی خازن، ۷۲۵ھ میں وفات پائی ان کی تفسیر کا نام اللباب فی معانی التنزیل معروف تفسیر خازن ہے، یہ چار جلدوں میں ہے تفسیر بغوی کا ملخص ہے بعض فوائد و شروح غریب وغیرہ کا اضافہ کیا ہے، مسائل فرعیہ فقہیہ بہت زیادہ ہیں، بعض قصص و روایات ضعیف بھی ہیں۔

شیخ قطب الدین رازی

ابو عبداللہ قطب الدین محمد بن محمد نام، رے کے رہنے والے تھے، شیخ عضد الدین کے شاگرد تھے، حنفی المذہب اور کثیر التصانیف تھے، ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور شرح حاوی کبیر چار جلد، شرح اشارات، قطبی، حاشیہ تفسیر کشاف، سورہ طہٰ تک، شرح مطالع زیادہ مشہور ہیں، ان کے شاگردوں میں ان کا غلام مبارک شاہ منطقی زیادہ مشہور تھا، سید شریف جرجانی نے بھی مبارک شاہ کی شاگردی کی ہے۔ شیخ قطب الدین رازی نے ۲ ذیقعدہ ۷۶۶ھ وفات پائی۔

شیخ جمال الدین اقصرائی

جمال الدین بن محمد بن محمد بن امام فخر الدین رازی نام، یہ حنفی المذہب تھے، قصرابیض (ایک موضع کا نام) میں پیدا ہوئے، اس لئے اقصرائی مشہور ہوگئے، موضع قرامان کے مدرسہ سمی سلسلہ کے صدر مدرس تھے، مہتمم مدرسہ نے یہ شرط لگائی تھی کہ جو عالم صحاح جوہری (جو تاج اللغۃ اور صحاح العربیۃ بھی مشہور ہے، علم لغت کی نہایت ضخیم کتاب ہے علامہ ابوالفرا اسمٰعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۳ھ کی تصنیف ہے) کا حافظ ہو، وہ اس مدرسہ کا صدر مدرس ہو، اقصرائی کے سوا کوئی صحاح جوہری کا حافظ نہ نکلا اس لئے یہ صدر مدرس بنائے گئے۔ ان کے درس میں طلبا کا

ہجوم رہتا تھا، ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور حاشیہ کشاف اور اقصرائی شرح موجز ہیں، ۸۰۰ھ میں یا اس سے کچھ آگے پیچھے وفات پائی۔

حافظ ابن کثیر

ابوالفداء عماد الدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی نام، حافظ ابن کثیر لقب، شافعی المذہب تھے اوّل ان کا خاندان بصرہ میں تھا پھر دمشق کو منتقل ہوا۔ حافظ ابن کثیر ۷۰۱ھ میں پیدا ہوئے سات برس کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ اور بھائی کے ساتھ دمشق میں آکر تحصیل علم میں مشغول ہوئے شیخ ابن عساکر اور حافظ ابن تیمیہ وغیرہ بہت سے ائمہ سے علم حاصل کیا، حافظ مزی سے بھی استفادہ کیا، حافظ نے اپنی لڑکی کا ان سے عقد کر دیا۔ ان کی تفسیر صحیح اور معتبر ہے ۷۷۴ھ میں وفات پائی

شیخ اکمل الدین بابرتی

اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود نام ۷۱۰ھ میں موضع بابرتا (قریب بغداد) میں پیدا ہوئے اکابر احناف میں سے تھے، علامہ محمود بن عبدالرحمن الملقب شمس الدین اصفہانی اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا۔ خانقاہ شیخو (یہ خانقاہ مدرسہ شیخو بھی مشہور تھی، امیر سیف الدین عمر متوفی ۷۵۸ھ نے اس کو ۷۵۶ھ میں بنایا۔ اسمیں چار درجہ علیحدہ علیحدہ چاروں مذاہب کی تعلیم فقہ کے لئے، ایک درجہ علم حدیث کے لئے، ایک درجہ تعلیم صحیحین کے لئے بنایا۔ اس مدرسہ کے صدر مدرس کے لئے یہ شرط تھی کہ عالم ہو صوفی ہو، مذہب حنفی کی کتابیں پڑھا لے ہیں سب سے زیادہ قابل ہو تفسیر و اصول میں ماہر ہو۔) کے سب سے پہلے متولی و صدر مدرس تھے، ان کو کئی مرتبہ عہدہ قضا پیش کیا گیا۔ مگر قبول نہیں کیا۔ کثیر التصانیف تھے، زیادہ مشہور حاشیہ تفسیر کشاف اور شرح وصیت امام ابی حنیفہ، شرح تجرید محقق طوسی، غایہ شرح ہدایہ وغیرہ ہیں شب جمعہ رمضان ۷۸۶ھ میں وفات پائی، بادشاہ ان کے جنازہ میں شریک ہوا۔

شیخ بدرالدین زرکشی

بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی نام شافعی المذہب تھے، ان کی کئی تصنیفیں ہیں ایک کتاب علوم قرآن پر ہے، البرہان فی علوم القرآن نام ہے، اس میں فنون قران کو جمع کیا ہے، جو سینتالیس (۴۷) نوع پر مرتب ہے، امام سیوطی نے اتقان میں سب کو جمع کر دیا ہے، ۷۹۴ھ میں وفات پائی

امام حافظ الدین نسفی متوفی ۷۱۰ھ۔ شیخ ابی اسحٰق ابراہیم ۷۰۳ھ۔ شیخ شرف الدین عبدالواحد ۷۰۳ھ۔ شیخ علاؤ الدین بن علی ۷۰۵ھ۔ شیخ جمال الدین بن محمد ۷۰۷ھ

شیخ ابی جعفر ۷۰۸ھ۔ شیخ قطب الدین محمود ۷۱۰ھ۔ شیخ سلیمان ۷۱۰ھ۔ خواجہ رشید الدین ۷۱۸ھ۔ قاضی عماد ۷۲۰ھ۔ شیخ محمد بن علی ۷۲۳ھ۔ شیخ نور الدین ابی الحسن ۷۲۴ھ۔ شیخ علاؤ الدین علی ۷۲۵ھ۔ شیخ شہاب الدین احمد ۷۲۸ھ۔ شیخ حسن بن محمد دولت آبادی ۷۳۰ھ شیخ برہان الدین بن ابراہیم ۷۳۳ھ۔ شیخ ابی المکارم ۷۳۴ھ۔ شیخ ہبۃ اللہ ۷۳۸ھ، شیخ علی بن محمد ۷۴۱ھ۔ شیخ حسین بن ابی بکر ۷۴۱ھ۔ شیخ علاؤ الدین علی ۷۴۱ھ۔ شیخ شرف الدین طیبی ۷۴۳ھ۔ شیخ اثیر الدین ۷۴۵ھ۔ شیخ ابو الثناء شمس الدین ۷۴۹ھ، حافظ ابن قیم جوزیہ ۷۵۱ھ۔ شیخ تقی الدین ابو الحسن بن عبد الکافی انصاری سبکی ۷۵۶ھ صاحب الدر النظیم۔ شیخ اشرف الدین احمد ۷۵۶ھ۔ شیخ شمس الدین محمد ۷۶۳ھ۔ شیخ ابی امامہ ۷۶۳ھ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن ۷۶۹ھ۔ شیخ ابو السعادت ۷۷۱ھ۔ شیخ خضر ۷۷۳ھ۔ شیخ ابو حفص سراج الدین ۷۷۳ھ۔ شیخ زین الدین ۷۹۵ھ۔ شیخ ابی بکر بن علی ۸۰۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر تھے۔

رجال صدی نہم

سید علی جرجانی

علی بن محمد بن علی نام، سید شریف۔ سید سند۔ علامہ جرجانی لقب تھا۔ ۲۲ر شعبان ۷۴۰ھ میں بمقام جرجان پیدا ہوئے، حنفی المذہب تھے، شیخ علاؤ الدین عطار بخاری نقشبندی کے مرید تھے، علامہ مبارک شاہ وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

۷۷۰ھ میں سلطان شجاع الدین بن مظفر قصر زرد میں مقیم تھا۔ سید کو دربار شاہی میں رسائی کا خیال پیدا ہوا۔ فوجی لباس پہنکر ایوان شاہی پر پہنچے، ایک مصاحب سے کہا میں مسافر ہوں تیر اندازی میں صاحب کمال ہوں، بادشاہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں، مصاحب نے بادشاہ کو اطلاع کی یہ طلب کرلئے گئے جب بادشاہ کے سامنے پہونچے تو حکم ہوا کہ تیر اندازی کا کمال دکھاؤ، انہوں نے کچھ مسودات پیش کئے اور کہا یہی میرا ہنر ہے اور یہی میرے تیر ہیں۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو اپنے ہمراہ لاکر شیراز کے مدرسہ دار الشفاء کا صدر مدرس کردیا۔ جب تیمور نے شیراز پر غلبہ پایا اور شہر کے تاراج کا حکم دیا تو وزیر نے سید جرجانی کا تذکرہ کیا۔ تیمور نے سید کو امان دی، اور اپنے ساتھ سمرقند لے آیا، سید نے شیراز میں ۸۱۶ھ میں وفات پائی، ان کی تصنیف سے تین سو کتابیں ہیں۔

تفسیر کشاف و بیضاوی پر حواشی ہیں، ان کے شاگردوں میں زیادہ مشہور ان کے بیٹے محمد (مصنف شرح کتاب ارشاد تفتازانی) اور فخر الدین عجم اور فتح اللہ شیروانی ہیں

شیخ شمس الدین فناری

شمس الدین محمد بن حمزہ فناری نام، ۷۵۱ھ میں پیدا ہوئے، شیخ جمال الدین اقصرائی وغیرہ سے علم حاصل کیا، اپنے والد شیخ حمزہ کے مرید تھے، حنفی المذہب تھے، جامع الکمالات تھے، بروسہ کے قاضی تھے، سلطان بایزید خان ان کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا، کثیر التصانیف تھے، رجب ۸۳۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی مصنفک

علی بن مجد الدین بن محمد بن مسعود بن امام فخر الدین رازی نام، مصنفک لقب ۸۰۳ھ میں پیدا ہوئے، حنفی المذہب تھے، شیخ جلال الدین یوسف و شیخ عبد العزیز احمد وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ تصنیف کا شوق کم سنی ہی تھا۔ اس لئے مصنفک مشہور ہوئے۔ ۸۷۵ھ میں وفات پائی بزرگ صاحب باطن کثیر التصانیف تھے، تفسیر کشاف کی شرح لکھی، فارسی میں بھی ان کی کئی تصانیف ہیں۔

شیخ علاؤ الدین قوشجی

علاؤ الدین علی بن محمد قوشجی (قوشجی نگہبان باز کو کہتے ہیں، شیخ کے باپ امیر ماوراء النہر کے یہاں اس کام پر ملازم تھے اس سبب سے یہ بھی قوشجی مشہور ہوئے) نام، قاضی زادہ سے علم حاصل کیا، حنفی المذہب تھے، ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور حاشیہ تفسیر کشاف حاشیہ تفتازانی، شرح تجرید اور رسالہ محمدیہ (سلطان محمد خان کے نام پر معنون تھا) ہیں۔

الغ بیگ امیر سمرقند نے ان کو مہتمم رسدگاہ کا عہدہ دیا۔ الغ بیگ کے بعد اس کے لڑکوں نے کچھ قدر نہ کی، یہ برداشتہ خاطر ہو کر تبریز آگئے۔ امیر حسن والی تبریز نے ان کی بہت قدر کی اسی زمانہ میں امیر تبریز سے سلطان محمد خان ناخوش ہو گیا، جنگ کے آثار نمایاں ہوئے، والی تبریز تھا، قوشجی کو سفیر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس طرح حق رسالت ادا کیا کہ سلطان ان کا گرویدہ ہو گیا، اور تمام معاملات خوبی سے طے ہو گئے۔ سلطان نے اصرار کیا کہ یہیں قیام کریں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ تبریز جا کر بار رسالت سے سبکدوش ہو کر آؤں گا۔ جب یہ تبریز پہنچے پیچھے سے سلطان کا قاصد ان کی طلب میں پہونچا۔ جب یہ روانہ ہوئے، سلطان نے یہ انتظام کیا کہ ہر منزل پر ان کا شاہانہ استقبال ہوتا تھا

جب یہ قسطنطنیہ پہونچے، سلطان نے اپنا مصاحب بنایا پھر مدرسہ ایا صوفیہ کا صدر مدرس کرکے دوسو روپیہ روزانہ وظیفہ کر دیا۔ قوشجی نے سنہ ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو طاہر فیروز آبادی

ابو طاہر محمد مجد الدین بن یعقوب فیروز آبادی نام سنہ ۷۲۹ھ میں گازروں میں پیدا ہوئے۔ یمن کے قاضی مقرر ہوئے، لغت و تفسیر و حدیث میں ان کی تصانیف کی تعداد چالیس سے زیادہ قاموس ان کی تصنیف ہے سنہ ۸۱۷ھ میں زبید میں وفات پائی۔

شیخ محمد بن عرفہ متوفی سنہ ۸۰۳ھ۔ شیخ برہان الدین ابراہیم سنہ ۸۰۵ھ۔ شیخ ابوبکر محمد سنہ ۸۰۸ھ شیخ ابو زرعہ سنہ ۸۲۰ھ۔ شیخ قطب الدین محمد سنہ ۸۲۱ھ۔ خواجہ محمد پارسا سنہ ۸۲۲ھ۔ شیخ محمد زاہد سنہ ۸۲۲ھ شیخ بدر الدین محمود سنہ ۸۲۴ھ، شیخ جلال الدین عبد الرحمن سنہ ۸۲۴ھ۔ خواجہ سید گیسو دراز سنہ ۸۲۵ھ شیخ شہاب الدین احمد سنہ ۸۲۸ھ۔ شیخ شہاب الدین سیواسی سنہ ۸۳۰ھ۔ شیخ علی مہائمی سنہ ۸۳۵ھ شیخ سراج الدین عمر سنہ ۸۴۰ھ۔ ملک العلما شمس الدین سنہ ۸۴۹ھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی سنہ ۸۵۲ھ شیخ محمد ابن احمد سنہ ۸۵۴ھ۔ عرب شاہ سنہ ۸۵۴ھ۔ شیخ علاؤ الدین علی سنہ ۸۶۰ھ۔ شیخ جلال الدین محلی سنہ ۸۶۴ھ۔ شیخ علم الدین سنہ ۸۶۸ھ۔ شیخ نور الدین بن حمزہ قرامانی سنہ ۸۷۱ھ، شیخ محمد بن سلیمان کافیجی سنہ ۸۷۳ھ۔ محمد بن عبد الرحمن معروف امام الکاملیہ سنہ ۸۷۴ھ۔ شیخ علاؤ الدین بسطامی سنہ ۸۷۵ھ۔ شیخ ابی زید سنہ ۸۷۶ھ۔ شیخ شمس الدین سنہ ۸۷۶ھ۔ سید قاسم بن قطلوبغا سنہ ۸۷۹ھ۔ شیخ ناصر الدین محمد سنہ ۸۸۳ھ۔ شیخ برہان الدین ابراہیم سنہ ۸۸۵ھ۔ شیخ محمد بن فرامرز معروف ملا خسرو سنہ ۸۸۵ھ۔ شیخ مصلح الدین مصطفے معروف ابن التمجید استاذ سلطان محمد فاتح سنہ ۸۸۶ھ شیخ علی الشہیر سلیمونی عران طوسی سنہ ۸۸۷ھ۔ شیخ ابی الغنائم سنہ ۸۸۷ھ۔ شیخ بایزید خلیفہ سنہ ۸۸۷ھ سید معین سنہ ۸۸۹ھ۔ شیخ برہان الدین کتانی سنہ ۸۹۰ھ۔ مولا جامی سنہ ۸۹۲ھ۔ شیخ احمد کورانی سنہ ۸۹۳ھ ملا حسین واعظ سنہ ۹۱۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر گذرے ہیں۔

رجال صدی دہم

شیخ محی الدین نکساری

محی الدین محمد بن ابراہیم بن حسین نام شیخ حسام الدین توقانی کے شاگرد تھے، مدرسہ قسطمونی کے صدر مدرس تھے، حنفی المذہب تھے، مشہور مفسر تھے اسی وجہ سے سلطان بایزید خان بچاس درہم

یومیہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ بیضاوی پر ان کا حاشیہ ہے، ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام سیوطی

عبدالرحمن بن ابوبکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام۔ ابوالفضل کنیت، جلال الدین لقب، موضع سیوط (علاقہ مصر) کے باشندہ تھے ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔

شیخ الاسلام علم الدین بلقینی، شیخ تقی الدین شمنی، حنفی شیخ محی الدین کافیجی سے علوم حاصل کئے، ان کے والدان کو بعمر (۳) سال بخیال حصول برکت اکمل مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لے گئے تھے، اس لئے بعض نے ان کو حافظ کا شاگرد لکھدیا ہے۔ ان کی چند کتابیں تفسیر و علم تفسیر کے متعلق ہیں، کل تصانیف کی تعداد پانچسو ہے۔ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد

محمد بن مصطفی بن حاجی حسن نام، ماہر علوم و فنون تھے، حنفی المذہب تھے، سلطان محمد خان ان کا قدردان تھا۔ قسطنطیہ کے جج تھے۔ نوے برس کی عمر میں ۹۱۱ھ میں وفات پائی، تفسیر بیضاوی پر سورۂ انعام تک ان کا حاشیہ ہے، میزان الصرف ان کی تصنیف ہے،

شیخ اسماعیل

کمال الدین اسمٰعیل قرامانی نام، قرہ کمال لقب، شیخ احمد ضیائی اور ملا خسرو کے شاگرد تھے، ماہر علوم تھے، حنفی المذہب تھے، مدرسہ ادرنہ کے صدر مدرس تھے، ان کو ساٹھ درم یومیہ وظیفہ دیتا تھا، تفسیر بیضاوی کے محشی ہیں۔ اور بھی چند تصانیف ہیں، ۹۱۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ شمس الدین

شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال نام، ابن کمال پاشا لقب حنفی المذہب تھے، سلطان سلیم خان ان کا قدردان تھا، قاضی عسکر تھے، بیضاوی کے محشی ہیں، ۹۴۰ھ میں وفات پائی

شیخ زادہ

اس لقب سے دو مفسر مشہور ہیں، اور دونوں بڑے ماہر علوم و محقق گذرے ہیں۔

ایک محمد بن مصلح الدین رومی حنفی محشی بیضاوی صدر مدرس مدرسہ قسطنطیہ متوفی ۹۵۰ھ ان کا بیضاوی کا حاشیہ چھ جلدوں میں ہے۔

دوسرے عبدالرحمن بن جمال الدین یہ قصبہ مرزلقیون کے باشندہ اور مفتی ابوالسعود مفسر کے شاگرد تھے، ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ محی الدین

محی الدین محمد بن مصلح الدین قوجوی نام۔ قسطنطیہ میں مدرس تھے، سلطنت کی طرف سے پندرہ روپیہ یومیہ وظیفہ تھا، یہ تمام غربا پر صرف کردیتے تھے، آخر تارک الدنیا ہوگئے، تفسیر بیضاوی پر ان کا حاشیہ ہے جو کثیر النفع ہے، ۹۵۱ھ میں وفات پائی۔

مفتی ابوالسعود

ابوسعود بن محی الدین محمد بن مصطفےٰ عمادی نام قصبہ اسکلیب (علاقہ روم) کے باشندے تھے ۸۹۲ھ میں پیدا ہوئے، اپنے باپ اور شیخ مؤید زادہ سے علم حاصل کیا سلطان سلیمان خان اور سلطان سلیم خان ان کے قدردان تھے، ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔

ان کی تفسیر ارشاد العقل السلیم معتبر و مستند جامع تفسیر ہے، اس کی ایسی شہرت ہوئی کہ سلطان سلیمان خان نے اس کے مطالعہ کا شوق ظاہر کیا، مصنف نے غیر مکمل ہی بھیجدی، سلطان نے ان کے وظیفہ میں پانچسو درم یومیہ کا اضافہ کیا، جب تفسیر مکمل ہوگئی چھ سو درہم یومیہ مستقل وظیفہ کردیا۔ ان کا تفسیر کشاف پر بھی حاشیہ ہے، یہ خطیب المفسرین مشہور ہیں۔

مُلا فتح اللہ

ملا فتح اللہ شیرازی نام، عادل شاہ بادشاہ بیجاپور دکن نے ان کو شیراز سے دکن بلایا یہاں آکر تفسیر تصنیف کی پھر اکبر بادشاہ نے طلب کیا، یہ فتحپور سیکری پہونچے، بادشاہ کی طرف سے عبدالرحیم خانخانان و حکیم ابوالفتح نے استقبال کیا، بادشاہ نے ان کو صدر الصدور کے عہدہ پر مقرر کیا، کشمیر میں ۹۹۷ھ میں وفات پائی۔ ملا عبدالسلام لاہوری محشی بیضاوی ان کے شاگرد تھے

منشی

محمد بن بدرالدین صاروخانی نام۔ منشی لقب، انہوں نے تفسیر لکھکر سلطان مراد خان ثالث کو بھیجی۔ سلطان نے ان کو شیخ الحرم مقرر کیا، ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی متوفی ۹۰۳ھ۔ شیخ محی الدین بن قاسم مشہور اخوین ۹۰۴ھ۔ شیخ ابی الحسن محمد ۹۰۵ھ۔ سید معین الدین ۹۰۵ھ، شیخ جلال محمد ۹۰۹ھ شیخ مصطفےٰ بن شعبان سروری ۹۱۹ھ۔ شیخ عبدالرحمن ۹۲۲ھ۔ شیخ محی الدین محمد اسکلیبی ۹۲۹ھ شیخ جمال الدین ۹۳۰ھ۔ قاضی زکریا ۹۳۶ھ، قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخوئی ۹۳۶ھ شیخ محمد بن محمود ۹۴۰ھ، شیخ ابوالفضل قرشی صدیقی خطیب معروف کازرونی ۹۴۰ھ۔

شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ اسفرائینی سنہ ۹۴۳ھ، شیخ سعد اللہ بن عیسیٰ مشہور سعدی آفندی سنہ ۹۴۵ھ۔ شیخ علائی بن محی شیرازی سنہ ۹۴۵ھ۔ شیخ غیاث الدین سنہ ۹۴۹ھ شیخ عبد الاول حسینی معروف ام الدین سنہ ۹۵۰ھ۔ شیخ شمس الدین محمد بن علی سنہ ۹۵۱ھ، شیخ بہاء الدین سنہ ۹۵۹ھ۔ شیخ بدر الدین سنہ ۹۵۶ھ شیخ محمود بن حسین فضلی سنہ ۹۷۰ھ، شیخ محمد بن کمال تاشکندی سنہ ۹۶۰ھ شیخ تاج الدین سنہ ۹۷۰ھ، شیخ احمد بن محمود سنہ ۹۷۱ھ۔ شیخ غرس الدین حنفی حلبی سنہ ۹۷۱ھ، شیخ محمد بن ابراہیم سنہ ۹۷۱ھ۔ شیخ نور الدین احمد بن محمد بن خضر المعروف کازرونی سنہ ۹۷۵ھ۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب مشہور عبد الکریم زادہ سنہ ۹۷۵ھ، شیخ مصلح الدین سنان سنہ ۹۷۷ھ۔ شیخ مصطفےٰ بن محمد معروف بستان سنہ ۹۷۷ھ، مفتی ابو السعود سنہ ۹۸۲ھ۔ شیخ مصلح الدین سنہ ۹۷۹ھ، شیخ بدر الدین سنہ ۹۸۳ھ۔ شیخ سنان الدین یوسف بن حسام الدین سنہ ۹۸۶ھ، شیخ محمد طاہر سنہ ۹۸۶ھ ملا عوض سنہ ۹۹۴ھ شیخ وجیہ الدین گجراتی سنہ ۹۹۸ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر گذرے ہیں۔

رجال صدی یازدہم

شیخ نور الدین

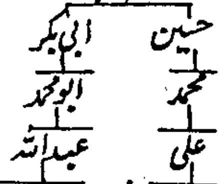
نور الدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام مشہور محدث و مصنف تھے، ان کی تصانیف کی تعداد امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہے، تفسیر جلالین پر ان کا حاشیہ جمالین نام ہے جسکو انہوں نے سنہ ۱۰۰۲ھ میں ختم کیا، تفسیر کے متعلق اور بھی ان کی تصنیف ہے، سنہ ۱۰۱۴ھ میں مکہ معظمہ وفات پائی۔

قاضی عبد الشہید

عبد الشہید بن تاج الدین بن عبد الرحمن بن قاضی حسن ریحانی نام، سیوہارہ کے رہنے والے تھے ان کے پردادا قاضی حسن بابر بادشاہ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے، بادشاہ نے سیوہارہ جاگیر میں دیا ان کو بارہ ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ ان کا ایک سند بھی تھا جو سنہ ۱۱۹۵ تک خاندان میں محفوظ رہا۔ یہ اپنے باپ اور دادا کے شاگرد تھے، ان کے باپ حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے، ان کا اور امام سعد ریحانی کا سلسلہ نسب ایک ہی تھا۔ قاضی حسن کے بھتیجے حسن بن نجیب الدین اکبر بادشاہ کی وزارت خارجیہ کے ممبر تھے،

امام سعد کا ترجمہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

احمد بن ابوالحسن بن محمد بن احمد بن امام قاسم بن محمد بن حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ



امام حسن زنجانی ابوالمنصور عبدالحکیم (آگے سلسلہ اس طرح ہے)

حسن زنجانی بن محمد عرف شاہ عبدالباری متوکل بن ابومحمد جلال الدین فقیہ بن احمد ابن ابوالوفا اکمل الدین بن عبدالقاہر بن عبدالحلی بن ابی الفضل عبدالرحیم بن عبدالکریم بن ابی القاسم بن ابویوسف بن ابی المنصور عبدالحکیم۔

قاضی عبدالشہید اپنے باپ کے شاگرد تھے، ۱۰۰۰ھ میں اپنے باپ کے بعد قاضی مقرر ہوئے اکبر بادشاہ کا عہد حکومت تھا، مذہب کے لئے مسموم ہوا چل رہی تھی، اکثر علما نے مخالفت کی اور فتوے دئے، قاضی عبدالشہید نے بادشاہ کے عقاید کے خلاف بہت کچھ وعظ و تلقین میں کہا بادشاہ نے نصف جاگیر و نشان و منصب ضبط کرلیا۔ مگر انہوں نے وعظ کا سلسلہ جاری رکھا۔
یہ مشہور محدث اور صاحب باطن بزرگ تھے، خواجہ نظام الدین بلخی نے بھی ان سے آکر فیض حاصل کیا تھا، ان کی تفسیر کا نام بیان القرآن تھا، دس جلدیں تھیں، ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی، راقم السطور کے اجداد میں سے تھے، آگے راقم السطور تک سلسلہ اس طرح ہے۔

عبدالصمد بن ظہور الحسن بن محی الدین بن علی احمد بن جلال الدین بن امین الدین بن غلام علی ابن محمد حنیف بن ضیاء الدولہ عماد الملک ثابت جنگ قاضی بدر عالم بن کمال الدین بن قاضی عبدالشہید سیوہاروی (منقول از تذکرۃ الحفاظ و آئین اکبری، و تاریخ سیوہارہ و شجرات الاولیاء و تاریخ الحدیث)

شیخ نظام الدین

نظام الدین بن عبدالشکور نام، تھانیسر (ہندوستان) کے رہنے والے تھے، اکبر بادشاہ کی مخالفت کی وجہ سے بلخ کو چلے گئے، شیخ جلال الدین تھانیسری کے مرید تھے، قاضی عبدالشہید سیوہاروی سے بھی فیض حاصل کیا تھا، انکی تفسیر کا نام تفسیر نظامی ہے، ۱۰۲۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ شہاب الدین خفاجی

شہاب الدین احمد نام، قبیلہ خفاجہ (خفاجہ ایک شاخ کا نام قبیلہ بنی عامر کی) سے تھے، اپنے ماموں

شیخ ابوبکر شنوانی و شیخ الاسلام محمد رملی کے شاگرد تھے، حنفی المذہب تھے، مختلف علوم و فنون پر ان کی تصانیف ہیں، تفسیر بیضاوی پر حاشیہ ہے، اس کا نام عنایۃ القاضی ہے نہایت عمدہ حاشیہ ہے، ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ مبارک ۱۰۰۱ھ۔ فیضی ۱۰۰۴ھ۔ شیخ منصور طبلاوی ۱۰۱۴ھ۔ شیخ محمد نبردی ۱۰۱۶ھ شیخ عبدالمحسن ۱۰۲۲ھ۔ شیخ اسماعیل ۱۰۳۹ھ۔ شیخ یوسف ۱۰۵۵ھ۔ شیخ عبدالصمد ۱۰۸۷ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر تھے،

رجال صدی دوازدہم

شیخ سلیمان جمل

تفسیر جلالین پر ان کا حاشیہ ہے، یہ سب حاشیوں سے اچھا ہے، بیضاوی، کشاف، تفسیر ابوالسعود، خازن، سمین، کرخی، تفتازانی، بغوی، خطیب، ابوحیان وغیرہ سے اخذ کیا ہے ۱۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ غلام نقشبند متوفی ۱۱۲۱ھ۔ ملاجیون ۱۱۳۰ھ۔ مولوی علی اصغر ۱۱۴۰ھ، شیخ مصطفے ۱۱۵۵ھ، شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ۔ مولوی رستم علی ۱۱۷۸ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر ہیں

رجال صدی سیزدہم

قاضی شوکانی

محمد بن علی بن محمد شوکانی یمنی نام۔ ۱۱۷۲ھ میں شوکان میں پیدا ہوئے، حافظ علی بن ابراہیم ابن عامر وغیرہ سے علم حاصل کیا، کثیر التصانیف مشہور مصنف و مفسر ہیں، ان کی تفسیر فتح القدیر اچھی تفسیر ہے۔ ابوسعود، بیضاوی، کشاف وغیرہ سے اخذ کیا ہے، ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی

مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی (انکی تفسیر بزبان اردو ۱۲۳۱ھ ~~۱۲۲۱ھ~~ کی تصنیف ہے)

مولوی عبدالباسط متوفی ۱۲۲۳ھ۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ، شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲۳۹ھ۔ مولوی ولی اللہ ۱۲۴۹ھ۔ شیخ محمد سعید ۱۲۶۱ھ، نواب قطب الدین دہلوی ۱۲۶۵ھ۔ شیخ ابوالبرکات ۱۲۸۰ھ۔ مولوی سلام اللہ ۱۲۸۷ھ ہجری، مولوی فیض الحسن ۱۲۸۷ھ۔ مولانا حیدر علی (غالباً ۱۲۹۰ھ) اس عہد کے مشہور مفسر تھے۔

رجال صدی چہار دہم

علامہ رشید رضا

مصر کے مشہور عالم اور اخبار المنار مصر کے ایڈیٹر تھے، بطور سیاحت ہندوستان بھی تشریف لائے تھے، کئی کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں، اپنی تفسیر کو آیہ سورۂ یوسف توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین تک لکھنے پائے تھے کہ ۱۳۵۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ، نواب وقار نواز جنگ ۱۳۲۶ھ حکیم محمد احسن امروہوی ۱۸۹۹ء، مولانا احمد حسن امروہوی ۱۳۳۰ھ، مولانا عبدالحق دہلوی ۱۹۰۰ء شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ۱۳۳۹ھ اس عہد کے مشہور مفسرین میں تھے۔

مفسرین حال

شیخ عبد الہادی

اصل باشندے بخارا کے ہیں، عرصۂ دراز سے مکہ میں مقیم ہیں، شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی کے مرید و شاگرد ہیں، شیخ محمد یعقوب مکی خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلوی کی طرف سے بھی مجاز بیعت ہیں (شیخ عبدالہادی حیدرآباد تشریف لائے تھے۔ والد صاحب سے اُن تمام سلاسل میں اجازت حاصل کی جنمیں حضرت موصوف کو حضرت مولنا احمد حسن محدث امروہوی و حضرت حافظ عبدالرحمن پنجابی کی طرف سے اجازت ہے، والد صاحب کو اپنی طرف سے سلسلہ نیازیہ میں مجاز کیا) ۱۳۴۸ھ میں حیدرآباد دکن تشریف لائے تھے اعلیحضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ نے تیس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا شیخ اسوقت تک ۱۹ پاروں کی تفسیر لکھ چکے تھے، طبع نہیں ہوئی۔ تحقیق البیان نام تجویز کیا تھا، معلوم نہیں تکمیل تفسیر کی یا نہیں، (۸۷) برس کا سن ہے، مکہ معظمہ میں بقید حیات ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولوی ثناء اللہ امرتسری، خواجہ عبدالحی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حسین احمد شیخ الہند ثانی، مولانا احمد علی لاہوری تلمیذ مولانا عبیداللہ سندھی سلمہ اس عہد کے مشہور مفسر ہیں۔

الباب الرابع فی الشتات

بعض اصطلاحات

صرف اُن اصطلاحات کو لکھا جائے گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔

تعوّذ۔ اعوذ باللہ

تسمیہ:۔ بسم اللہ

فاتحہ :۔ الحمد شریف

فسطاط القرآن :۔ سورہٗ بقر

سبع طوال :۔ سات بڑی سورتیں بقرہ، آل عمران۔ نسار۔ مائدہ، انعام، اعراف، انفال مع توبہ۔

مئین :۔ وہ سورتیں جنمیں کم وبیش سوآیتیں ہیں۔ سورہٗ یونس سے فاطر تک۔

مثانی :۔ سورہ یٰسٓ سے قٓ تک سورتیں، مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں، یہ سو سے کم آیت والی سورتیں ہیں۔

مفصّل۔ سورہٗ قٓ سے آخر تک کی سورتیں۔ مفصل اس لئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں جدا جدا ہیں۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں۔ طوال، اوساط۔ قصار

طوال۔ قٓ سے مرسلات تک

اوساط۔ نبأ سے ضحیٰ تک

قصار :۔ الم نشرح سے ناس تک

مُقری :۔ پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرأت، تفسیر علم ناسخ ومنسوخ، اہم علوم تھے، درس وتدریس وسلسلۂ روایت میں تقریباً وہی اہتمام تھا جو فن حدیث میں تھا۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس) ان علوم کے ارباب کمال کو مقری کہتے تھے، مقری کا تمام علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا شرط تھا (کتاب الانساب للسمعانی)

زھراوین، سورہٗ بقرہ وآل عمران۔

قلاقل، چاروں قل یعنی ناس، فلق، اخلاص، کافرون

جزو :- کتاب کے ایک مکمل حصے کو کہتے ہیں جس کو ہم جلد بولتے ہیں (مراد از جزو جلدات (اکسیر فی اصول التفسیر) اہل عرب کتاب کو مجلد اُسوقت کہتے ہیں جب اس کی جلد بن جائے۔ ہم جسکو جزو کہتے ہیں یعنی سولہ صفحات اہل عرب اس کو کراسہ کہتے ہیں۔

سند :- راویوں کا سلسلہ یعنی زید اس طرح بیان کرے کہ میں نے عمر سے سُنا عمر نے خالد سے

عالی - جس سند میں تعداد رجال کم ہو۔

نازل :- جس سند میں تعداد رجال زیادہ ہو۔

صحابی - وہ مسلمان جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسکا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا

تابعی وہ مسلمان جنہوں نے کسی صحابی کو دیکھا اور ان کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا۔

تبع تابعی وہ مسلمان جنہوں نے کسی تابعی کو دیکھا ہو اور ان کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا۔

مخضرمین وہ لوگ جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے مگر رسول کریمؐ کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔

تخریج - تلاش کر کے کسی حدیث کی سند نکالنا - اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

روایت جو حدیث یا اثر بیان کیا جائے -

راوی، روایت بیان کرنے والا۔

مروی عنہ جس سے روایت بیان کی گئی۔

حدیث - قول و فعل و تقریر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خبر بھی کہتے ہیں، حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض اقسام یہ ہیں۔

صحیح وہ حدیث ہے جس کے راوی متدین، متشرع، جید الحفظ ضابط عادل ہوں اور اس کی سند مسلسل ہو اور اس میں کوئی علت نہ ہو۔

ضعیف وہ روایت جس میں کوئی راوی کم فہم یا بد حافظہ ہو۔

موضوع بنائی ہوئی حدیث جس کا راوی وضاع مشہور ہو۔

متواتر :- وہ روایت جس کو اس قدر اشخاص بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہو علماء نے اُن کی تعداد مختلف قرار دی ہے، ۴ - ۵ - ۷ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۲۰ - ۴۰ - ۷۰ - ۳۰۰

تواتر کی چار قسمیں ہیں - تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، توار قدر مشترک، تواتر توارث۔

تواتر اسنادی جو صحابہ سے بسند صحیح مذکور ہو۔

تواتر طبقہ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے لیا۔

تواتر قدر مشترک :- حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں اس میں قدر مشترک متفق علیہ وہ حصہ حاصل ہوا جو تواتر کو پہنچ گیا۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جو کہ متواتر ہیں کچھ خبر احاد ہیں ان اخبار احاد میں اگر کوئی مضمون قدر مشترک ملجاتا ہے تو وہ قطعی ہو جاتا ہے۔

بعض احادیث ایسی ہیں جو باعتبار الفاظ اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں اگر ان کے معنی اتنے راویوں اور سندوں سے آئے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے

تواتر توارث۔ نسل سے نسل نے لیا ہو یعنی بیٹے نے باپ سے لیا، اس نے اپنے باپ سے لیا۔

متصل جس کی سند میں از اول تا آخر ایک راوی بھی ساقط نہ ہوا ہو۔

احاد۔ جو روایت متواتر نہ ہو۔

مرفوع جس حدیث کی سند رسول کریم پر منتہی ہو۔ اور تمام راوی ثقہ ہوں

شاذ۔ اگر ثقہ راوی نے کوئی ایسی روایت کی کہ جو اس سے راجح راوی کی روایت کیخلاف ہے تو اس روایت کو شاذ کہیں گے۔

مرسل۔ تابعی سے اوپر کا راوی جس حدیث کا ساقط ہو

مشہور۔ وہ صحیح روایت جس کے ہر طبقہ میں کم از کم تین راوی ضرور ہوں یا جسکی روایت عہد صحابہ میں کم ہوئی ہو اور بعد کو کچھ زیادہ ہوئی ہو۔ اس میں یہ ضرور نہیں کہ رُواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو۔

منقطع جس حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں۔

اثر۔ قول و فعل و تقریر تابعی۔

محدث جو شخص علوم دینیہ کا متبحر فاضل اور ماہر علوم حدیث ہو اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف علم حدیث میں مشغول ہو۔

مفسر۔ جو شخص درس و تدریس و تالیف و تصنیف علم حدیث میں مشغول ہو اور علوم دینیہ کا متبحر فاضل اور ماہر علوم تفسیر ہو۔ درحقیقت محدث و مفسر کی کوئی تقسیم قدیم سے نہیں ہے بلکہ بعض مصنفین حال نے ایسا کیا ہے،

طرق۔ سلسلہ روایت۔ سنت قول و فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صحاح ستہ - حدیث کی چھ کتابیں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد
سنن نسائی - سنن ابن ماجہ - اسی ترتیب سے ان کتابوں کا مرتبہ ہے -
ائمۂ ستہ - حدیث کے چھ امام - امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی - امام ابوداؤد
امام نسائی - امام ابن ماجہ -
ائمۂ خمسہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد - امام نسائی -
وحی جو حکم خدا کی طرف سے رسول کریم پر نازل ہوا - اسکی دو قسمیں ہیں، وحی خفی، وحی جلی
وحی جلی جس کے الفاظ من جانب اللہ حضور پر نازل ہوئے اور آپ نے اس کو پڑھکر
سنایا اس کو وحی متلو بھی کہتے ہیں، یہ قرآن مجید ہے،
وحی خفی جس کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا تھا، اور اس کو حضور اپنے
الفاظ وعبارت میں بیان فرماتے تھے، اس کو وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں یہ حدیث ہے،
تعامل - عملدرآمد -
متن - روایت کی اصل عبارت
شیخین امام بخاری و مسلم
مکثرین جن اصحاب کی مرویات کی تعداد ہزار یا اس سے زیادہ ہے،
متوسطین - جن اصحاب کی مرویات کی تعداد پانچسو یا اس سے زیادہ ہے -
مقلین جن اصحاب کی مرویات کی تعداد پانسو سے کم ہے،
اقلین جن اصحاب کی مرویات کی تعداد چالیس سے کم ہے،
متفق علیہ وہ حدیث جس کو امام بخاری و امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہو
افراد بخاری جس کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو -
افراد مسلم جس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو -
اصح الاسانید جس روایت کے تمام راوی ہر طرح اعلی درجہ کے ہوں -
بعض ائمہ نے کہا ہے کہ اصح الاسانید امام زین العابدین ہیں جبکہ وہ اپنے باپ امام حسین اور وہ
حضرت علی سے روایت کریں -
بعض کا قول ہے کہ نافع تابعی ہیں جبکہ وہ حضرت ابن عمر سے روایت کریں -
بعض کا قول ہے کہ امام زہری ہیں جبکہ وہ سالم سے اور سالم حضرت ابن عمر سے روایت کریں -

بعض کا قول ہے کہ محمد بن سیرین ہیں جبکہ وہ عبیدہ بن عمرو سے اور وہ حضرت علی سے روایت کریں
بعض کا قول ہے کہ ابراہیم نخعی ہیں جبکہ وہ علقمہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود سے روایت کریں
سلسلۃ الذہب۔ وہ روایت جس کو امام مالک نافع تابعی سے بواسطہ حضرت ابن عمر روایت کریں۔

مسند۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں احادیث کو ترتیب صحابہ جمع کیا گیا ہو خواہ باعتبار حروف تہجی، خواہ باعتبار سبقت اسلام خواہ باعتبار شرافت نسبی۔

شرائط شیخین۔ امام بخاری و امام مسلم نے جو شرطیں قبول حدیث کیلئے مقرر کی ہیں۔

نص۔ آیت قرآن۔

جرح۔ ذمائم بیان کرنا۔

تعدیل۔ اوصاف بیان کرنا۔

ضعیف وہ راوی جس میں کوئی عیب ہو، یعنی بدحافظہ ہو، وہمی ہو غلطیاں کرتا ہو وغیرہ وغیرہ

مجہول جس راوی کا حال مفصل معلوم نہ ہو۔ اس کا پتہ نشان مذکور نہ ہو۔

طبقات رواۃ محدثین نے راویوں کے چار درجے مقرر کئے ہیں جو باعتبار ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، صحت و فراست، عقائد و اعمال کے مقرر کئے گئے ہیں، جس درجہ کا راوی ہوگا اسی حد تک اس کی روایت پر بھروسہ کیا جائیگا۔ سب سے زیادہ غیر معتبر راوی درجہ چہارم کے ہیں۔

طبقات کتب حدیث۔ کتب حدیث کے بھی طبقات ہیں جس طبقہ کی کتاب ہوگی اسی درجہ پر اس کی روایت پر اعتماد ہوگا۔ کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم اول طبقہ میں، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد و سنن نسائی طبقہ دوم میں اور سنن ابن ماجہ طبقہ سوم میں ہیں۔

روایۃ بالمعنی۔ راوی نے حدیث میں اس طرح اختصار کر لیا کہ مطلب میں فرق نہ آیا۔ یا الفاظ حدیث کو یاد نہ رکھا اور مطلب محفوظ رکھا اور اس کو اپنی عبارت میں بیان کیا۔

روایۃ باللفظ۔ راوی نے حدیث کے اصل الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔

مستملی۔ محدثین کے درس میں ہزاروں طالب علم ہوتے تھے، اور شیخ کی آواز ہر شخص تک نہ پہونچ سکتی تھی، اس لئے شیخ کو درمیان میں کسی ہوشیار طالب علم کو کھڑا کر دیتے تھے جو شیخ کے الفاظ کو بلند آواز سے دہراتا تھا۔

طبقات المفسّرین

علماء کرام نے مفسّرین کے طبقات قائم کئے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے عہد تک غالباً آٹھ طبقے قرار دئے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان نے اکسیر فی اصول التفسیر میں اپنے عہد تک تیرہ طبقے قرار دئے ہیں، نواب صاحب نے طبقہ نہم کے بعد جو تقسیم کی ہے وہ سوائے طوالت کے کچھ نہیں اور بارہویں طبقہ میں بڑے بڑے مفسّرین کو چھوڑ کر اپنے والد سیّد اولاد حسن مفسّر آیۂ ویل للمطففین کو شامل کر دیا ہے،

مولانا عبدالحق دہلوی مفسّر تفسیر حقانی نے اپنے عہد تک نو طبقہ قائم کئے ہیں، اور طبقہ نہم کو نویں صدی سے لیکر چودہویں صدی تک وسعت دی ہے، ایسی وسعت کسی طبقہ کو حاصل نہیں یہ اختصار بھی مناسب نہیں۔ خاکسار نے طبقہ نہم تک مولانا کی تقسیم کو نقل کیا ہے اور طبقات دہم و یازدہم و دوازدہم خود قائم کئے ہیں۔

طبقات قائم کرنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ جس قدر اسماء طبقات میں آئے ہیں بس وہی مفسّر ہیں۔ یا وہ ایسے مستند ہیں کہ ان کی ہر بات قابل تسلیم ہے بلکہ ہر عہد کے دو دو چار چار مفسّرین کے نام لکھدئیے باقی اُن کے معاصرین اسی طبقہ میں شمار کئے جائینگے۔

تمام مفسّرین کی مکمل فہرست مرتب کرنا ممکن ہی نہیں۔

طبقہ اوّل

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب مفسّر قرآن تھے، لیکن انمیں زیادہ مشہور یہ دس حضرات تھے انمیں بھی حضرت علی و حضرت عبداللہ بن عباس کو تفسیر میں زیادہ ملکہ تھا۔

ابوبکر صدیق متوفی سنہ ۱۳ھ۔ عمر فاروق سنہ ۲۳ھ۔ عثمان غنی سنہ ۳۵ھ۔ علی مرتضی سنہ ۴۰ھ۔ عبداللہ ابن مسعود سنہ ۳۲ھ۔ عبداللہ بن عباس سنہ ۶۸ھ۔ عبداللہ بن زبیر سنہ ۷۳ھ۔ ابی بن کعب سنہ ۳۵ھ زید بن ثابت سنہ ۴۵ھ۔ ابوموسی اشعری سنہ ۴۴ھ۔

طبقہ دوم

مرہ ہمدانی سنہ ۷۶ھ۔ ابوالعالیہ سنہ ۹۰ھ۔ سعید بن جبیر سنہ ۹۵ھ۔ عکرمہ سنہ ۱۰۵ھ، ضحاک بن مزاحم سنہ ۱۰۲ھ طاؤس بن کیسان سنہ ۱۰۶ھ۔ حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ۔ عطیہ عوفی سنہ ۱۱۱ھ۔ عطاء بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ

قتادہ بن دعامہ سنہ ۱۱۷ھ - محمد بن کعب قرظی سنہ ۱۲۰ھ - مجاہد سنہ ۱۰۳ھ - عطاء بن ابی سلم خراسانی سنہ ۱۳۵ھ - زید بن اسلم سنہ ۱۳۶ھ - ربیع بن انس سنہ ۱۴۰ھ - عبدالرحمن بن زید بن اسلم سنہ ۱۸۲ھ - ابومالک

طبقہ سوم

سفیان بن عیینہ سنہ ۱۹۸ھ - وکیع بن الجراح سنہ ۱۹۷ھ - شعبہ بن الحجاج سنہ ۱۶۰ھ - یزید بن ہارون سنہ ۲۰۶ھ عبدالرزاق بن ہمام سنہ ۲۱۱ھ - آدم بن ابی ایاس سنہ ۲۲۰ھ - اسحاق بن راہویہ سنہ ۲۳۸ھ - روح بن عبادہ سنہ ۲۰۵ھ - عبد بن حمید سنہ ۲۴۹ھ - سنید بن داؤد سنہ ۲۲۶ھ - ابوبکر بن ابی شیبہ سنہ ۲۳۵ھ، ابن جریج سنہ ۱۵۰ھ، اسمعیل سدی بن عبدالرحمن سنہ ۱۲۷ھ - مقاتل بن سلیمان سنہ ۱۵۰ھ - محمد بن سائب کلبی کوفی سنہ ۱۴۶ھ - ابن قتیبہ ابومحمد بن عبداللہ بن مسلم دینوری سنہ ۲۷۶ھ

طبقہ چہارم

جریر طبری سنہ ۳۱۰ھ - ابوالقاسم ابراہیم انماطی سنہ ۲..ھ - عبدالرحمن بن ابی حاتم سنہ ۳۲۵ھ - ابن ماجہ سنہ ۲۷۳ھ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم سنہ ۴۰۵ھ - ابن حبان ابوعبداللہ محمد بن محمد سنہ ۳۵۴ھ - ابن مردویہ سنہ ۴۱۰ھ ابوالشیخ عبداللہ محمد بن محمد سنہ ۳۶۹ھ، ابن المنذر سنہ ۳۱۸ھ، ابوحنیفہ دینوری سنہ ۲۰۹ھ

طبقہ پنجم

ابوعبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری سنہ ۴۱۲ھ - ابواسحاق احمد ثعلبی سنہ ۴۲۷ھ - ابومحمد عبداللہ جوینی سنہ ۴۳۸ھ - ابوالقاسم عبدالکریم قشیری سنہ ۴۶۵ھ - ابوالحسن احمد واحدی نیشاپوری سنہ ۴۶۸ھ

طبقہ ششم

ابوالقاسم اسمعیل بن محمد اصفہانی سنہ ۵۳۵ھ - ابوالقاسم حسین راغب اصفہانی سنہ ۵۰۳ھ - امام غزالی سنہ ۵۰۵ھ ابومحمد حسین بن محمود بغوی سنہ ۵۱۶ھ - ابن برجان ابوالحکم عبدالسلام بن عبدالرحمن سنہ ۵۳۶ھ - ابوالحسن علی بن عراق خوارزمی سنہ ۵۳۹ھ - ابوالقاسم محمد بن عمر زمخشری سنہ ۵۳۸ھ

طبقہ ہفتم

امام فخر الدین رازی سنہ ۶۰۶ھ، محمد بن ابی بکر رازی سنہ ۶۰۶ھ - نجم الدین زاہدی سنہ ۶۵۸ھ - ابومحمد روزبہان سنہ ۶۰۶ھ - امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری سنہ ۶۷۱ھ - موفق الدین احمد بن یوسف موصلی سنہ ۶۸۱ھ، قاضی بیضاوی سنہ ۶۸۵ھ

طبقہ ہشتم

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی سنہ ۷۱۰ھ - ہبۃ اللہ شرف الدین بن عبدالرحیم سنہ ۷۱۰ ہجری

ابوالفداء عماد بن اسماعیل بن عمر بن کثیر ۷۷۴ھ۔ شرف الدین عبدالواحد ابن المنیر ۷۳۳ھ
قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی ۷۱۰ھ۔ شرف الدین طیبی ۷۴۳ھ

طبقہ نہم

جلال الدین محلی ۸۶۴ھ۔ علی بن احمد مہائمی ۸۳۵ھ۔ ملک العلماء شہاب الدین ۸۳۵ھ۔
سعدالدین تفتازانی ۷۹۳ھ ملا حسین واعظ کاشفی ۹۱۰ھ۔ ابوزرعہ ولی الدین عراقی ۸۲۱ھ
عبدالرحمن بن عمر بلقینی ۸۱۸ھ۔ مفتی ابوالسعود ۹۸۲ھ۔ عصام الدین اسفرائینی ۹۴۳ھ۔
ابوالفیض فیضی ۱۰۰۴ھ۔ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ۔

طبقہ دہم

قاضی شوکانی ۱۲۵۵ھ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ۔
شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ شاہ عبدالعزیز ۱۲۳۹ھ۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ
نواب صدیق حسین خان ۱۳۰۷ھ۔ سلیمان جمل ۱۲۰۴ھ۔ نواب قطب الدین خان ۱۲۶۵ھ، مولوی فیض الحسن ۱۳۰۴ھ

طبقہ یازدہم

مولانا احمد حسن امروہوی ۱۳۳۰ھ۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ۱۳۳۹ھ، نواب وقار نواز جنگ
مولانا عبدالحق دہلوی ۱۳۳۰ھ۔ علامہ رشید رضا مصری ۱۳۵۴ھ۔

طبقہ دوازدہم
مفسرین حال

مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی۔
مولوی ثناء اللہ امرتسری، شیخ عبدالہادی مکی۔ مولانا احمد علی لاہوری

علوم التفسیر

علم تفسیر کا موضوع قرآن مجید ہے اس لئے جس قدر علوم کا تعلق قرآن مجید سے ہے ان کا تعلق تفسیر سے بھی ہے، علوم قرآنی کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے، امام سیوطی نے ان کو اسّی انواع میں محدود کیا ہے، ہم یہاں خاص خاص علوم کو لکھتے ہیں اور جہاں تک تحقیق ہو سکا ہے کہ کس کس علم پر پہلا مصنف کون ہے اس کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔

علم مکی و مدنی یعنی یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے

کہ متاخر آیتوں کا علم حاصل ہوتا ہے جو بعد میں نازل ہونے کی وجہ سے کسی حکم سابق کی ناسخ ہو گی یا اس حکم کے مجموعہ کی تخصیص کرے گی۔ اس پر پہلی تصنیف ابو محمد مکی بن ابی طالب قیسی مقری متوفی ۴۳۷ھ کی ہے

علم حضری وسفری۔ یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت حالت اقامت میں نازل ہوئی ہے یا سفر میں

علم صیفی وشتائی۔ یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت موسم سرما میں نازل ہوئی ہے یا گرما میں

علم فراشی ونومی۔ یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ حضور بستر پر آرام فرما رہے تھے مگر بیدار تھے یا حالت خواب میں تھے، یا استراحت یا پلک جھپکنے کے وقت۔

علم ارضی وسماوی۔ بعض ایسی آیتیں ہیں کہ ان کا نزول نہ زمین پر ہوا نہ آسمان پر بلکہ فضا میں کسی مقام پر جیسے سورۂ بقر کی اخیری آیتیں کہ ان کا نزول جب ہوا کہ حضور سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے تھے، (صحیح مسلم)

علم ابتدائی۔ یعنی سب سے پہلے کونسی آیتیں نازل ہوئیں۔ اسی میں اوایل مخصوصہ شامل ہے وہ آیتیں جو سب سے پہلے خاص خاص معاملات کے متعلق نازل ہوئیں۔

علم انتہائی یعنی سب سے آخر میں کون کون آیات نازل ہوئیں۔

علم سبب نزول یعنی یہ آیت کس موقعہ پر کس ضرورت سے کس سوال پر نازل ہوئی، اس میں سب سے پہلی تصنیف شیخ علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ کی ہے۔

علم موافقات صحابہ یعنی کس صحابی نے کسی معاملہ کے متعلق کچھ کہا۔ اس ہی کی رائے کی موافق آیت نازل ہوئی۔

علم تکرار نزول یعنی ان آیتوں اور سورتوں کا علم جو مکرر نازل ہوئی ہیں اس پر شیخ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری متوفی ۴۷۸ھ نے پہلے تصنیف کی۔

علم مقدم ومؤخر۔ ان آیات کا علم جن کا حکم ان کے نزول سے یا ان کا نزول اُن کے حکم سے مؤخر ہوا۔

علم تفریق یعنی اس کا علم کہ قرآن کے کون کون سے حصے متفرقاً نازل ہوئے ہیں، کیونکہ بعض سورتیں مکمل نازل ہوئی ہیں جیسے فاتحہ، اخلاص، کوثر وغیرہ۔

علم مشیع بعض آیتیں اور سورتیں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوا یعنی فرشتے ان کی مشایعت کے لئے آئے جیسے سورۂ انعام جس وقت اس کا نزول ہوا، ستر ہزار فرشتے ساتھ آئے

علم سابق وخاص بعض آیتیں ایسی ہیں کہ ان کا نزول انبیاء سابقین پر بھی ہوا تھا بعض ایسی ہیں کہ جن کا نزول خاص حضور پر ہوا۔

علم کیفیت تنزیل۔ قرآن کے نازل ہونے کی کیفیت

علم اسماء قران وسور۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب درعی معروف ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ کی ہے۔

علم جمع وترتیب قران۔

علم تعداد یعنی سورتوں، آیتوں، کلمات، حروف کی تعداد کا علم اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری متوفی ۴۷۸ھ نے کی۔

علم حفاظ ورواۃ یعنی حفاظ ورواۃ کے حالات کا علم

علم اسناد۔ یعنی عالی ونازل اسناد کا علم۔

علم وقف وابتداء یعنی جہاں سے قرات شروع کرنا چاہیے اور جہاں ٹھیرنا چاہیے اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو اسحق ابراہیم بن سری نحوی متوفی ۳۱۰ھ کی ہے۔

علم موصول ومفصول یعنی جو باعتبار الفاظ کے بالترتیب ہیں اور باعتبار معنی کے علیحدہ معلوم ہوں۔

علم امالہ وفتح۔ امالہ اور فتح اُن فصحاء عرب کی زبان کی دو مشہور لغتیں ہیں جن کی زبان کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ اہل حجاز کی زبان فتح کے لئے مخصوص ہے، اہل نجد امالہ کرتے بولتے ہیں

علم ادغام اظہار اخفاء اقلاب۔

علم مد وقصر۔

علم تخفیف همزه۔

علم تحمل قران۔

علم آداب تلاوۃ اس پر پہلی تصنیف امام محی الدین ابو زکریا یحیی نووی (نوی دمشق کے پاس ایک موضع ہے) متوفی ۶۷۶ھ کی ہے۔

علم غریب۔ یعنی کم استعمال ہوتے والے الفاظ۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو فند مورخ متوفی ۱۹۵ھ کی ہے۔

علم الفاظ مختلفہ یعنی حجاز کی زبان کے سوا دیگر حصص عرب کی کون زبانوں کے الفاظ

قرآن میں آئے ہیں۔

علماء الفاظ معرب یعنی ممالک غیر کی زبانوں کے کون سے الفاظ کو معرب کر کے قرآن میں لایا گیا ہے، لیکن امام شافعی، امام ابن جریر، شیخ ابو عبیدہ، قاضی ابو بکر، شیخ ابن فارس جیسے مقتدر ائمہ اس کے قائل نہیں۔ اور درحقیقت یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ خود قرآن میں ارشاد ہے، قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ خیال بعض ہم شکل الفاظ سے بعض کو پیدا ہو گیا ہے، یا عربی زبان کا لفظ دوسری زبان میں چلا گیا ہے اور کسی خفیف تغیر سے رائج ہو گیا ہے، جیسے عربی لفظ ابریق کو بعض نے فارسی لفظ (آب ریز) کا معرب سمجھا ہے لیکن اس پر کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ ابریق سے آب ریز مفرس کیا گیا ہے، کیونکہ عربی زبان ایک با قاعدہ اور مکمل اور تمام زبانوں سے زیادہ وسیع زبان ہے اُمُّ الاَلْسِنہ ہے۔ دنیا کی سب سے قدیم زبان ہے، فارسی وغیرہ کو یہ بات کہاں نصیب ہے، صاحب کتاب علم الحروف نے (جو تحقیق السنہ کے متعلق بہترین کتاب ہے) فنیقی زبان کو تمام زبانوں کی جڑ بتایا ہے لیکن صاحب موصوف نے اس پر نظر نہیں کی کہ بحرین کے عرب عمالقہ فنیقی مشہور تھے ان کا قدیم وطن عرب تھا، ان کی زبان عربی تھی، تغیر زمان و مکان سے زبان میں تغیر واقع ہوا، جس طرح آریوں کے نقل مقام سے اصل آریہ زبان یعنی قدیم ایرانی زبان سے ہندوستان کی زبان میں فرق ہو گیا ہے، اسی طرح عربی اور فنیقی میں فرق ہو گیا۔

عربی زبان ایک ایسی با قاعدہ اور وسیع زبان ہے کہ اسکی مثل دنیا کی کوئی زبان نہیں، کتب لغت صحاح جوہری میں چالیس ہزار، لسان العرب، ابن مکرم اور قاموس مجد الدین فیروز آبادی میں ساٹھ ہزار مادّے ہیں۔ عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ تیئیس لاکھ پانچ ہزار چار سو بارہ ہے۔ (کتاب العین خلیل ابن احمد بصری متوفی ۱۷۰ھ)

سال کے ۲۴ نام، نور کے ۲۱۔ ظلمت کے ۵۲۔ آفتاب کے ۲۹۔ ابر کے ۵۰۔ بارش کے ۶۴۔ کنوئیں کے ۸۸۔ پانی کے ۱۷۰۔ شراب کے ۱۰۰۔ شہد کے ۸۰۔ شیر کے ۶۰۰۔ سانپ کے ۲۰۰۔ تلوار کے ۲۰۰۰، جنگ کے ۲۰۰۰۔ کتے کے ۳۰۰ نام ہیں۔

ڈاکٹر لیبان کا قول ہے کہ عربی بول چال کی زبان میں کثرت سے محاورے ہیں جو شاید کسی زبان میں نہیں پائے جاتے۔ عربی زبان میں بیحد وسعت ہے، (تمدن عرب)

عربی زبان کے متعلق ایک دفعہ نوشیروان اور نعمان بن المنذر میں مباحثہ ہوا تو نوشیروان نے تسلیم کیا کہ عرب کی زبان طاقتور زبان ہے، (بلوغ الارب فی احوال العرب)

والد ماجد نے اپنی کتاب میزان التحقیق میں ایک مضمون ثابت کیا ہے۔ کہ عربی زبان ام الالسنہ اور دنیا کی پہلی زبان ہے، اور اس میں وسعت و قوت ہمیشہ سے ہے،

پروفیسر ونٹنی لکھتے ہیں کہ عربی زبان اسی قوت و بلاغت کے ساتھ حجاز کی سرزمین میں اس وقت بھی بولی جاتی تھی جبکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لیکر ارض موعود کے تلاش میں عرب کے وادیوں سے گذر رہے تھے۔ (اسٹڈیز آف لنگویج)

امام شافعی جیسے ماہر لسان کا قول ہے کہ عربی زبان میں ایسی وسعت ہے کہ اس کا احاطہ بجز نبی کے اور کسی سے ممکن نہیں۔

بعض واقعات اور تاریخی کتب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے عربی کے سمجھنے اور جاننے والے تمام ممالک میں تھے، ہندوستان میں بھی عربی بولنے، سمجھنے والے موجود تھے،

ستیارتھ پرکاش میں ہے کہ جب کوروں نے لاکھ کا گھر بنا کر پانڈوں کو اس کے اندر جلانا چاہا تو ودرجی نے یدہشٹر کو عربی میں اس سے آگاہ کیا اور یدہشٹر نے عربی میں جواب دیا۔ (سمولاس گیارہ)

تاریخ کی یاد سے پہلے سے شام، عراق، مصر، ایران، ہندوستان، چین وغیرہ تمام ممالک سے عربوں کے تجارتی تعلقات قائم تھے، اور عرب تجار و سیاح آتے جاتے رہتے تھے۔

اب تک یہ کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا کہ سنسکرت یا چینی وغیرہ زبانوں کا کوئی جاننے والا عرب میں بھی تھا۔

کیا ام الالسنہ اور دنیا کی سب سے پہلی زبان اور ایسی وسیع و باقاعدہ زبان کو بھی عہد رسالت میں کسی دوسری زبان کے الفاظ لینے کی ضرورت واقع ہوئی ہوگی یہ مغالطہ ہے جو مشترک الفاظ سے ہوا ہے چونکہ عربی ام الالسنہ ہے اور سب سے زیادہ وسیع ہے اس لئے اس کے الفاظ تمام زبانوں میں ملتے ہیں بعض لوگ غلطی سے ان الفاظ کو اس زبان کا ذاتی سرمایہ سمجھ گئے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ جدید ایجادات و معلومات جس ملک میں ہونگی اسی ملک والے اس کا کوئی نام تجویز کریں گے، جب اہل عرب اس کو لیں گے تو اسی نام کو معرب کریں گے، یہ ایک وسیع بحث ہے، یہاں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ ایسی وسیع زبان میں ضرور کوئی مادہ اس قسم کا ہوگا جو اس شے پر منطبق ہو سکے گا یا معرب کرنے کا قاعدہ استعمال کیا جائیگا۔ لیکن قرآن مجید میں تو کوئی اس قسم کی چیزیں اور باتیں مذکور نہیں جس میں دوسری زبان کے الفاظ لینے کی ضرورت لاحق ہوتی، یہاں صرف قرآن کے متعلق بحث ہے نہ کہ عام اشیاء کے متعلق، قرآن میں دوسری زبان کے الفاظ آنے کا یہ

یہ مطلب ہے کہ زبان قریش کے علاوہ دیگر قبائل عرب، خطہ حجاز کے علاوہ دیگر حصص عرب مثلاً یمن، حضرموت وغیرہ کے محاورات والفاظ آئے ہیں نہ کہ یہ کہ چینی یا انگریزی یا فارسی یا ہندی زبان کے الفاظ آئے ہیں۔

مولوی سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" میں لکھا ہے کہ طوبی وغیرہ الفاظ کو جو بعض متقدمین نے زبان غیر کا لفظ قرار دیا ہے، یہ لغو اور غلط ہے۔

لیکن پھر سید صاحب نے خود ہی چند عربی الفاظ کو ہندی قرار دیا ہے۔ سید صاحب کی عبارت اس موقع پر ایسی ہے کہ پہلے فقرات سے ثابت ہوتا ہے کہ تین ہندی لفظ قرآن میں آئے ہیں۔ بعد کے فقرات سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ تین ہندی اشیاء کے نام قرآن میں موجود ہیں۔ اصل عبارت سید صاحب کی یہ ہے:۔

"ہم ہندیوں کو بھی فخر ہے کہ ہمارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب ہیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگہ پا سکے، پہلے علما نے جن الفاظ کا ہندی ہونا ظاہر کیا تھا وہ تو لغو اور بے بنیاد تھے، مثلاً ابلعی کی نسبت یہ کہنا کہ ہندی میں اس کے معنی پینے کے ہیں یا طوبی کو ہندی کہنا جیسا سعید بن جبیر سے روایت ہے بے بنیاد ہے، مگر اس میں شک نہیں کہ جنت کی تعریف میں اس جنت نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ہے یعنی مسک (مشک) زنجبیل (سونٹھ یا ادرک) اور کافور (کپور)" ص ۲۶ و ۲۷، کتاب عرب و ہند کے تعلقات مطبوعہ ہندوستانی اکاڈیمی سنہ ۱۹۳۰ء)

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی سب سے قدیم زبان میں مشک کو موسکا اور کستوری بھی کہتے تھے، ان دونوں میں موسکا ایسا لفظ ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ مسک بنا ہو مگر یہ خیال اسلئے غلط ہے کہ موسکا میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کو بدلنے یا حذف کرنے کی ضرورت اہل عرب کو ہوتی وہ موسکا ہی کہتے، ہاں ہندیوں کے استعمال میں یہ تاثیر ہے کہ لفظ کی صورت بدل جاتی ہے، جیسے ایران کی قدیم زبانوں کے الفاظ بگڑ کر سنسکرت ہو گئے۔ ہندوستان کی زبان میں بلا ضرورت بھی حذف و اضافہ ثابت ہوتا ہے۔

فارسی	ژند	سنسکرت
آشتی	آسکتیا	آستکے
استخوان	است	ستھے

یہ بھی صحیح نہیں کہ مشک صرف ہندوستان کی خوشبو ہے، مشک تو خطا و ختن کا مشہور ہے غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسک سے موسکا بنا ہے۔

زنجبیل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسکو سنسکرت میں زرنجا بیرا کہتے ہیں، اس میں بھی کوئی حرف ایسا نہیں کہ جس کو بدلنے یا حذف کرنے کی ضرورت اہل عرب کو ہوتی، وہ اصل زرنجا بیرا ہی لیتے، زرنجا بیرا زنجبیل کی خرابی ہے،

اسی طرح کپور کافور کی خرابی ہے عرب اگر کپور کو لیتے تو کفور کہتے، اس میں صرف (پ) کے بدلنے کی ضرورت تھی، الف کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستانی پیداوار میں ہیں اس لئے ان کے نام بھی یہیں پیدا ہوئے تو یہ بھی صحیح نہیں، نہیں کہا جا سکتا کہ جزیرۃ العرب میں یہ اشیا کہیں نہیں ہوتیں، اور اگر اب نہیں ہوتیں تو پہلے کیوں نہ ہوتی تھیں، ممالک کے حالات بدل گئے۔ کشمیر میں سلطان زین العابدین کے عہد میں گنا اور چنا ہوتا تھا، اب نہیں ہوتا۔ اور اگر عرب میں نہیں ہوتیں تو کیا دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہوتیں مشک ہی کو لے لیجئے خطا و ختن کا ہندوستان سے زیادہ اچھا ہوتا ہے پھر ہندوستان کی خصوصیت کا کیا سبب ہے۔

سید صاحب کو اس مضمون کے متعلق والد ماجد مدظلہ نے خط لکھا تھا، سید صاحب نے جواب میں جرجی زیدان کی کتاب فلسفۃ اللغۃ العربیہ اور ڈاکٹر ارنلڈ کی کتاب سوار السبیل اور اپنی کتاب لغات جدیدہ اور لسان العرب وغیرہ کا حوالہ دیا۔ میں مانتا ہوں کہ بعض قدیم اہل لغت اور بعض جدید اہل لغت نے عربی میں بعض زبان کے الفاظ کی نشاندہی کی ہے، لیکن یہاں قرآن شریف کا سوال ہے، اور صرف یہی تین لفظ بحث طلب ہیں، اس کے علاوہ میرا یہ عقیدہ ہے اور میرے نزدیک یہ امر ثابت شدہ ہے کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے اسی کے الفاظ تمام زبانوں میں گئے۔ تغیر زمان و مکان سے صورت بدل گئی بعض میں کچھ مشابہت رہی بعض اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ پس مشابہت کی وجہ سے بعض اہل لغت اور مصنفین کو خیال ہو گیا کہ یہ الفاظ زبان غیر کا سرمایہ ہیں۔ عربی زبان کی وسعت و باقاعدگی میرے اس خیال کی زندہ شہادت ہے ؎

بس تنگ نہ کر ناصح مشفق مجھے اتنا　　　یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

اس طرح اگر الفاظ کے متعلق ٹکیں لگائی جائیں تو قرآن مجید میں کثرت سے ہندی، فارسی، انگریزی، چینی وغیرہ زبان کے الفاظ ثابت ہو جائیں گے، لیکن سوائے اس کے کہ یہ ایک مضحکہ انگیز

طریقہ اور بعض اہل لغت کے غلط خیال کی پیروی ہے اور کچھ نہیں۔ قرآن مجید میں لسان عرب کے سوا کسی زبان کا کوئی لفظ نہیں ہے،

اصل حقیقت یہ ہے کہ بعض متقدین اور ان کی تقلید میں بعض متاخرین کو ہمشکل الفاظ سے مغالطہ ہوا اور انہوں نے عربی لفظ کو جس زبان کا لفظ قرار دیا اس زبان میں اس لفظ کی تحقیقات نہیں کی۔

انہیں تین الفاظ کے متعلق اگر دیکھا جائے تو مشک کو سنسکرت میں سب سے پہلے مرگ مدہ، پھر مرگ نابھ پھر کستوری کہا گیا ہے، موسکا ۸۰۰ء میں کہا گیا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب سندھ پر مدت سے مسلمان حکمراں تھے۔ اور اطبائے ہند دربار خلافت میں باریاب ہو چکے تھے، اس لئے یہ مسک کی خرابی ہے۔ اسی طرح کافور کو گھنسارہ، چندرہ، ساہرہ کہتے تھے، ۸۰۰ء کی تصانیف میں کرپودم ہے جو کافور کی خرابی ہے۔

زنجبیل کو اول وشو بھیشج۔ پھر مہو شدہم، پھر ناگرم آخر میں اس کا نام سنہٹی پڑ گیا، اردو لفظ سونٹھ اسی سے ہے، زرنجابیرا غالباً ۸۰۰ء کے بعد کہا گیا۔ ۸۰۰ء کی پہلے کی تصانیف میں موسکا وکرپورم وسنٹھی وزرنجابیرا نہیں ہیں۔

علم وجوہ نظایر۔ اسیر عکرمہ مولی ابن عباس متوفی ۱۰۵ھ ومقاتل بن سلیمان وعلی بن ابی طلحہ ۱۴۳ھ کی تصانیف تھیں یہ تینوں ہمعصر تھے، نہیں کہا جا سکتا کہ شرف اولیت کسطرف ہے وجوہ وہ مشترک لفظ جو کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، نظایر باہم موافقت رکھنے والے مرادف وہم معنی الفاظ۔

علم ادوات یعنی حروف اور ان کے ہم شکل اسما، افعال اور اسماء ظرف کا علم

علم ضمائر۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری متوفی ۲۸۹ھ کی ہے

علم تذکیر و تانیث۔

علم تعریف و تنکیر۔

علم افراد و جمع۔ اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدہ الاخفش الاوسط ۲۱۱ھ کی ہے۔

علم الفاظ مترادفہ۔

علم محکم و متشابہ۔ متشابہ وہ آیات جو مختلف المعانی ہیں محکم اس کا عکس۔ اس پر

پہلی تصنیف شیخ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی معروف تاج القراء ۵۰۰ھ کی ہے

علم مقدم ومؤخر۔ ان آیتوں کا علم جن میں کلام کی تقدیم وتاخیر ہے۔

علم خاص وعام۔ عام وہ لفظ جو بغیر کسی حصر او ر شمار کے اپنے مناسب معانی کا استغراق کرے، خاص اس کے خلاف۔

علم کنایات وتعریض۔

علم حصر واختصاص۔ مخصوص طریق سے کسی امر کو کسی امر کے ساتھ خاص کرنا یا کسی امر کے لئے کوئی حکم ثابت کرنا۔ اس کے ماسوا سے اس حکم کی نفی کرنا حصر کہلاتا ہے۔ حصر کو قصر بھی کہتے ہیں۔

علم ایجاز واطناب۔ اس پر پہلی تصنیف امام سیوطی ۹۱۱ھ کی ہے۔

علم خبر وانشاء۔

علم بدایع۔ یعنی مجاز۔ ارداف، تمثیل وغیرہ اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ ابومحمد قاسم ابن اصبغ قرطبی ۳۴۰ھ کی ہے۔

علم فواصل ایات جس طرح شعر کے آخری لفظ کو قافیہ اور سجع کے آخری لفظ کو قرنیہ کہتے ہیں اسی طرح آیت قرآن کا آخری کلمہ فاصلہ کہلاتا ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد ابن یزید واسطی ۳۰۶ھ کی ہے۔

علم فواتح یعنی سورتوں کا افتتاح کس نوع سے ہوا۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابومحمد قاسم بن اصبغ قرطبی ۳۴۰ھ کی ہے۔

علم خواتم یعنی سورتوں کا اختتام کس نوع سے ہوا۔

علم مناسبۃ یعنی آیتوں اور سورتوں میں باہم کیا مناسبت ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی الفرح حمد بن علی ہمدانی متوفی ۳۴۰ھ کی ہے۔

علم ایات متشابہات اس پر پہلی تصنیف امام کسائی ۱۸۹ھ کی ہے۔

علم اعجاز قرآن اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد بن یزید واسطی ۳۰۶ھ کی ہے۔

علم استنباط علوم۔ اس پر پہلی تصنیف قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید میں ستر ہزار علوم ہیں۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے   آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے

ڈاکٹر موریس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں طیار کی ہیں۔ انہیں سب سے بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے لئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علما کے لئے ایک علمی کتاب، خالقین علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ، اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں، اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اسکی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں، اس کے عجائب ہیں جو روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے (لا یار ول)

مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کریں گے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اسمیں پائینگے۔ (ایک مسیحی نامہ نگار اخبار وطن مصر منقول از تاریخ الحدیث ص۲۰)۔

میرا کیا منہ ہے کہ علوم قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں یہ کام ایک متبحر فاضل محدث و مفسر کا ہے اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے اور کون کون علوم موجود ہیں میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بمنزلہ صفر کے ہیں۔ بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم حساب۔ اس علم کے اصول میں دو چیزیں ہیں عدد صحیح، عدد مکسر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہیں۔ یا تفریق کی یا ضرب یا تقسیم یا تنصیف، یا تضعیف کی صورت میں باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق۔ عَاشَ مِنْهُمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ انہیں زندہ رہا پچاس کم ایکہزار برس

$$\frac{1000}{50}$$
950

ضرب۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا۔ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا الخ۔

علم بدیع۔ صنعت مراعاۃ النظیر اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔

صنعت عکس۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔

علم عروض۔ بحر رمل۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلان)

بحر متقارب۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔ (فعلن فعلن فعولن فعولن)۔

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

علم الامثال۔ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ،

علم القیافہ۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ۔

علم صرف۔ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ دسّاہا کی اصل دسس ہے جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے منجملہ حرف ابدال کے بہتر ہوتا ہے لہذا ایک سین کو الف سے بدلا۔

علم الرجال۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ۔

علم اخلاق۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

باقی علوم سیاست مدن، تدبیر منزل، جغرافیہ، تاریخ۔ نجوم وغیرہ سب موجود ہیں۔ اخلاق و تاریخ بہت زیادہ ہے، اور اخلاق کی ہر طرح مکمل تعلیم ہے۔

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ)

قرآن کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین عالی ولطیف ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور کوئی حکیم فلسفی حکمت بیان کر رہا ہے (ڈاکٹر فرک مورخ جرمنی)

اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا (لایف آف محمد سر ولیم میور)

دنیا کی ملکی، مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے، ہم حیران ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام کس طرح قایم کیا گیا (موسیو اوجس کلوفل)

پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے۔

(شرح دہرم ساشتر مصنفہ لالہ بجنا تھ)

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانہ کے لئے اسقدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں

خواہ مخواہ اس کو قبول کرلیتی ہیں اور وہ محلوں اور ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے، (ڈاکٹر سموئیل جانسن)

قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا، یہ لازوال معجزہ جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے (ڈاکٹر سیل)

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں۔ (پروفیسر دیوجا داس)

ڈاکٹر اسٹین لی لین پول نے لکھا ہے کہ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی۔ اصول مدنیت اور علوم حقائق سکھلائے (گائیڈنس آف ہولی قرآن)

پروفیسر ہربرٹ وایل نے لکھا ہے کہ قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی، جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے، انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اسکی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کرسکتا ہے۔ (لکچر ان اسلام)

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے تحریر کیا ہے:۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کے لئے ہدایت کی ہے، اور دوسری طرف دنیاوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں (دی گریٹ نیچر)

ڈاکٹر لڈ ہٹ کرنل رقمطراز ہیں:۔ قرآن میں عقائد، اخلاق اور ان کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں تعلیم عدالت حربی، انتظامات مالیات اور نہایت محتاط قانون ہے۔

ڈاکٹر راوڈیل رقمطراز ہیں:۔ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں، اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔

ڈاکٹر لڈہٹ کرنل لکھتے ہیں، قرآن میں عقائد و اخلاق کا مکمل باضابطہ قانون موجود ہے، وسیع جمہوریت، رشد و ہدایت، انصاف و عدالت، فوجی تنظیم و تربیت اور مالیات اور غرباء کی

حمایت اور ترقی کے اعلی آئیں موجود ہیں۔

موسیو اوجین کلانل لکھتے ہیں :۔ قرآن مذہبی قواعد واحکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی اور شوشل احکام بھی موجود ہیں جو انسان کی زندگی کے لیے بہر حال مفید ہیں

اپالوجی فار محمد اینڈ قران میں ہے:۔ قرآن میں قواعد دیوانی، فوجداری، سلوک باہمی پائے جاتے ہیں، مسائل نجات روح، حقوق رعایا، حقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ وغیرہ

یہ تمام حوالے والد ماجد مدظلہ کی تصانیف باطل شکن، معجزات اسلام، میزان التحقیق و غازیان ہند سے نقل کئے گئے ہیں۔

علم مجمل ومبین۔ مجمل وہ جس کی دلالت واضح نہ ہو۔ مبین اس کے خلاف۔

علم ناسخ ومنسوخ۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوعبیدہ قاسم بن سلام ۲۲۴ھ کی ہے

علم آیات محتملہ یعنی اختلاف وتناقض کا وہم پیدا کرنے والی آیات، اس پر پہلی تصنیف محمد بن ستنیر قطرب بصری کی ہے (۲۰۶ھ کے بعد وفات پائی)

علم قران مطلق وقران مقید۔ مطلق وہ جو بغیر کسی قید کے ماہیت پر دلالت کرے، مقید اس کے خلاف۔

علم قران منطوق وقران مفہوم۔ منطوق جس معنی پر لفظ کی دلالت محل نطق میں ہوتی ہے اگر وہ لفظ ایسے معنی کا فائدہ دیتا ہے کہ اس معنی کے سوا دوسرے معنی کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا تو وہ نص کہلائے گا۔ مفہوم لفظ کی دلالت معنی پر محل نطق میں نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو۔

علم وجوہ مخاطبات۔ یعنی قرآن میں کس وجہ سے خطاب کیا گیا۔ اس پر پہلی تصنیف کتاب النفیس نام ابن جوزی ۵۹۷ھ کی ہے، ابن جوزی نے پندرہ وجوہ بیان کئے ہیں اور بعض نے بیس سے زائد۔

علم حقیقۃ ومجاز۔ حقیقت یہ کہ الفاظ اپنے موضوع معنوں پر باقی ہوں مجاز اس کے خلاف، اس پر پہلی تصنیف شیخ عزالدین بن عبد السلام متوفی ۶۶۰ھ کی ہے۔

علم تشبیہ واستعارات، شیخ ابوالقاسم بن عبداللہ بن عبد الباقی بن محمد بن حسین معروف ابن باقیا ۴۸۵ھ نے اس پر کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام الجمان ہے۔

علم امثال القران۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوعبدالرحمن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری ۴۰۶ھ کی ہے۔

علم اقسام القرآن - اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوالحسن علی بن الحسن باقولی ۵۲۵ھ کی
علم طرز مجادلہ - اس پر پہلی تصنیف شیخ نجم الدین طرفی کی ہے۔
علم اسماء وکنیت یعنی قرآن میں کون کون سے اسماء وکنیت والقاب آئے ہیں۔
قرآن میں پچیس انبیاء ورسلین کے نام آئے ہیں۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ اسماعیل ضریر کی ہے
علم مبہمات قرآن - اس پر پہلی تصنیف سہیلی اور شیخ ابی عبداللہ محمد بن احمد زہری ۶۱۷ھ
کی کتاب ہے۔
علم من نزل فیہم القرآن - ان لوگوں کے نام کا علم جن کے بارہ میں قرآن نازل ہوا۔
اس پر پہلی تصنیف شیخ اسماعیل ضریر کی ہے۔
علم فضائل قرآن اس پر سب سے پہلے امام شافعی ۲۰۴ھ نے کتاب لکھی
علم فاضل وافضل یعنی کون سی آیات کن آیات سے افضل ہیں۔
علم مفردات قرآن اس پر پہلی تصنیف شیخ محی الدین محمد بن علی معروف مزران حنفی کی ہے
علم خواص قرآن اس پر شیخ ابوسعید عبدالقاہر بن طاہر التیمی ۴۲۹ھ وحکیم ابی عبداللہ
التیمی کی کتابیں ہیں۔
علم رسم المصحف اس پر شیخ ابی عمر عثمان بن کید الدانی ۴۴۴ھ کی کتاب ہے۔ اس
کتاب کا نام الاقتصاد ہے۔
علم معرفۃ تفسیر وتاویل۔
علم آداب وشروط مفسرین اس پر پہلی تصنیف علامہ ابن جوزی ۵۱۷ھ کی ہے،
علم اسرار الحروف۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی ۶۲۸ھ
کی ہے، اس کتاب کا نام المبادی الغایات فی اسرار الحروف المکنونات ہے۔
علم اعراب القرآن شیخ ابوالاسود دیلی تابعی ۶۷ھ نے اس پر پہلے تصنیف کی۔
علم علوم القرآن اس پر پہلی تصنیف شیخ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی
۷۹۴ھ کی ہے۔
علوم قرآن کی انواع تین سو سے زیادہ ہیں، امام سیوطی نے ان کو اسی میں محدود کیا ہے۔
اوّل نزول کے جگہوں اور اس کے اوقات و تاریخ کا بیان اس میں بارہ نوع ہیں۔
مکی - مدنی - سفری، حضری، فراشی، لیلی، نہاری، صیفی، شتائی - اسباب نزول، جو پہلے نازل

ہوئیں جو آخر میں نازل ہوئیں۔

دوم سند کا بیان اسکی چھ قسمیں ہیں، متواتر، آحاد، شاذ، نبی کی قرائتیں۔ رواۃ۔ حفاظ

سوم ادا کا بیان، اسکی چھ نوع ہیں۔ وقف، ابتدا، امالہ، مد، تخفیف ہمزہ، ادغام،

چہارم الفاظ کا بیان، اس کے سات نوع ہیں۔ غریب، معرب، مجاز، مشترک، مترادف، تشبیہ، استعارہ۔

پنجم احکام سے تعلق رکھنے والے معانی کا بیان۔ اس کے چودہ انواع ہیں۔

عام جو عمومیت پر باقی رہتا ہے، عام مخصوص وہ عام جس سے کوئی خصوص مراد ہو۔

وہ امر جس میں کتاب نے سنت کو خصوصیت دی ہو۔

وہ امر جس میں سنت نے کتاب کی تخصیص کی ہو۔

مجمل، مبین، مفہوم، مطلق، مقید، ناسخ، منسوخ، مؤول۔

ناسخ و منسوخ میں ایسے احکام بھی شامل ہیں جن پر ایک مدت معین تک عمل کیا گیا ہو اور ان پر عمل کرنے والا کوئی مکلف شخص رہا ہو۔

ششم اُن معانی کا بیان جو الفاظ سے متعلق ہیں۔ اس کی پانچ نوع ہیں۔ فصل، وصل ایجاز، اطناب، قصر یہ سب مل کر پچاس ہوئے۔

اسمار۔ کنیتیں۔ القاب، مبہمات یہ ان کے علاوہ ہیں۔

علم قراءۃ۔ ابوعبید قاسم بن سلام اور قرارت سبعہ میں کتاب السبعہ تصنیف ابن مجاہد احمد ابن موسیٰ مقری بغدادی متوفی ۳۲۳ھ کی ہے

علم طبقات المفسرین۔ اس پر پہلی تصنیف امام سیوطی ۹۱۱ھ کی ہے۔

علم احکام القرآن۔ اس میں پہلی تصنیف امام شافعی ۲۰۴ھ کی ہے۔

علم آداب کتابۃ مصحف۔

علم قواعد تفسیر۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی حفص نجم الدین بن محمد النسفی حنبلی متوفی ۵۳۷ھ کی ہے۔

علم سجود القرآن۔ اسپر پہلی تصنیف شیخ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد الحربی ۲۸۵ھ کی ہے

علم شواذ فی القراءت۔ اسپر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب ۲۹۱ھ کی ہے۔

علم ترتیب سور۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو الفرح حمد بن علی المقری الہمدانی ۴۹۹ھ کی ہے۔

علم المتواتر والمشہور۔

علم مشکل القرآن۔ اس پر شیخ ابی محمد مکی بن ابی طالب ۴۳۷ھ نے پہلے تصنیف کی۔

علم مصادر القرآن اس پر پہلی تصنیف شیخ ابراہیم بن یزیدی ۲۲۵ھ کی ہے۔

علم سابق ولاحق اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی امامہ بن النقاش محمد بن علی بن عبد الواحد الدکانی ۷۶۳ھ کی ہے۔

علم فضل القرآن۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس احمد بن سعد اقلیبی ۵۴۹ھ کی ہے

علم وقوف النبی۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عیسی مغربی کی ہے

علم الفصول والغایات فی معارضۃ السور والآیات اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العلاء احمد بن عبد اللہ المعری ۴۴۹ھ کی ہے

علم التراجم۔ اس پر پہلی تصنیف امام شاہفور ۴۷۱ھ کی ہے

علم التاویل۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد بن بحر اصفہانی ۳۲۲ھ کی ہے۔

علم التلاوۃ۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ عبد اللہ بن اسعد یافعی ۷۶۸ھ کی ہے۔

علم اختلاف المصاحف۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی ۲۴۸ھ کی ہے۔

تاویل

الفاظ کے چند محتملہ معنوں میں سے بقرائن قویہ ایک کی طرف رجوع کرنے کو تاویل کہتے ہیں

تاویل کی دو قسمیں ہیں، ایک صحیح، دوسری باطل،

صحیح وہ جس کا تعلق الفاظ سے ہو اور الفاظ ان معانی کے محتمل ہوں اور وہ اصول اسلام اور سلف صالحین کے اقوال کے موافق ہوں۔ یہ ایک خاص ملکہ ہے جو ممارست علوم اور تقوی اور طہارت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

باطل وہ ہے جو ظاہر الفاظ قرآن سے نہ سمجھی جائے یا حدیث و اقوال سلف صالحین کے مخالف ہو

اِس کو تحریف بھی کہتے ناہیں۔

چار گروہ

حضور علیہ السلام آیات قرآنی کی خود تفسیر فرماتے تھے، اور آپ کے عہد میں جو صحابہ تعلیم پر مامور تھے وہ تفسیر و تشریح کرتے تھے حضور نے جو ارشادات فرمائے، اُن کا کثیر حصہ حضور کے عہد میں ضبط تحریر میں آ گیا تھا۔ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی لکھے گئے۔

قرن اوّل سے تفسیر کے نام سے علیحدہ تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اسوقت تک حسب ضرورت و موقع علماء تفسیریں مرتب کرتے رہے۔ لیکن مدت دراز تک حدیث و تفسیر و فقہ حفظ قرآن یہ تمام خدمات اجتماعی طور پر انجام دیتے رہے۔ پھر یہ اسلامی خدمات انجام دینے والے چار گروہ پر منقسم ہو گئے۔ اگرچہ ان تمام خدمات کیلئے تمام علوم پر حاوی ہونا ضرور تھا، مگر جس فن میں جسکو زیادہ انہماک اور ملکہ تھا وہ اسی سلسلہ میں شمار کیا گیا۔

ایک گروہ نے صرف الفاظ و عبارت قرآن کی خدمت و حفاظت کی یہ حافظ قاری صاحب تجوید مشہور ہوئے۔

ایک گروہ نے اپنی ہمت خدمت حدیث پر صرف کی یہ محدث کہلائے

ایک گروہ نے آیات و احادیث سے مسایل کا استنباط کیا یہ فقیہ مشہور ہوئے

ایک گروہ نے قرآن کا ترجمہ و تشریح بالترتیب کی یہ مفسر کہلائے۔

حدیث

حدیث قول و فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ آپ کا جو فعل اور قول صحت کے ساتھ ثابت ہے وہ ہر طرح لایق حجت ہے، صحابہ کرام اور ائمہ اسلام نے نہایت احتیاط اور سعی جانکاہ کے بعد حدیثوں کے مراتب مقرر کئے ہیں۔ اور اسکی جانچ کے لئے اصول روایت و اصول درایت ایسے قایم کئے ہیں کہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

حدیثوں کو اس احتیاط سے بیان کیا ہے کہ ایک حرف آگے پیچھے نہیں ہونے دیا بلکہ اس اشارہ کو بھی محفوظ رکھا ہے جو حضور نے بوقت ارشاد کیا۔ اور اس قسم کا نام مسلسل بالاشارہ قرار دیا ہے راویوں کی جانچ کے لئے ایک بڑا بھاری فن اسماء الرجال مرتب ہو گیا ہے، فی الحقیقت

نظام شمسی کی مملکت میں یہ ایک ایسا بے نظیر واقعہ ہے کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی
محدثین علیہم الرحمۃ نے احادیث اور روایات کی جانچ پڑتال کرتے وقت راویوں کے کثرت عبادت یا قائم اللیل یا صائم الدہر ہونے یا ان کے تبحر علمی ان کی ولایت وزہد وتقوی یا امارت وریاست بلکہ فقاہت ومجتہدانہ جلال وشکوہ سے نہ مرعوب ہوتے ہوئے سب کے عیب وسوال کھول کر رکھدئے۔ اور اس میں اس درجہ احتیاط کی کہ اگر کوئی شخص چالیس برس کی عمر تک صحیح وتندرست رہا اور اس کے بعد وہ نسیان یا کسی اور مرض میں مبتلا ہو گیا تو اس کے تذکرہ میں تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کر دیا۔ اور عہد صحت اور زمانہ علالت کی روایات کو جداگانہ اقسام میں شامل کیا گیا غرض یہ ایسا ضروری اور عظیم الشان فن ہے کہ جو تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیتا ہے۔
مشہور محقق ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری اور نہ آج تک موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جسکی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے (انگریزی مقدمہ اصابہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء)
راویوں کے درجات کے بیان میں ہمنے اس کے متعلق لکھدیا ہے باقی مفصل تاریخ الحدیث میں ہے غرض صحیح اور لائق حجت وہ حدیث ہے جو اصول الروایۃ واصول الدرایۃ کے ذریعہ صحیح ثابت ہو اور ان علوم کے ذریعہ سے اس کو جس قسم میں شامل کیا جائے گا، اسی درجہ پر اس کا اثر ہو گا۔
محدثین نے کتب صحاح میں اور دیگر کتب میں بھی حدیثوں کے ساتھ ان کے اقسام بھی بتادئے ہیں، موضوع اور جعلی حدیثوں کو بھی علیحدہ جمع کر دیا ہے۔
مفسرین میں سے بعض نے صحیح روایات کے جمع کرنے کی سعی کی ہے، بعض نے ہر قسم کی روایات لی ہیں کہ مطالعہ کرنیوالوں کے پیش نظر ہر قسم کا مواد ہو جائے۔ بعض موضوع اور ضعیف روایتوں کو دیکھکر ہندوستان کا کم علم گروہ سبہی کا منکر ہو گیا ہے، اور بعض بے علم مفسرین ہندنے اپنی مرضی کے موافق پاکر ضعیف وموضوع روایات اور عجیب عجیب قصص وحکایات کو شامل تفسیر کر دیا ہے ایسی تفسیروں سے غیر مسلم معترضین کو بہت مدد پہونچی ہے، اس لئے ہمنے اس تاریخ میں کسی قدر اصول روایت واصول درایت اور حدیث کے متعلق مختصر بیان شامل کئے ہیں کہ اگر کوئی تاریخ حدیث نہ دیکھے اور صرف اس تاریخ کو مطالعہ کرے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ اسلام میں کس قسم کی روایات مقبول اور لائق سند ہیں اور کس قسم کی قابل رد ہیں اور مفسرین کے تمام اقوال وروایات وحکایات کی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے بلکہ اس کا جواب وہ خود مفسر ہے اسلام پر اعتراض نہیں حدیثوں کے

ذریعہ کیا جاسکتا ہے کہ جو ائمہ خمسہ کے قواعد کے موافق نہ ہوں۔

اُصول درایت

اصول روایت سے تو حدیث بیان کرنیوالے کی جانچ ہوتی ہے کہ راوی راستگو ہے یا دروغ گو، صحیح الدماغ ہے یا نسیان وغیرہ امراض میں مُبتلا ہے، ذی علم ہے یا کم علم، صاحب فہم ہے یا سادہ لوح، خوش عقیدہ ہے یا بدعتی، نیک کردار ہے یا عصیان شعار۔ لیکن اس سے متن کی غلطی کا ارتفاع نہیں ہوتا، متن کی جانچ کے لئے اصول درایت ہیں جو سو سے زائد ہیں، جو حدیث ان سب پر ٹھیک اُترے وہ صحیح ہے ورنہ جس درجہ اسمیں کمزوری ہوگی اسی درجہ میں کم رتبہ سمجھی جائے گی۔

اصول درایت قرآن و حدیث اور تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں، ائمہ نے انکی تشریح و توضیح کی ہے صحابہ کرام کے عہد میں اصول درایت کے مدارج قایم ہو گئے تھے، کیونکہ اختلاف مدارج کا جو اثر انکی احکام پر پڑتا ہے وہ ان کی اجتہادی رایوں سے ثابت ہے، مگر کوئی تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصول کے سختی سے پابند تھے،

درایت اصل میں تو ایک ملکہ ہے جو ایک فن میں تبحر اور مہارت کاملہ کے بعد پیدا ہو جاتا ہے ماہرین فن کا قول ہے ان للحدیث ضوءا کضوء النہار تعرفہ وظلمتہ کظلمۃ اللیل تنکرہ (حدیث کا نور دن کی طرح ہے، تو اسے پہچان لے گا، اور موضوع کی تاریکی رات کی طرح ہے تو اس سے خود انکار کردیگا) ؎

شناسندہ گر نیست شوریدہ مغز | نہ بہرہ شناسد ز دینار نغز
حدیث از معایب بود گر تہی | درخشندہ می باشد از فرہی
از و تابد انوار پیغمبری | چو نور از مہ و تابش از مشتری

حقیقت میں فن روایت کی ممارست سے ایک ملکہ یا ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس سے تمیز ہو جاتی ہے کہ یہ قول و فعل رسول ہے یا نہیں۔ اصول درایت کے متعلق ہم نے تاریخ الحدیث میں مفصل لکھا ہے اور وہی اصل موقع اس بیان کا تھا۔ یہاں صرف ضرورتًا چند خاص خاص اصول لکھے جاتے ہیں۔

(۱) جو حدیث قرآن کی عبارت النص کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۲) جو حدیث، حدیث متواتر کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۳) جو حدیث ایسے مشہور تاریخی واقعہ کے خلاف ہو جو متواتر کا حکم رکھتا ہے قابل قبول نہیں ہے۔

(۴) جو حدیث مشاہدات کے خلاف ہو لائق حجت نہیں۔

(۵) جو عقل کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔

خلاف عقل سے یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کی عقل کے خلاف ہو بلکہ ماہرین فن حدیث اس کو خلاف عقل قرار دیں۔

(۶) جس حدیث میں رکاکت لفظی ایسی ہو کہ قواعد عربیہ کی رو سے مستحسن نہ ہو اور رکاکت معنی ایسی ہو کہ وقار نبوت کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۷) جو حدیث حیات کے خلاف ہو قابل تسلیم نہیں۔

مگر تمام اصولوں میں یہ شرط ہے کہ ایسی حدیثوں کے لفظوں، جملوں اور عبارتوں میں قواعد عربیہ متعارفہ یا اس کے معنوں میں دیگر بے طرفدار علوم کے ذریعہ سے تاویل کر کے تطابق دینا ناممکن ہو تو ناقابل حجت ہیں۔ اور اگر تطابق ممکن ہے تو قابل حجت ہیں، مگر یہ کام متبحر فضلا کا ہے۔

طبقات رواۃ

ہمارے سلف صالحین اور ہمارے اماموں نے حدیثوں کی جانچ پڑتال کے لئے علم اصول روایت اور علم اصول درایت ایجاد کئے ہیں، ان علوم کی صیانت وامداد کے لئے اور بہت سے علوم ہیں، ان تمام علوم کی کسوٹی پر جب راویوں اور روایتوں کو پرکھا گیا تو حدیثوں اور راویوں کی بہت سی قسمیں قرار پاگئیں، ہر راوی اور ہر روایت کا اثر اس کے رتبہ کی موافق مانا گیا ہے، روایتیں ضعیف بھی ہیں قوی بھی، جھوٹی بھی ہیں، سچی بھی ہیں۔ اسی طرح راوی بھی ہر قسم کے ہیں۔

روایتوں اور راویوں کے اقسام کو ہم نے تاریخ الحدیث میں مفصل ذکر کیا ہے، یہاں مجمل طور پر اس قدر کہنا کافی ہے کہ راویوں کے چار درجے ہیں۔ اوّل۔ دوم، سوم۔ چہارم

(درجۂ اوّل) وہ لوگ جو نہایت متقی، متدین، متشرع، قوی الحافظہ، ماہر علوم ذکی و فہیم، عادل وضابط تھے، بدعتی نہ تھے۔

(درجہ دوم) جو لوگ تمام اوصاف میں مثل درجہ اوّل کے تھے مگر حافظہ میں اُن سے کم تھے

(درجۂ سوم) وہ لوگ جو متدین، متشرع، متقی تھے، مگر فہم و فراست میں مثل درجہ اوّل و دوم کے نہ تھے،

(درجہ چہارم) اس درجہ میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) ایک وہ جو متدین و متشرع تھے مگر کمی فہم و فراست کی وجہ سے مناقب و مثالب ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثوں میں تغیر و تبدل کرنا اور حدیث بنانا جائز سمجھتے تھے،

(۲) وہ لوگ جو کمی فہم و فراست سے شیخ کے الفاظ کو روایت بالمعنی سمجھکر حدیث سمجھ لیتے تھے

(۳) وہ لوگ جو اپنے فروعی مسایل کی تائید کے لئے اپنے اساتذہ کے الفاظ کو شامل حدیث کر لیتے تھے۔

(۴) وہ لوگ جو دنیوی عز و جاہ کے لئے حدیثوں میں تغیر کر لیتے تھے، یا نئی حدیث بنا لیتے تھے،

(۵) وہ دشمنان اسلام جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے حدیثوں میں تغیر کرتے تھے اور حدیثیں بناتے تھے،

کتب حدیث

حدیث کی کتابوں کے طبقات مقرر ہیں، ہر کتاب کی حدیث اس کے طبقہ ہی کے موافق قابل اعتماد قرار دیجائے گی۔

طبقہ اوّل۔ موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں، ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب سے زیادہ صحیح ہیں، ان کو صحیح باعتبار غلبیت کہا جاتا ہے۔ قرون ثلاثہ میں امام شافعی نے موطا امام مالک کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ہے، قرون ثلاثہ کے بعد جماعت کثیر علماء نے صحیح بخاری کو یہ لقب دیا ہے، علماء مغاربہ (افریقہ والے) نے صحیح مسلم کا یہ خطاب قرار دیا ہے، اتفاق اس پر ہے کہ صحیح بخاری اصح الکتب ہے۔

صحیحین کی شان یہ ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں۔ وہ سب یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مصنفین تک متواتر ہیں۔

ان تینوں کتابوں میں قریب دو ثلث کے درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں جن کا زیادہ تعلق احکام سے ہے۔ اور ایک ثلث درجہ سوم کے راوی ہیں۔ مگر درجہ چہارم کے راوی نہیں۔

طبقۂ دوم - جامع ترمذی، سنن ابی داؤد- سنن نسائی- مسند امام احمد بن حنبل، مؤطا امام محمد- جامع الاصول لابن اثیر-

اوّل الذکر تینوں کتابوں میں قریب نصف کے درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں، باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں- اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے قسم دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں-

باقی کتب میں درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں نصف سے کچھ زیادہ ہیں-

طبقہ سوم - سنن ابن ماجہ، مسند شافعی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ مسند ابی داؤد طیالسی، مسند دارمی، مسند ابی یعلی، مسند عبد بن حمید، سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، تصانیف طبرانی، سنن سعید بن منصور، مسند حارث، سنن مسلم، مسند بزار- معجم ابن قانع، مسند امام اعظم-

ان کتابوں میں ایک ثلث سے کم درجہ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی- اور ایک ثلث درجہ چہارم کی قسم دوم کے انہیں سے باعتبار روایات بعض کتابیں ایک دوسرے سے قوی مانی گئی ہیں-

طبقہ چہارم - کتاب الضعفا لابن حبان، کتاب الضعفا للعقیلی، تصانیف حاکم، کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، تصانیف فردوس دیلمی، تصانیف ابن نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر- تصانیف ابو شیخ، تصانیف ابن نجار- اور بہت سی کتابیں ہیں جو اسی طبقہ میں شامل ہیں مثل طبقات کبری واقدی، تاریخ طبری، سیرت شامی، ابوالفدا، مسعودی، مواہب لدنیہ، زرقانی شرح مواہب، تاریخ الخمیس، خصائص کبری، دلایل نبوت، روضۃ الاحباب، مدارج النبوت، نزہتہ المجالس، مسارۃ الاخیار، سیرت حلبیہ، تاریخ کامل، شواہد نبوت، معارج نبوت، دلائل ابونعیم، ابن خلدون، ابن خلکان، شرح اربعین-

ان میں سے بعض کتابیں ایک دوسرے سے باعتبار روایات قوی مانی گئیں ہیں- اس طبقہ کی کتابوں میں قریب ایک ثمن کے درجہ اول و دوم کی اور قریب دو ثمن کے درجہ سوم کی، باقی پانچ ثمن میں درجہ چہارم کے ہر قسم کے راویوں کی روایتیں ہیں-

یادداشت

مسند بزار - ابوبکر احمد بن عمرو بزار (بزار مینساری) متوفی ۲۹۲ھ کی تصنیف ہے، اس میں اکثر غلطیاں ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ - ابوعبداللہ محمد اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ کی تصنیف ہے، ابن خزیمہ نے تمام صحیح حدیثوں کو جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا مگر پورا نکر سکے، اور نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ کیا ہے وہ کس حد تک قابل سند ہے، چونکہ یہ کتاب ان کے شاگرد ابن حبان کے ذریعہ سے پہونچی اور ابن حبان کے عقاید پر لوگوں کو شبہ تھا۔ اس لئے سند قبول نہ پاسکی۔ اس کا وہ نسخہ جو حافظ ابن حجر کے کتب خانہ میں تھا، اب جرمن کے کتب خانہ میں ہے۔ خدا کی شان مسلمانوں کے دین کا علمی خزانہ نصرانیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کے قدردان و محافظ ہیں ؎

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن　　کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

تصانیف ابن مردویہ - شیخ ابوبکر احمد بن موسی اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ کی تصانیف بہت غیر معتبر ہیں۔

نوادر الاصول - حکیم ترمذی متوفی ۵۰۰ھ کی تصنیف ہے، اس میں غیر معتبر روایتیں بہت ہیں، بعض مناظرین فرق ضالہ اہل حق کو اس کی روایتیں پیش کرکے دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ امام ترمذی کی روایت ہے،

فردوس الاخبار - فردوس دیلمی متوفی ۵۰۹ھ کی تصنیف ہے، حدیثوں کو باعتبار حروف ہجی لکھا ہے یعنی جو حرف حدیث میں اوّل آیا ہے اس کو لیا ہے، یہ اس طرز کے موجد ہیں اس کتاب میں موضوع حدیثیں بہت ہیں۔

.. ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں سبکی فہرست مرتب کرنا مشکل ہے، بہت سی کتابوں کا ذکر ہم نے تاریخ الحدیث میں کیا ہے، ایک یوروپین فاضل نے تمام تصانیف حدیث کا تخمینہ بحوالہ کتاب اتحاف النبلاء و ڈکشنری آف اسلام (۱۴۶۵) بیان کیا ہے، (احادیث اہل اسلام مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈ) یہ تخمینہ غالباً اٹھارہویں صدی عیسوی تک کا ہے، اب اس تقریباً ڈیڑھ سو برس کے عرصہ میں کس قدر تصانیف ہوئیں اس کا کوئی اندازہ نہیں، ہندوستان میں جو چند تصانیف ہوئیں ہیں ان کے نام مجھے معلوم ہیں۔

بذل المجہود فی حل ابی داؤد مصنفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔
شرح ترمذی۔ مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن کاندہلوی۔
فتح الملہم شرح صحیح مسلم مصنفہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی۔
تعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندہلوی
اربعین اعظم مؤلفہ راقم السطور۔
مگر تمام تصانیف کے اعتبار کا وہی معیار ہے کہ ائمہ ستہ کے شرائط پر ہوں اور سلف صالحین کے موافق

شرائط امام اعظمؒ

حدیث کی جانچ دو طریقوں سے ہوتی تھی، ایک اصول درایت، دوسرے اصول روایت، اصول درایت قرآن وحدیث وتعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں، ان پر تو ہر امام حدیث کو جانچتا ہی تھا اس میں تو گفتگو کی ضرورت ہی نہیں، اصول روایت میں ائمہ میں اختلاف ہے، ہر ایک نے قبول روایت کے لئے اپنے اپنے اصول مقرر کئے ہیں، سب سے زیادہ سخت اس معاملہ میں امام ابو حنیفہ تھے اور اسی وجہ سے وہ متشدد مشہور تھے، شیخ وکیع بن الجراح محدث (استاد امام بخاری) کا قول ہے کان ابو حنیفۃ اورع فی الحدیث (امام ابو حنیفہ حدیث قبول کرنے میں بہت محتاط تھے) امام صاحب کی شرائط کو سخت پاکر محدثین نے ان کی شرائط سے اختلاف کیا ہے، حافظ ابن کثیر کا قول ہے کہ ایسی جانچ کی صورت میں قلت روایت کا خوف ہے (فتح المغیث)

روایت مع الدرایت امام صاحبؒ کو جو مرتبہ خصوصی حاصل ہے وہ کسی اہل روایت کو نصیب نہیں ہوا، امام صاحبؒ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ امام صاحب نے بعض حدیثیں تو خود جلیل القدر اصحاب مثل حضرت انس وحضرت عبداللہ بن ابی اوفی وحضرت واثلہ بن اسقع وغیرہم سے جنکی تعداد (۲۴) تک بیان کی گئی ہے روایت کی ہیں اور اکثر روایتوں میں امام صاحب اور صحابی کے درمیان ایک جلیل القدر تابعی مثل عکرمہ وقتادہ ونافع وسالم وسلیمان بن یسار وزہری وربیعہ یمانی ومحمد بن منکدر وحسن بصری وحمید الطویل ومکحول وغیرہ ہیں اور بعض روایتوں میں دو مشہور تابعی ہیں، چونکہ امام صاحبؒ خود تابعی اور مشاہیر ائمہ خیر القرون میں سے ہیں اس لئے حدیث کی جانچ اور تحقیق کے لئے زیادہ احق ہیں لیکن امام صاحب کی شرائط سخت ہیں اور دیگر ائمہ حدیث کے شرائط ان کے مقابلہ میں بہت نرم ہیں اسلئے محدثین نے انہیں

کو اختیار کیا ہے۔

شرائط

(۱) راوی درجہ اول کے رواۃ میں سے ہو (۲) روایت باللفظ ہو (۳) اگر مستملی کی زبان سے روایت سنی ہو تو حل ثنا کے لفظ سے روایت نہ کی جائے (۴) جن محدثین کے پاس تحریری ذخیرہ ہو اگر ان کو حدیث کا ہر حرف محفوظ ہے تو زبانی روایت کریں ورنہ بوقت روایت تحریر کو سامنے رکھیں (۵) اس زمانہ تک جو روایت بالمعنی ہو چکی تھی ان کو اس شرط پر قبول کرتے تھے کہ راوی فقیہ ہو ورنہ کم از کم ثقہ و عدول و صدوق ہو اور وہ روایت بروئے درایت صحیح ہو (۶) روزانہ کے معاملات و عبادات کے متعلق اگر کوئی خبر واحد بیان کیجائے تو اس پر شہادت ہو۔ اگر معتبر شہادت نہو تو وہ بروئے درایت صحیح ہو کیونکہ روزمرّہ کے اعمال سے اکثر صحابہ کا واقف ہونا ضروری ہے۔ پھر خبر واحد کیسی؟

شرائط ائمہ ستّہ

آسان طریق روایت کی جانچ کا یہ ہے کہ روایت کو شیخین کی شرائط پر دیکھا جائے شیخین نے روایات کی جانچ ایسی صحت و سختی سے کی ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال مشکل ہے۔

غیروں نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے۔

"یہ تو ظاہر ہے کہ محدثین کسی قسم کی تنقید کو کام میں لاتے تھے اور وہ بھی ایسی سختی سے" (لائف آف محمد)

یہ شرائط اصول الروایت سے متعلق ہیں، ہر محدث کو اپنی کتاب میں اپنے سلسلہ روایت کے درست کرنے کی فکر ہوتی تھی کہ وہ کن شرائط پر روایت کو قبول کرتا ہے، اصول درایت سے جانچنے کے بعد پھر وہ اپنے شرائط کے موافق روایت کو جانچتا تھا۔

شرائط امام بخاری (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) طول ملازمت یعنی راوی اپنے شیخ کے پاس سالہا سال رہا ہو (۳) راوی طبقہ اولی کا مشہور ثقہ ہو (۴) راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔

شرائط امام مسلم (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) تمام روات ثقات ہوں۔ (۳) روات ہمعصر ہوں (۴) روات مشہور ہوں (۵) شذوذ و علت نہو۔

شرائط امام ابوداؤد و امام نسائی (۱) جو حدیث صحیحین میں ہو (۲) جو حدیث

موافق شرط صحیحین ہو (۳) وہ حدیث جس کے ترک پر اجماع نہ ہوا ہو۔ اور اسکی سند متصل ہو اور صحیح ہو مرسل و منقطع نہ ہو (۴) جو روایت طبقہ رابعہ کے عمدہ رواۃ سے مروی ہو (۵) شواہد و متابعات کے لئے وہ حدیثیں بھی امام ابوداؤد قبول کر لیتے تھے جو ضعاف و مجہول سے مروی تھیں

شرائط امام ترمذی (۱) جو حدیث صحیحین میں ہو۔ جو حدیث موافق شرائط شیخین ہو (۳) امام ابوداؤد و امام نسائی نے جو حدیث نقل کی اور اسکی علت ظاہر کر دی۔ (۴) جو حدیث بعض فقہاء کا معمول رہی ہو (۵) وہ حدیث جس کا مضمون اس حکم کے موافق ہو جس پر عمل ہوتا رہا ہو، (۶) ان ثقات کی روایت جن پر جرح ہوئی ہو (۷) ان رواۃ کی روایت جن پر جرح ہوئی لیکن ان کی تعدیل بھی ہوئی۔

شرائط امام ابن ماجہ (۱) جس کو ائمہ خمسہ نے لیا۔ (۲) جو ائمہ خمسہ کی شرائط پر ہو۔ (۳) جس کو معتبر علما بیان کرتے اور عمل کرتے رہے ہوں (۴) طبقہ چہارم کے قسم دوم کے عمدہ رواۃ کی وہ روایات جو بعد جانچ صحیح ثابت ہوں۔

ضابطہ قبول حدیث

ائمہ سلف نے قبول حدیث کے لئے یہ ضابطہ قرار دیا ہے۔

(۱) وہ حدیثیں قبول کیجائیں گی جو بخاری و مسلم دونوں کی متفق علیہ ہوں (۲) جنکی تخریج امام بخاری نے کی ہے (۳) جن کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔ (۴) جو موافق شرائط شیخین کے ہوں (۵) جو امام بخاری کی شرط کے موافق ہو (۶) جو امام مسلم کی شرائط کے موافق ہو (۷) جو کتب صحاح ستہ میں ہو (۸) جو ائمہ ستہ کی شرائط کے موافق ہو۔

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (تمام زمانوں میں سے میرے زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے پھر اس کے بعد والے)

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اوّل۔ بعثت رسول کریم سے ۱۱۰ھ تک یہ زمانہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے

قرن دوم۔ ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کو ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے، ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں، بوجہ اختلاف ہمنے ۲۲۱ھ سے ۲۶۰ھ تک کے زمانہ کو عہد اختلافی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانے کے متعلق حضور کا ارشاد ہے ثم یفشوا الکذب، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

ہم نے اس کتاب میں علماء، مفسرین و محدثین و مصنفین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرن اوّل کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی ۱۷۰ھ تک جنکی وفات ہوئی وہ قرن اوّل کے رجال تھے، اسی طرح قرن دوم کے رجال ۲۲۰ھ تک، قرن سوم کے رجال ۲۶۰ھ تک عہد اختلافی کے رجال ۳۱۰ھ۔

اس لئے رجال خیر القرون کا خاتمہ ۳۱۰ھ تک ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف کم مثالیں مل سکیں گی۔ بجز صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے،

خاتمہ

خداوند ذوالجلال کا کس منہ سے شکر ادا کروں کہ اس نے دین متین کی ایک اہم و ضروری و جدید و مفید خدمت مجھ ہیچمیز عاصی سے لی ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنم ✲ منت ازو شمر کہ بخدمت بداشتت

جب میں تاریخ حدیث کی تصنیف سے فارغ ہوا تو والد ماجد نے چند مسودات حوالے فرما کر تاریخ علم التفسیر کے لئے ارشاد فرمایا۔ جن کو بعد ترتیب و اضافہ کثیر مدون کر کے پیش کیا ہے۔

مجکو باوجود تلاش و سعی بسیار اردو فارسی میں تاریخ تفسیر کے متعلق کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوئی، مختلف کتابوں میں کچھ مختصر مضامین ایسے نظر سے گذرے جن سے تاریخ تفسیر پر کسی قدر روشنی پڑتی تھی،

اُردو میں البیان فی علوم القرآن یعنی مقدمہ تفسیر حقانی میں مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی نے چند صفحات میں طبقات مفسرین کا ذکر کیا ہے۔

حیات المفسرین نام ایک رسالہ اُردو میں مولوی حکیم محمد ابراہیم بہاری کا ہے جس میں چند مفسرین کے مختصر حالات ہیں۔

فارسی میں ایک رسالہ اکسیر فی اصول التفسیر نواب صدیق حسن خان کا ہے جس میں کتب تفسیر اور مفسّرین کا مختصر ذکر ہے۔

بس اُردو فارسی میں اسی قدر مواد میرے ہاتھ لگا۔ باقی عربی کتب کی امداد سے یہ کتاب مرتب ہوئی۔ اُن تمام کتابوں کی فہرست نقل کرنا ضروری نہیں معلوم ہوتا جن سے یہ مواد حاصل کیا گیا ہے، اکثر موقع بموقع حوالے درج ہیں، باقی علما اور قارئین کرام کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ یہ صدہا کتابوں کا عطر ہے۔

علم تفسیر کی تاریخ اگر کماحقہ لکھی جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوں میں بعض مشکلات کی وجہ سے اختصار پر مجبور ہوا ہوں۔

بہر حال میں نے داغ بیل ڈالدی ہے، اب دوسرے دعویداروں کو موقع ہے کہ ہوسکے تو اس پر زیادت کریں ؎

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

اُردو زبان ہندوستان میں اقبال اسلام کی یادگار ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُردو کے خزانے کو ہر قسم کے جواہر سے مالا مال کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں کم مسلمان ایسے ہیں جو عربی کتب سے کماحقہ استفادہ کرسکتے ہیں اس لئے جو علوم اساس دین ہیں ان کا اُردو میں ترجمہ ہونا ضرور ہے۔ والد ماجد مدظلہٗ نے اسی خیال سے اوّل تاریخ الفقہ تصنیف فرمائی پھر تاریخ حدیث اس خاکسار سے تالیف کرائی، اب یہ تاریخ تفسیر ہے۔ مجھ سے جو کچھ ہوسکا برادران اسلام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؎

بتقدیم و تاخیر بر من نگیر　　　که باشد نویسنده را ناگزیر

مجھے جہاں تک ہوسکا ہے تحقیق و تفتیش و صحت سے واقعات کو لکھا ہے مگر بندہ بشر ہے بھول چوک اس کے خمیر میں ہے اگر قارئین کرام کو کوئی غلطی معلوم ہو تو خاکسار کو مطلع فرمائیں۔ مجھکو اپنی بے بضاعتی کا خوب احساس ہے اسلئے غلطی پر مصر نہوں گا، دوسری اشاعت میں شکریہ کے ساتھ تصحیح کردوں گا۔

رب کریم بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسکو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہونچائے اور اعلیحضرت میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے عمر و صحت. اقبال و اولاد، ملک و مال میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے،

مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھتے ہوئے دینی و دنیوی ترقی نصیب فرمائے ؎

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فی من تولیت و بارک لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک وصلے اللہ علی النبی الکریم

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما
باشد نگین نام تو مہر دہان ما

قطعہ تاریخ طبع

از

جناب مولوی فخر الدین احمد صاحب (علیگ) سیوہاروی ڈپٹی مجسٹریٹ بہادر
ضلع ھردوئی

آن صارم خجستہ سیر فاضل زمان | بر لیست چون ز فضل و ہنر نقش این چنین
فکر سنین طبع بہجری چو شد مرا | در آمدہ ز غیب ندا۔ ارمغان دین

۱۳۵۶